افہام و تفہیم

آیاتِ قرآنی کے ترجمے کی وضاحت

فہرست مضامین

مضامین

(۱) از صفحہ ۱ تا صفحہ ۴۷

سورۃ فاتحہ - کتاب ہدایت - شرک - حاکمیت الٰہی یا اسلامی نظام مرنا جینا - دُرود - اُسوہ حسنہ - ختم نبوت - اطاعت - جہاد - حسن سلوک - حاضر وناظر - شہ رگ سے قریب تر - مذہب کا کھیل بنانے والے - اَجر اور خمیازہ - ساری دنیا کا کفر - "وسیلہ" فیصلہ کن کلام -

(۲) از صفحہ ۴۷ تا صفحہ ۸۸

نصیحت ڈرنے والے کے لیے - نفس پرست - ہمیں ان سے حساب لینا ہے - دوسری ہستیاں - نزول کتاب - اجازت کے بغیر سفارش اللہ کی رسی - صاحب اقتدار - انسانوں کے لیے کتاب - نیکی اور بدی "حساب ہم لیں گے" اللہ اور رسولؐ کے مخالف - حکمت اور بہترین نصیحت - خرچ کی مثال - پابندیٔ نماز - بہت بڑا شرف - اہل وعیال

مضامین

دلوں کا اطمینان ۔ سیدھی راہ ۔

(۳) ازصفحہ ۸۸ تا صفحہ ۱۲۷

صبر اور نماز ۔ باطل پرستوں کا مقابلہ ۔ عدل ، احسان بدی ۔ بے حیائی تعاون اور عدم تعاون ۔ سب سے زیادہ عزت ۔ بے بس مرد ، عورتیں اور بچے ۔ چند روزہ دنیا ۔ ہر فرد اپنا جوابدہ ۔ نشانیاں اور سبق ۔ بڑے جثے والوں کی باتیں ۔ کشادہ اور نپا تلا رزق ۔ وزن اور پیمانے ۔

(۴) ازصفحہ ۱۳۶ تا صفحہ ۱۹۶

ضرور آزمائش کریں گے ۔ قول و فعل ۔ بدگوئی ۔ طعن خود پسندی ۔ نفس کی پاکی کے دعوے ۔ باطن کا رنگ ۔ گمان ۔ تجسس ۔ غیبت ۔ سود ۔ شراب ۔ جؤا ۔ مومن اور منافق ۔ کافر ، ظالم ، فاسق ۔ بے حیائی کا حکم کبھی نہیں دیتا ۔ مفلسی سے ڈرنے والے ۔ درگذر بھلائی ۔ اگر فوراً گرفت کی جاتی ۔ پاکیزہ قول اور عمل صالح ۔ علماء اور مشائخ ۔ روکنے والوں پر لعنت ۔ مصیبت کے وقت پکار ۔ خون اور فساد کے بدلے خون ۔ انسانوں سے نہ ڈرنا ۔ اپنے گھروں میں ٹک کر رہو ۔ نظریں بچا کر رکھو ۔

مضامین

(۵) از صفحہ ۱۹۹ تا صفحہ ۲۳۰

قوم کی حالت - اللہ کی سنت میں تبدیلی نہیں ہوتی - فتنہ - مشرکین کی باتیں - کافروں کو رفیق نہ بناؤ - مومن ایک دوسرے کے بھائی - دین کے دشمن - نافرمان - رہنمائی سے محروم - ظالم - مال - اولاد - چشم پوشی - توبہ -

پیش لفظ

آیاتِ قرآنی کے جتنے بھی ترجمے اس مجموعے میں شامل کئے گئے ہیں وہ سب کے سب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی "تفہیم القرآن" کی مختلف جلدوں سے لئے گئے ہیں۔ اسی طرح جو چند احادیث اس میں شامل کی گئی ہیں وہ بھی تفہیم القرآن سے ہی نقل کی گئی ہیں۔ "گذارش" کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اُس مفہوم اور شعور کے مطابق ہے جو راقم الحروف نے ان ترجموں سے اخذ کیا ہے۔

راقم الحروف کو مولانا ممدوح کی مختلف تصانیف کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ وہ مطالعہ اگرچہ خاطر خواہ نہیں ہو سکا، پھر بھی ذہنیت کی تھوڑی بہت اسلامی تربیت اور مزاج کا تھوڑا بہت اسلامی فہم انہی تصانیف سے استفادے کا نتیجہ ہیں۔

"گذارش" کے تحت جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہ ہرگز آیاتِ قرآنی کی تفسیر نہیں ہے۔ بلکہ ایک طرح کا تفہیم الترجمہ ہے۔ ترجمے کی عبارت کو راقم الحروف نے جس قدر سمجھا ہے اُسی کی وضاحت اور تشریح "گذارش" میں کر دی ہے۔ یہ وضاحت اور تشریح ہر چند کہ ترجموں سے ہی متعلق ہے، پھر بھی اس کا امکان باقی رہتا تھا کہ ان میں کوئی غلطی نہ ہو گئی ہو۔ چنانچہ اس مجموعے کے مسودے کو پہلے مولانا مفتی محمد یوسف صاحب، صدر مدرس، مدرسہ عربیہ، حدیقۃ العلوم، پشاور کی خدمت میں پیش کیا گیا

اور مفتی صاحب کی تصحیح اور اصلاح کے بعد اسے شائع کیا جا رہا ہے۔ (تقریباً ایک تہائی حصے کی تصحیح مفتی صاحب نے خود فرمائی۔ بقیہ دو تہائی حصہ کمیٔ وقت اور علالت کی وجہ سے اُن کے سامنے پڑھ کر سُنایا گیا اور وہ زبانی اصلاح فرماتے گئے)

بعض جگہوں پر ترجمے، گذارش یا مضمون کو دُہرایا گیا ہے۔ اُمید ہے قارئین اس کی ضرورت اور مصلحت سے اتفاق کریں گے۔

آیات کے ترجموں اور "گذارش" کو یکے بعد دیگرے رکھنے میں ایک خاص ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسی لئے یہ درخواست کی جاتی ہے کہ شروع سے ہی علی الترتیب مطالعہ فرمائیں۔

اس مجموعے کی اشاعت کی اصل غرض اتنی ہی ہے کہ جن بھائی بہنوں کے علم میں یہ آیاتِ قرآنی اور ان کے ترجمے نہ آئے ہوں اُن سے وہ واقف ہو جائیں اور جو ان سے پہلے سے واقفیت رکھتے ہوں انہیں یاد دہانی کا موقع مل جائے پاکستانی مسلمانوں کے لئے موجودہ زمانہ اہم ترین اور نازک ترین دَور ہے۔ اس دَور میں یہ مجموعہ اگر مسلمان بھائیوں، بہنوں اور نوجوان طلباء کو بروقت ہوشیار اور خبردار کر کے آمادۂ عمل کر سکے تو یہ راقم الحروف کی بہت بڑی خوش قسمتی ہوگی۔

زبیر حسن رضوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے۔

(۱) تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے
رحمٰن اور رحیم ہے، روز جزا کا مالک ہے۔
ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔
ہمیں سیدھا راستہ دکھا، اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔ جو معتوب نہیں ہوئے، جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔

(آمین) (سورۃ فاتحہ)

گذارش

۱۔ تمام تعریفیں اللہ تبارک و تعالیٰ کو کس طرح سزاوار ہیں اسے کچھ سمجھنے کے لئے ہمیں اس کائنات کو دیکھنا ہوگا جس کا بنانے والا بھی باری تعالیٰ ہے اور جس کو چلانے والا اور قائم رکھنے والا بھی وہی حی و قیوم ہے۔ اس کی کائنات کا صحیح اندازہ کرنا ہمارے لیے مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ جس طرح موجودہ زمانے کا سب سے زیادہ تعلیم یافتہ آدمی صرف چند مضامین کو اپنا لینے کے بعد دوسرے مضامین کے شاید نام ہی گنوا سکتا ہے کچھ اسی طرح ہم اُس کی

کائنات کے صرف چند حصّوں کے نام ہی گنوا سکتے ہیں۔

اس دنیا کے چند معروف نظام یا عالم جن کو آدمی نے کچھ سمجھا ہے عالم نباتات عالم جمادات اور عالم حیوانات ہیں۔ ایک عالم ارواح بھی ہے۔ آدمی اس کا نام ہی جانتا ہے۔ کچھ پا نہیں سکا، بتا نہیں سکا۔ فی الحال قیاس آرائیوں میں مصروف ہے۔ یہ چند عالم بھی اُسی پالنے والے کی مخلوق پر مشتمل ہیں جو خالق کائنات ہے۔ انہی مخلوقات میں سے ایک انسان بھی ہے جسے اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے۔ اسی لئے تمام تعریفیں اللہ عزّ وجل کے لئے ہی ہیں اور اُسے ہی سزاوار ہیں، جو ان سب کو اور کائنات عالم کو پالنے والا اور قائم رکھنے والا ہے۔

ایک نظام وہ ہے جس کے ماتحت زمین پر فصلیں تیار ہوتی ہیں، ترکاریاں اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں، اور انواع و اقسام کے پھل وجود میں آتے ہیں۔ دوسرا وہ نظام ہے جس کے ماتحت زمین اپنے اندرونی حصّے سے لوہا، چاندی، سونا اور ہزاروں قسم کے معدنیات نکالتی رہتی ہے۔ پوری ایک مخلوق زمین کے اندرونی حصّے میں آباد ہے اور اپنا رزق پا رہی ہے۔ تیسرا نظام زندگی حیوانات کا ہے جو زمین کے اوپر رہ رہا ہے، ہوا میں اُڑ رہا ہے، اور پانی کے اندر موجود ہے، جو جاندار زمین پر، زمین کے اندر، ہوا میں اور پانی کے اندر آباد ہیں ان کو شمار کرنا آدمی کے لیے ممکن نہیں ہے۔ وہ نظام اور عالم بالکل الگ ہے جو ایک مکعب ملی میٹر ہوا میں یا مٹی میں آدمی کو نظر آتا ہے۔ یا پانی کی ایک بوند میں کروڑہا کی تعداد میں آباد ہے۔

زمین کے بعد نظام شمسی شروع ہوتا ہے۔ کروڑہا اجرام فلکی میں سے صرف

چند ڈھونڈھے گئے ہیں، ان کے نام رکھے گئے ہیں۔ زمین سے اور آپس میں ان کے فاصلے ناپے گئے ہیں۔ ایک پڑوسی تک آدمی پہنچ گیا ہے، اس پر اتر لیا ہے اور اب اس کے چند ٹکڑوں کو جمع کر کے اس کی عمر اور اس کے مزاج کا کھوج لگانے میں مصروف ہے۔ چاند اور سورج کی افادیت تو ظاہر ہو چکی ہے۔ ان کے علاوہ جو پانچ سات سیارگان ہیں ان کی افادیت بھی محقق نہیں۔ ان کے علاوہ کروڑہا میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کے وجود کا سبب اور علت آدمی پا سکا ہو۔ سورہ النحل آیت ۴۹ میں فرمایا گیا ہے:

"زمین اور آسمانوں میں جس قدر جان دار مخلوقات ہیں اور جتنے ملائکہ ہیں سب اللہ کے آگے سربسجود ہیں۔"

ہمیں اس آیت کو نظام شمسی سے متعلق کر کے صرف "آسمانوں میں جس قدر جان دار مخلوقات ہیں" سمجھنا ہے۔ اور اتنا ہی واضح کرنا ہے کہ رب العالمین کی مخلوقات سیارگان پر بھی موجود ہے۔

اتنے بڑے نظام کے ایک بہت ہی چھوٹے سے ٹکڑے کا نام زمین ہے جس میں ہم رہتے ہیں۔ آگ ہوا اور پانی کی موجودگی ہیں، پانی کے اندر اور زمین کے اندر اور باہر جتنے جانداروں کا وجود ہمیں نظر آرہا ہے ان کی بقا کا انتظام حیران کن ہے۔ انسان کی جس خدمت کے لئے نباتات اور حیوانات کو مامور کیا گیا ہے کیا وہ انتہائی تعریف کا مطالبہ نہیں کرتی۔ اس انتہائی تعریف کا جو انسان اپنی زبان اور قلم سے کر سکتا ہے۔ اس کے بعد آدمی کا خود اپنا وجود ہے جس کے زندہ رہنے اور ترقی کرتے رہنے کا پورا ساز و سامان یہاں موجود ہے۔ اور اس ساز و سامان سے اس تک

برابر پہنچتے رہنے کا عدیم المثال انتظام بھی کر دیا گیا ہے۔ آدمی یہ دیکھے کہ وہ خود کس طرح ایک چھوٹی سی خود کار مشین ہونے کے ساتھ ساتھ پوری ایک دنیا اپنے آپ میں آباد اور کار فرما پاتا ہے۔ جس کے اعضاء کی حرکت، آنکھ کان کی ناگزیر ضرورت نیک و بد کا شعور، غور و فکر کی نعمت، ارادے کی صلاحیت، عمل کی قدرت کیا کچھ آدمی کو نہیں دے دیا گیا ہے۔

اللہ جل شانہٗ کی تعریف کا کچھ تھوڑا سا حق شاید اسی حالت میں ادا ہو سکتا ہے جب ہم آسمانوں کی تخلیق پر، اجرام فلکی کے متواتر اور متوازن تیاگ اور اقدامِ حقیقت پر غور کریں کہ خود آدمی کو جو کچھ عطا فرمایا گیا ہے اس میں کس درجہ اعتدال رکھا گیا ہے۔ کتنا عجیب و غریب توازن ہے اور اس کی اپنی ضروریات کا کس حکمت کے ساتھ انتظام کر دیا گیا ہے۔ آدمی مصنوعات کو دیکھ کر باکمال فیکٹریوں اور کارخانوں کی کارکردگی کا اندازہ لگاتا ہے۔ کیا اس کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے اسی ناقص پیمانے کی مدد سے ان تمام مخلوقات کا مطالعہ کر کے خالق حقیقی کو پہچان لے؟

اس کے بعد ہمیں دیکھنا ہے کہ اس دنیا میں اس نے موجودات اور مخلوقات کے کتنے طبقات اور عالم پیدا کیے ہیں۔ پھر جتنے بھی عالموں کا ہماری نظر احاطہ کر سکے انہیں دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ ہم ان کے پیدا کرنے والے اور ان کو قائم رکھنے والے کو مزید پہچانیں۔ جو ہمارے احاطہ نظر سے باہر ہیں اُن تک پہنچنے میں ہم اپنے تصور سے ہی کام لے سکتے ہیں۔ آدمی کی نظر بہت محدود ہے۔ اس کی نظر میں کسی چیز کی تعریف کا معیار یا کمالِ حُسن ہے یا کمالِ فعل و عمل۔ لہٰذا جتنا بھی حسن اور کمال کارکردگی انسانوں کو اس دنیا میں دکھائی دیتا ہے وہ سب کا سب

اسی کی تعریف کر رہا ہے جس میں توازن، عدل اور حسن پیدا کرنے والا رب العالمین ہی ہے۔ اسی کو سامنے رکھ کر ہم جس قدر ان عالموں کے حسن اور تخلیق کی حکمت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے اسی قدر اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعریف کرنے کا حق ادا کرنے کے قریب ہو سکیں گے۔

۲ - تمام تعریفوں کا مستحق اللہ جل شانہٗ اور رب العالمین یعنی ان تمام عالموں کو برقرار رکھنے والا ان تمام عالموں کے لیے رحمان ورحیم بھی ہے۔

آدمی نے اپنی سرشت میں یہ بات داخل کر لی ہے کہ جس چیز سے وہ محروم ہوتا ہے اس کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے، بے چین رہتا ہے یا اس کی قدر کرتا ہے۔ اور جب وہ اُسے حاصل ہو جاتی ہے تو اسے اپنا کر یہ بات بھی بھول جاتا ہے کہ اس کا دینے والا بھی کوئی تھا۔ اور جو چیزیں اسے کوشش کے بغیر دے دی گئی ہیں اُن کی طرف تو وہ بہت ہی کم توجہ کرتا ہے۔ مال اور اولاد، عناصر اربعہ، پوری دنیا میں جو کچھ اس کے لیے بنایا اور پیدا کیا گیا ہے وہ، اور خود اس کے اپنے جسم وجان میں جو کچھ ہے وہ سب کے سب اسی حقیقت کی نشان دہی کر رہے ہیں کہ یہ تمام عطیات اللہ تعالیٰ کے رحمٰن ورحیم ہونے کے بیّن ثبوت ہیں۔ آدمی اپنے آپ کو دیکھے، اپنی اہلیت اور صلاحیت کی حقیقت کو پہچانے، معاشرے میں اپنے مقام و معیار کو دیکھے تو بینا آنکھ اُسے اتنا ہی بتا اور دکھا سکتی ہے کہ جو کچھ بھی اسے حاصل ہے وہ اس کی کسی قابلیت یا استحقاق کی بناء پر نہیں ہے بلکہ یہ بے شمار عطیات اور بے حساب نعمتیں صرف رب العالمین کے رحمان ورحیم ہونے کی وجہ سے اُسے حاصل ہیں۔

۳ - تمام تعریفوں کا مستحق اور سزاوار اللہ تبارک وتعالیٰ اور رب العالمین اور رحمان و رحیم اس دن کا بھی مالک ہے جو روز جزا ہوگا جس دن ہم سب کو اپنے اعمال ناموں کے ساتھ اُس کے حضور پیش ہونا ہے - جب کسی کے ساتھ رتی برابر ناانصافی نہیں ہوگی - ہر شخص اپنے اچھے یا بُرے کاموں کا بدلہ پائے گا - اس لیے کہ یہ وُہی مالک الملک ہے جو ہر قسم کی تعریف کا سزاوار ہے اور جو اس دن سے پہلے بھی انسان کے ہر گوشہ زندگی پر برابر اپنی رحمتوں کی بارش کرتا ہی رہا ہے -

۴ - ۵ - اس اعتراف کے بعد کہ تو تمام عالموں کا پالنے والا اور قائم رکھنے والا ہے، اس اعتراف کے بعد کہ تیری رحمت ہم پر ہر طرف سے اور ہر حال میں محیط اور سایہ فگن ہے اور اس اقرار کے بعد کہ تو ہی یوم حساب کا یکتا و تنہا مالک ہے ہم اس بات کا مزید اقرار کرتے ہیں کہ ہم تیرے اور صرف تیرے ہی آگے جھکتے ہیں - تیرے ہی آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں - یعنی تیری اور صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور اس عبادت میں کسی کو بھی شریک نہیں کرتے ہیں اور اس عبادت کے بعد ہر قسم کی مدد تجھ سے اور صرف تجھی سے مانگتے ہیں اس لیے کہ تو ہی رب العالمین اور رحمان و رحیم بھی ہے - (آدمی جب آدمی سے کوئی مدد مانگتا ہے تو وہ صرف عالم اسباب کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے لیکن درحقیقت وہ ہاتھ پھیلاتا ہے اسی رب العالمین کے ہی آگے - اگر آدمی نے آدمی سے مدد مانگتے وقت اس حقیقت کو دل کی آنکھوں کے سامنے نہ رکھا تو وہ اس اقرار سے قطعی منحرف ہوگیا -)

۶ - ۷ - اس اقرار کے بعد ہم ہادیٔ مطلق سے یہ التجا کرتے ہیں کہ اسے

رحمٰن ورحیم! اے روزِ جزا کے مالک سیدھے اور صحیح راستے پر تُو ہماری رہنمائی فرما اور اُسی راستے پر چلا جس پر چلنے والوں کو تُو نے اپنے انعامات سے نوازا ہے۔ ہمیں وہ راستہ ہرگز نہیں چاہیے جس پر چلنے والوں پر اے رحمٰن و رحیم تو نے عتاب فرمایا نہ ہمیں وہ راستہ چاہیئے جس پر چلنے والے گمراہ ہوئے، بھٹکتے رہے۔

سورۃ الحجر کی آیت ۸۷ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

"ہم نے تم کو سات ایسی آیتیں دے رکھی ہیں جو بار بار دھرائی جانے کے لائق ہیں اور تمہیں قرآن عظیم عطا کیا ہے۔"

مفسرین کی اکثریت نے مذکورہ سات آیات سے مراد سورۃ فاتحہ کی یہی سات آیات لی ہیں۔ امام بخاریؒ نے دو مرفوع روایتیں اس امر کے ثبوت میں پیش کی ہیں کہ خود حضورؐ نے اس سے مراد سورۃ فاتحہ لی ہے۔

اس کے بعد اپنے ان بھائی بہنوں کا ذکر کرنا ہے جو اپنے خالق و معبود اور رحمٰن و رحیم کے آگے سر عبودیت جھکاتے ہی نہیں، جنہیں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا موقع ملتا ہی نہیں۔ ان سے مخلصانہ درخواست یہی ہے کہ اپنی اس نافرمانی سے گریز کریں اور پابندیٔ وقت کے ساتھ فریضہ نماز ادا کرنا شروع کر دیں۔ اس کے بعد ان بھائی بہنوں کا ذکر بھی ضروری ہے جو نماز پڑھتے ہیں اور ان نمازوں میں کم از کم بتیس ۳۲ مرتبہ ہاتھ باندھ کر یہی سب کچھ کہتے ہیں، یہی اعتراف و اقرار کرتے ہیں، توفیق عمل مانگتے ہیں لیکن اس سیدھے راستے پر چلنے کے لیے کسی قسم کا کوئی عملی قدم پھر بھی نہیں اُٹھاتے۔ عملی قدم کیا ہو کس طرح اُٹھایا جائے اسی کی وضاحت کے لیے آیات قرآنی کے ترجموں کو اس مجموعے میں ترتیب دیا گیا ہے۔

ان سات آیات متبرکہ کی تشریح کے بعد ان کے مفہوم کا خلاصہ یہی ہوا کہ ہم نے رب العزت کی حمد و ثناء کی، رحمٰن و رحیم کی رحمت کو تسلیم کیا، آخرت کی جوابدہی کی یاددہانی کے ساتھ اسی رحمٰن و رحیم کو یوم الحساب کا مالک مانا، عبادت میں اُس کا کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا اور نہ اس دنیا میں اور آخرت میں مدد مانگنے کے لئے کسی کو اس کا ہم پلہ بنایا اور بالآخر اُس سے اُس راستے کے دکھانے کی اور اس پر رہنمائی کی درخواست کی جس پر چلنے والے اس کے انعامات کے مستحق ہوئے اور اس راستے سے انحراف کیا جس پر چلنے والے اس کے عتاب کا باعث ہوئے یا ان کا راستہ جو گمراہ ہوئے اور بھٹکتے رہے۔

نماز میں پڑھنے کے علاوہ بھی ہم ان آیات کا ورد کر سکتے ہیں۔ جو بڑی برکت اور رہنمائی اور توفیق عمل کا باعث ہوگا۔ ہم بڑی آسانی سے اُٹھتے بیٹھتے زبان سے یا دل میں ایاک نعبد و ایاک نستعین کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح ہم مالک یوم الدین کہہ کر بغیر کسی دشواری کے اہدنا الصراط المستقیم کہہ سکتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدمی کو جن بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے اُن میں سے ایک تخیل یا تصور بھی ہے۔ یہ تصور اگر بے سروپا نہ ہو تو آدمی میں بڑی قوت اور عزم کا سبب بن جاتا ہے۔ سورۃ فاتحہ کی جن سات آیات کا یہاں ذکر ہوا ہے اُس کی ہر آیت کے مفہوم یا تشریح کا آدمی بآسانی تصور کر سکتا ہے۔ ان آیات کی تلاوت کے وقت اگر متعلقہ تصور ہم آہنگ رہے تو معبود حقیقی کے آگے صدق دل سے جھکنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔

(۲)

یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے ان پرہیزگاروں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے اُن کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (بقرہ-۲-۳)

گذارش اسکول میں جو ابتدائی مضامین پڑھائے جاتے ہیں اور کالج سے ہوتے ہوئے یونیورسٹی کے کمال پر پہنچ کر رک جاتے ہیں وہ سب کے سب انسانی دماغ کی دریافت اور ترقی کا نتیجہ ہیں۔ آدمی اس انتہاء کو پہنچ کر تشنگی محسوس کرنے لگتا ہے۔ تبصرے اور تنقید کا انتشار اس میں جنم لیتا ہے۔ وہ قدیم اور جدید فلسفے کی غلطیاں نکالنے میں، مخالف اور موافق ثبوت فراہم کرنے میں اور اپنی منطق اور استدلال سے صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح ثابت کرتا رہتا ہے۔ اس وقت انسان کی سند یافتہ کتابیں بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں تو ضرور ہوں گی۔ لیکن یہاں جس کتاب کا ذکر ہو رہا ہے وہ اللہ عزّ وجل کی ہے آدمیوں کی نہیں ہے۔ اس کے کسی فرمان میں کسی شک و شبہ کی قطعیؔ کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے پڑھنے سے اور اس پر عمل کرنے سے انتشار ختم ہوگا۔ تشنگی جاتی رہے گی۔ یہ کتاب بلا شبہ رہنمائی اور ہدایت سے لبریز ہے۔ لیکن رہنمائی اور ہدایت سے لبریز انہی کے لیے ہے جو خالق کائنات پر دل سے ایمان لاتے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، اُس کے آگے جھکتے ہیں اور اس کے حکم کے مطابق اُس کی دی ہوئی نعمتوں میں سے اُس کی رضا اور اس کی

خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ جو لوگ اللہ کو صرف زبان سے مانتے ہیں، دل اور عمل کے ذریعے نہیں مانتے، جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے بجائے اس کے احکام کی کھلی بغاوت کرتے ہیں، جو رب العالمین کے آگے جھکنے کے بجائے انسانی اقتدار یا روپے کی طاقت کے آگے سر نیچا کرتے ہیں، اور جو اس کی نعمتوں کو موت آنے تک اپنے سینے سے لگائے رکھنا چاہتے ہیں۔ انہیں اس کتابِ الٰہی سے کبھی کوئی ہدایت نہیں مل سکتی۔

---

(۳)

اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے۔

(النساء - ۱۱۶)

گذارش کون نہیں جانتا کہ شرک سے مراد ذاتِ باری تعالیٰ میں کسی دوسرے کو شریک کرنا ہے اور یہی وہ گناہِ عظیم ہے جسے ناقابلِ معافی فرمایا گیا ہے۔ لیکن لوگوں نے کچھ ایسے طریقے بھی اختیار کر رکھے ہیں جن کو وہ شرک نہیں گنتے دراں حالیکہ وہ صاف صاف شرک ہی ہے۔ مثلاً قبر پرستی۔ کچھ لوگ صاحبانِ مزار سے اپنی مشکل کشائی اور حاجت روائی کی درخواست براہ راست کرتے ہیں۔ بعض لوگ یہ تاویل کرتے ہیں کہ ہم نے ان کو ذریعہ یا "وسیلہ" بنایا ہے۔ پہلی صورت میں یہ کھلا ہوا شرک ہے۔ دوسری صورت میں صاحبانِ مزار کو ذریعہ یا وسیلہ بنانا قرآن اور حدیث کے صریحاً خلاف ہے۔ قرآنِ کریم میں

جہاں "وسیلہ" ڈھونڈنے کا حکم آیا ہے وہ سورۃ مائدہ کی آیت ۳۵ میں موجود ہے۔ تو اس سے مراد اعمالِ صالحہ ہیں نہ کہ صاحبانِ مزار یا اُن سے رجوع کرنا۔

---

(۴)

۱ ۔ آسمان سے زمین تک دنیا کا انتظام وہی کرتا ہے۔

(السجدہ - ۵)

۲ ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔

(البقرہ - ۱۰۷)

۳ ۔ پیروی کرو اس چیز کی جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے تمہارے رب کی طرف سے اور اسے چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔

(اعراف - ۳)

۴ ۔ اور تو اطاعت نہ کر کسی ایسے شخص کی جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنے خواہش نفس کی پیروی اختیار کی ہے اور جس کا کام حد سے گزرا ہوا ہے۔

(الکھف - ۲۸)

۵ ۔ پھر ہم نے زمین میں خلیفہ بنایا تاکہ دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو

وہی ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ پھر جو کفر کرے تو اس کا کفر اسی پر وبال ہے اور کافروں کے حق میں اُن کا کفر اُن کے رب کے ہاں کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا مگر اس کے غضب میں اور کافروں کے لئے اُن کا کفر کوئی چیز نہیں بڑھاتا مگر خسارہ۔

(فاطر - ۳۹)

۶ - ان میں سے کسی گناہ گار اور ناشکرے کی اطاعت نہ کرو۔

(الدهر - ۲۴)

۷ - اور مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورے سے چلتے ہیں۔

(الشوریٰ - ۳۸)

۸ - اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

(النساء - ۵۸)

۹ - وہ کہتے ہیں کہ ہمارا بھی کچھ اختیار ہے؟ کہو اختیار سارا کا سارا اللہ ہی کا ہے۔ *(آلعمران - ۱۵۴)

۱۰ - فیصلے کا اختیار کسی کو نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ (الانعام - ۵۷)

۱۱ - کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے؟ (التین - ۸)

*نوٹ: آئندہ جہاں جہاں بھی دیے "آلعمران" پڑھیں۔

۱۲ - خبردار - اُسی کی خلق ہے اور اُسی کا امر ہے - (اعراف - ۵۴)

گذارش

احکام قرآنی میں سے یہ صرف چند آیات ہیں جو اس امر کی وضاحت فرماتی ہیں کہ پوری کائنات میں حکومت خداوند بزرگ و برتر کی ہے اور دنیا میں بھی انسانوں کے ہاتھوں وہی قائم کی جانی چاہیے۔ نہ اس سے بڑا دنیا وما فیہا میں کوئی ہے اور نہ اُس کے احکام سے اونچا کسی کا حکم ہو سکتا ہے -
پورا اقتدار اور پوری حکومت اللہ عزوجل کی ہی ہونی چاہیے - اور وہ اسی طرح ممکن ہے کہ آدمی رب العالمین کو حاکم اعلیٰ مانے، مملکت کا صدر ہو یا وزیر اعظم ہر حالت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے نازل کردہ احکام پر کاربند ہو یعنی آدمی جو کچھ بھی ہو بحیثیت نائب ہو یا خلیفہ ہو اور رب العزت کے احکام پوری قوم اور پوری دنیا پر نافذ کر دے -

اللہ جل شانہٗ کی حاکمیت قبول کرنے کے معنیٰ یہی ہیں کہ اس کے احکام کو انسانی دماغ کے ساختہ تمام فلسفوں اور تمام نظاموں سے افضل اور اعلیٰ تسلیم کیا جائے اور اسے بلا چون و چرا نافذ کیا جائے - نظام اسلامی یا اسلامی حکومت کا حقیقی تصور اور سنگ بنیاد یہی ہے - اور اسی نظریے پر پاکستان وجود میں آیا تھا - یہ کام ہمارے نوجوانوں کا ہے کہ وہ آیات قرآنی کو سمجھ کر ان پر انفرادی زندگی میں ہدایت حاصل کریں اور پوری اجتماعی زندگی کو اسی کے مطابق ڈھال لیں - انہی مراحل کے بعد اقتدار ان تک پہنچ سکے گا جو "اولی الامر" بننے کے اہل ہوں گے - اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی مقدم ہے - پاکستان کی بقا مضمر ہے - ہم اگر اس کی خوشنودی حاصل کر لیں گے تو دنیا

کی کوئی طاقت پاکستان کو ختم نہیں کر سکتی۔

نوٹ :۔ مذکورہ بالا سات آیات کے ترجمے مولانا ممدوح کی کتاب "خلافت و ملوکیت" سے لیئے گئے ہیں۔

---

(۵)

کہو میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اُسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں۔

(الانعام - ۱۶۳)

گذارش موت و زیست یا "مرنا جینا" جس کے لیے ہو اس کا مفہوم ہم میں سے کون نہیں جانتا؟ محبت کرنے والا جو اپنے محبوب کا بے دام غلام ہوتا ہے اور وہ فوجی جو سر پر کفن باندھ کر میدان جنگ میں قدم رکھتا ہے، دونوں اپنی زندگی اور موت کا ہی سودا کرتے ہیں۔ اسی سودے کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اسے ہم اپنے پیدا کرنے والے کے لیے مخصوص کر دیں۔ دنیوی مقاصد کے لیے نہ رکھیں۔ جن مسلمان بھائیوں اور مسلمان بہنوں کے دل اور روح کی گہرائیوں میں یہ حقیقت اُتر چکی ہے کہ اس کائنات کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے والا وہی ایک رب العالمین ہے جو ہمارا خالق ابدی اور معبودِ حقیقی ہے جس کے آگے ہمیں دین اور

دنیا دونوں کے لئے جھکنا ہے اور قرآن کریم وہ صحیفۂ آسمانی اور راہ نجات ہے جو اُس نے اپنے آخری نبی سرکار دو عالم سرورِ کونین سید المرسلین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام دنیا کے لیے اور ہمارے لیے نازل فرمایا ہے اُن سب کو یہ آیتِ ربانی دن بھر میں کم از کم پچاس مرتبہ تو ضرور ہی پڑھنی اور سمجھنی چاہیے تاکہ ایمان و یقین کی پختگی کے ساتھ استعدادِ عمل میں برابر اضافہ ہوتا رہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اسے لکھ کر گھر میں، دفتر میں، دوکانوں میں، تجارتی اداروں میں اور ہر ایسی جگہ لگا دینا چاہیے جہاں چلتے پھرتے اس پر سب کی نظریں پڑتی رہیں اسی کو رسالوں میں چھپوانا چاہیے، اسی کو روزانہ اخبارات میں آنا چاہیے، اور اسی کو اُن تمام خطوط میں جو ہم سب لکھتے رہتے ہیں ملفوف ہو کر جانا چاہیے۔ مومن مرد اور مومن عورت کی زندگی اور موت دونوں کی دونوں جب اُسی رب العالمین کے لیے وقف ہو جائیں تو پھر سرِ اطاعت جُھکانے والا بھی سب سے پہلے وہی مومن ہوگا۔

---

(۶)

اللہ اور اُس کے ملائکہ نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔ (احزاب-۵۶)

گذارش سبحان اللہ کیا شان ہے اللہ عزّ و جلّ اور خالقِ کائنات کی، جس نے اتنے بڑے اور ممتاز ترین انعام سے اپنے محبوب ترین

بندے اور نبی سید المرسلین، خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا اور یہ فرما دیا کہ یہ وہ نبی ہیں جن کو میں اور میرے ملائکہ درود بھیجتے ہیں۔ لہٰذا اے مومنو۔ تم بھی ان پر سلام و درود بھیجتے رہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جس درود کا یہاں ذکر فرمایا گیا ہے یہ وہ درود نہیں ہے جو ہم سب رحمٰن ورحیم کے حضور سرورِ کائنات کے لیے پیش کرتے ہیں۔ بلکہ اس دُرود سے مُراد وہ سلامتی اور رحمت ہے جو رحیم وکریم اپنے محبوب بندے پر نازل فرماتا ہے اور ملائکہ اسی رحمت کی درخواست یا بارگاہِ الٰہی میں کرتے ہیں یا دونوں جہان کے مالک کے حکم سے حضور سرورِ دو عالم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کرتے رہتے ہیں۔ تمام مخلوقات اور تمام بندے اپنی تمام ضروریات کے لیے رب العالمین کے ہی محتاج ہیں۔ اسی سے ہاتھ پھیلا کر یہ کہتے ہیں کہ تو ہمارے حضورؐ پر برکتیں اور رحمتیں نازل فرما۔ جتنے بھی درود ہیں ان سب کی ابتداء انہی دعائیہ فقروں سے شروع ہوتی ہے کہ " اے اللہ تو ......" بندوں کی محتاجی اور خالق ومعبود کی شانِ بے نیازی اور لائقِ عبادت ہونے میں جو فرق یہاں نظر آرہا ہے وہ بھی بالکل صاف، واضح اور عیاں ہے۔

سورہ بقرہ۔ ۱۵۵، ۱۵۷ کی آیات میں اپنے مومنوں کے صبر ورضا کا ذکر فرماتے ہوئے بھی "صلوٰۃ" فرمایا گیا ہے جس سے سلامتی اور رحمت کی ہی وضاحت ہو رہی ہے۔ جتنے نبیوںؑ کا قرآن کریم میں باری تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کسی کے متعلق یہ کچھ نہیں فرمایا جو یہاں فرما دیا گیا ہے۔

ایک طرف تو رب العرش العظیم نے اپنا اور اپنے ملائکہ کا ذکر فرمایا - پھر ساتھ ہی ایمان لانے والوں کو حکم دے دیا کہ تم بھی درود بھیجتے رہو - کیا درود بھیجتے رہنے کا یہ حکم اور اس حکم کی بجا آوری ہمیں اُس رب العالمین سے قریب نہیں کر دے گی جو ہمیں اس کی واضح ہدایت فرما رہا ہے؟

اسی سلسلے میں حضورؐ کے اپنے ارشادات بھی ہیں :-

۱ - جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے ملائکہ اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ مجھ پر درود بھیجتا رہے۔ (احمدؒ ابن ماجہ)

۲ - جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے - (مسلم)

(اللہ کے اس درود کے معنیٰ پھر برکت و رحمت نازل فرمانے کے ہیں)

۳ - قیامت کے روز میرے ساتھ رہنے کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجے گا - (ترمذی)

۴ - بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پہ درود نہ بھیجے - (ترمذی)

ایسا معلوم ہوتا ہے گویا پہلی دو احادیث نبوی مذکورہ بالا آیات کریمہ میں سے ایک آیت یا پہلے حصے کی دو صورتیں ہیں - ایک صورت کو لیا جائے تو اپنی جگہ انکشاف عظیم ہے - دوسری شکل کو لیا جائے تو وہ وضاحت ہے جو عدیم المثال ہے -

وہ خالق و معبود حقیقی اور رحمٰن و رحیم جو پہلے ہی اپنے بندوں کی بہت سی غلطیوں کو معاف فرماتا رہتا ہے - ایک مرتبہ کے درود پہ ہم پر دس گنا اپنی رحمتیں

نازل فرما دیتا ہے اور ملائکہ تو اس سارے وقت ہمارے لیے بارگاہ ایزدی میں درود بھیجتے رہتے ہیں یعنی ہمارے لئے سلامتی اور رحمت کی درخواستیں کرتے رہتے ہیں۔

ایمان لانے والوں اور ایمان رکھنے والوں کے لیے اس سے بڑا اور اس سے زیادہ کھرا سودا دین و دنیا کے لیے اور کیا ہو سکتا ہے ؛ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں آپ کو اور ہمارے تمام نوجوانوں کو یہ توفیق اور اہلیت اور سعادت عطا فرمائے کہ ہم سب رب العرش العظیم کے دس گنا انعامات کے مستحق ہوتے رہیں اور ملائکہ کے ذریعے بھی اپنے حق میں دعائے رحمت و سلامتی دس گنا انعامات دینے والے کے حضور پہنچواتے رہیں۔ آمین۔

---

(۷)

درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ تھا ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا اُمیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔ (احزاب - ۲۱)

گذارش اس سے بڑی، اس سے برتر اور اس سے اعلیٰ سند بھلا اور کیا ہو سکتی ہے کہ تمام تعریفوں کا سزاوار اور قرآن نازل فرمانے والا اپنے محبوب ترین رسولؐ کے متعلق خود فرما رہا ہے کہ تم سب کے لیے اُنؐ کی زندگی کے ہر شعبے میں اچھا اور عمدہ نہیں بلکہ بہترین نمونہ موجود ہے۔ یعنی تم اپنی پوری زندگی کے ہر ہر شعبے میں اُس کے قول اور فعل کی نقل اور تقلید کرتے رہو۔ یہ حکم اُلٰہی

لوگوں کے لیے ہے جو رب العزت کو کثرت سے یاد کرتے ہوں اور اللہ تبارک تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر دل سے یقین رکھتے ہوں۔ یہ ہمارا آپ کا سب مسلمانوں کا، خصوصیت کے ساتھ نوجوان طلباء کا فرض ہے کہ وہ سرکار دو عالم خاتم النبیین سید المرسلین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک عمل اور تمام ہدایات کو اپنائیں اور اسی پر اپنے معاشرے کی پوری زندگی کو ڈھال لیں۔ دین و دنیا میں سربلندی اور سرخروئی کے لیے ہمیں موجودہ دور میں اس کی بہت سخت ضرورت ہے اور اور یہ بھی سچ ہے کہ ہر مسلمان کے لیے اس کی ضرورت اور اہمیت تاقیامت اسی طرح باقی رہے گی جس طرح آج ہے۔ حضورؐ کی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم سب سیرۃ نبویؐ کا پہلے بغور مطالعہ کریں۔

---

(۸)

مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ (احزاب - ۴۰)

(معنی "خاتم" از روئے لغت = بند کرنے والا، مُہر لگانے والا، تمام کرنے والا)

حضور سردار دو عالم سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات:-

۱ - مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا بلکہ خلفاء ہونگے۔

(بخاری - کتاب المناقب، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل)

۲ - مجھے تمام دنیا کے لیے رسول بنایا گیا اور میرے اوپر انبیاء کا سلسلہ ختم کردیا

گیا - (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

۳ - رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا - میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی - (ترمذی، کتاب الرؤیا، باب ذہاب النبوۃ، مسند احمد مرویات انس بن مالکؓ -)

۴ - .... اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو - (بخاری و مسلم، کتاب الفضائل، باب اسماء النبی - ترمذی، کتاب الآداب باب اسماء النبی - مؤطا - کتاب اسماء النبی - المستدرک للحاکم، کتاب التاریخ باب اسماء النبی)

۵ - اور یہ کہ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں - میرے بعد کوئی نبی نہیں - (ابوداؤد، کتاب الفتن)

۶ - .... مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے -

(بخاری و مسلم، کتاب فضائل الصحابہ)

۷ - .... آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا:

"میں محمدؐ نبی اُمّی ہوں" پھر فرمایا: "اور میرے بعد کوئی نبی نہیں"

(مسند احمد - مرویات عبداللہ بن عمرو بن العاص)

گذارش

ہمارے تمام بھائی بہنوں اور خصوصیت کے ساتھ نوجوان طلباء کو اس حکم قرآنی اور ارشادات نبوی پر پوری توجہ دے کر ایک مرتبہ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد تا قیامت نہ کوئی نبی آنے والا ہے اور نہ رسول اور پھر یہ بھی آنکھیں کھول کر دیکھ لینا اور سمجھ لینا چاہیئے کہ ہمارے ملک میں بھی ایسے لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں جو نہ اس فرمانِ الٰہی کو مانتے ہیں اور نہ اتنی متعدد اور مستند احادیثِ نبوی کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ لوگ ختم نبوت کی حقیقت سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضورؐ کے بعد نبی آسکتا ہے اور آ گیا ہے۔ یہ لوگ مرزا غلام احمد صاحب کو اپنا نبی مانتے ہیں۔ اور ان کے اُمتی یا پیرو قادیانی کہلاتے ہیں۔ یہ قادیانی اپنے خود ساختہ نبی کے بیان کے مطابق اپنے نبی کو "مسیح موعود" بھی مانتے ہیں۔

حضور سرورِ کائنات ؐ نے "مسیح موعود" کی تشریف آوری کا انکشاف کیا ہے اور آن کی علامات اور نشانیوں کی تشریح بھی فرما دی ہے۔ لیکن ان لوگوں کے نبی صاحب مسیح موعود کی آمد کی خبر کے حصے کو تو تسلیم کرتے ہیں مگر اُن تمام علامات اور نشانیوں کو آنے والے مسیح موعود سے متعلق نہیں کرتے بلکہ اپنی ذات سے وابستہ کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں کی اسلام دشمنی کی نقاب کشائی ضمیمہ "ختم نبوت" صفحہ ۱۳۸ ۔ تفہیم القرآن جلد چہارم میں کر دی گئی ہے۔ تفصیل کے لئے اسے ضرور پڑھ لینا چاہیئے۔ لائل پور کا "المنبر" بھی ہم سب کو انہی لوگوں کے حالات اور عقائد سے باخبر کرتا رہتا ہے۔ اس طرح قرآن کریم اور احادیثِ نبوی کی بنیادی تشریح سے یہ لوگ متصادم ہیں اور اسلامی معاشرے کے قیام میں مانع۔

ان لوگوں کی بعض خصوصیات کا ذکر کرنا یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے۔
سب سے پہلی بات یہ کہ یہ لوگ نماز روزے کے پابند بھی ہوتے ہیں اخلاق

اطوار بھی اچھے رکھتے ہیں۔ بھلے کاموں میں بھی پیش پیش نظر آتے ہیں۔ لیکن پاکستان اور ساری دنیا کے مستند علماء کے فیصلے کے مطابق یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ یہ لوگ قرآن کریم کی آیات کے وہ معنی نکالتے ہیں جو خلفاء راشدہ کے دور سے لے کر آج تک کسی نے نہیں نکالے۔ اسی طرح مستند اور صحیح احادیث کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ قرآن مجید کا حکم یہ ہے کہ ہم ظلم و زیادتی کرنے والوں کے ساتھ کسی قسم کا تعاون نہ کریں۔ اب ہمارے، آپ کے لئے یہ مسئلہ فیصلہ طلب ہے کہ یہ لوگ ظلم و زیادتی سے اور کتنے آگے نکلے ہوئے ہیں۔

ناواقف بھائی بہنوں کی معلومات کے لیے یہاں ان لوگوں کے اپنے چند بیانات نقل کیے جاتے ہیں، جن کو پڑھ کر صحیح اندازہ ہو جائے گا کہ قادیانیوں کے نبی کے اور اُن کے مقلدین کے خود اپنے دعوے اور خیالات کیا ہیں۔ وہ غیر احمدی کو کیا سمجھتے ہیں، برطانیہ کے متعلق اُن کے کیا تاثرات ہیں اور اپنی نبوت کے متعلق ان کا دعویٰ کیا ہے۔

۱۔ "غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں۔" (انوار خلافت ص ۹۰)

۲۔ "غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہوا۔ اس لیے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیے۔" (انوار خلافت۔ ص ۹۳)

۳۔ "میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں، نہ شام میں نہ ایران میں نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لیے

دُعا کرتا ہوں" (تبلیغ رسالت مرزا غلام احمد صاحب، جلد ششم، ص ۶۹)

۴ - "اسلام کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سائے میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ حکومت برطانیہ ہے"

(تریاق القلوب، ص ۲)

۵ - "اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد سے انکار کرنا ہے" (ص - ۱۷)

۶ - ہر ایسا شخص جو موسیٰؑ کو مانتا ہے مگر عیسیٰؑ کو نہیں مانتا یا محمدؐ کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے" (کلمۃ الفصل، مصنف صاحبزادہ بشیر احمد صاحب - ص ۱۱۰)

۷ - "جو شخص میرا مخالف ہے وہ عیسائی، یہودی، مشرک اور جہنمی ہے"

(نزول المسیح ص ۴ - تذکرہ ص ۲۲۷)

مولانا مودودی صاحب نے اپنی کتاب "قادیانی مسئلہ" میں کیا خوب لکھا ہے: "وہ بات ہی ایسی لے کر اٹھے ہیں جس کی موجودگی میں ہمارا اور ان کا بیک وقت مسلم و مومن ہونا ممکن نہیں ہے۔ اُن کا نبی اگر سچا ہے تو ہم کافر ہیں - اور جھوٹا ہے تو وہ کافر ہیں" مذکورہ سات عدد اقتباسات بھی کتاب "قادیانی مسئلہ" سے لئے گئے ہیں۔

(۹)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم اللہ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔ (محمدؐ - ۳۳)

اور جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء - ۸۰)

گذارش

اللہ اور اس کے رسولؐ اور آخرت پر زبانی ایمان لانے کے بعد بھی اعمال برباد ہو سکتے تھے۔ اسی لئے اب یہ حکم دیا گیا ہے کہ دنیا اور عقبیٰ میں فلاح اور بہبودی حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسولؐ کے احکام کی اطاعت اور پیروی کریں۔ رب العزت کے فرامین قرآن کریم میں موجود ہیں۔ اور اُس کے رسولؐ کے احکام احادیث میں اور اُسوہ حسنہ میں بکھرے ہوئے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی کے لئے اس سے بڑی سند اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ اسے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہی اطاعت کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

(۱۰)

اے ایمان لانے والو۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اُن لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔

(النساء - ۵۹)

پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو۔ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، اگر تم مومن ہو۔

(انفال - ۱)

گذارش اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بعد ہمیں ان کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے جو ہمارے حکمران ہوں لیکن یہ حکمران وہی ہونے چاہئیں جو خود اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی اطاعت کرتے ہوں۔ اور اگر بدقسمتی سے ایسا نہ کرتے ہوں تو اس قسم کے حکمرانوں کے حکم کو ماننا احکام قرآنی کے صریحًا خلاف ہی ہو گا۔

مومن کی صحیح تعریف اور تشریح یہی بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر آمادہ اور مستعد ہو۔ اسی سلسلے میں اس حقیقت کا انکشاف بھی کیا گیا ہے کہ ہم اگر اللہ سے ڈرتے رہیں گے تو ہمارے اپنے آپس کے تعلقات خود بخود درست ہو جائیں گے۔ یا پھر ہم انہیں درست کر سکیں گے۔

(۱۱)

"نکلو خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔"

(توبہ ۔ ۴۱)

گذارش اللہ کی راہ وہی راہ ہے جو ہادئ برحق نے قرآن مجید کے ذریعے دکھا دی ہے۔ اسی راہ میں ہمیں اپنے مال و متاع اور اپنی جانوں کو کھپانا اور صرف کر دینا ہے۔ اور یہ حکم دیا جا رہا ہے ان سب کو جو آسودہ حال ہوں یا تنگ دست ہوں، فارغ البال ہوں یا ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہوں، یکسو ہوں یا پراگندہ خاطر، معاشرے کے اونچے طبقے سے تعلق رکھتے ہوں، یا درمیانی طبقے سے متعلق ہوں، یا نچلے طبقے کے کہلاتے ہوں۔ جو بھی ہوں اور جس معیار کے بھی ہوں سب کے لیے حکم ایک ہی ہے۔ ہمارے لیے جاننے کے لیے اتنا ہی بہت ہے کہ ہماری موت و زیست کا مالک ہم سے فرما رہا ہے کہ:۔

"یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔"

---

(۱۲)

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں

کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی اور رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی کے ساتھ اور مسافر سے اور ان لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضے میں ہوں اور احسان کا معاملہ رکھو، یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔ اور ایسے لوگوں کو بھی اللہ پسند نہیں کرتا جو کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو کنجوسی کی ہدایت کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے اُنہیں دیا ہے اُسے چھپاتے ہیں۔ اور وہ لوگ بھی اللہ کو ناپسند ہیں جو اپنا مال محض لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور در حقیقت نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ روز آخر پر۔

(النساء ۳۶، ۳۸)

گذارش

اللہ تعالی کی بندگی میں اُس کے جملہ احکام کی پابندی اور اس کی غلامی شامل ہے۔ سب سے زیادہ ضروری بات جو اس کے بعد بطور یاد دہانی فرمائی گئی ہے وہ یہی ہے کہ اس کی وحدانیت میں کسی کو کسی عنوان سے قطعی اور ہرگز شریک نہ ٹھیرایا جائے۔ پھر جو حکم دیا جاتا ہے وہ اتنا ہی ہے کہ والدین عزیزوں، یتیموں، مسکینوں اور دوسروں سب کے ساتھ برتاؤ نیک کرو۔ اور معاملہ احسان کا رکھو۔

جنگ ازل سے چلی آئی ہے۔ اور باطل پرستوں کے فروغ کے ساتھ روز افزوں ہی نظر آتی ہے۔ فتح و شکست بھی جنگ کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ مسلمانوں بلکہ ایمان لانے والوں کو لونڈی غلاموں کے حوالے پر چونکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کے احکام پر مسلمانوں نے اگر عمل کرنا شروع کر دیا اور وہ مومن ہو گئے تو اُن کے حصے میں فتح کے ساتھ یہ دونوں بھی آسکتے ہیں۔ یہ حکم اسی وقت کے لئے دیا گیا ہے۔

کس قدر قابل غور ہے یہ بات کہ اپنی بندگی کے حکم اور شرک کی ممانعت کے بعد جس حسن سلوک کی ہدایت فرمائی گئی ہے وہ معاشرے کے کن کن افراد سے متعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ کو جو لوگ ناپسند ہیں ان کو بھی ایک ایک کر کے یہاں گنوا دیا ہے کنجوس۔ کنجوسی کی ترغیب دینے والے، اس بخل اور کنجوسی کا اطلاق اُن پر بھی ہوتا ہے جو اپنے علم و فن سے اپنے بھائیوں کو فائدہ نہیں پہنچاتے۔ نمائش اور دکھاوے کے لئے خرچ کرنے والے، فخر کرنے والے اور مغرور۔ ہمیں اپنے قریبی اور بعیدی تمام حلقوں پر نگاہ ڈال کر دیکھنا چاہیئے کہ ان میں کون کون ان برائیوں میں مبتلا ہے اُن کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور اس کوشش اور اصلاح کو جاری بھی رکھنا چاہیئے۔

---

(۱۳)

والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے

کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اُف تک نہ کہو۔ نہ اُنہیں جھڑک کر جواب دو۔ بلکہ ان کے ساتھ احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ اُن کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ :۔
"پروردگار۔ ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا"۔

گذارش

والدین کے ساتھ جس قسم کے سلوک کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے اس میں ایسی کوئی شرط نہیں لائی گئی ہے کہ یہ والدین خود کیسے ہوں۔ یعنی یہ نہیں کہا گیا ہے کہ اگر ہمارے والدین خوبصورت، عقلمند، امیر یا تعلیم یافتہ ہوں اُسی حالت میں اُن کو نہ جھڑکنا اور اسی قسم کی خصوصیات رکھنے والے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ بلکہ اس کا صرف اور صریح مطلب یہی ہے کہ ہمارے والدین خواہ کتنے ہی بد دماغ کیوں نہ ہوں، اُن کی باتیں ہمارے لئے کتنی ہی ناگواری کا باعث کیوں نہ ہوتی ہوں اس کے باوجود ہم کو حکم یہی دیا جا رہا ہے کہ ہم اُن کے ساتھ سلوک نیک ہی کریں۔ کبھی تُرش ہو کر اور جھڑک کر جواب اُن کو نہ دیں۔ حتیٰ یہ ہے کہ اُن کے سامنے "اُف" تک نہ کریں۔

اس سلسلے میں ایک بات اور بھی پورے غور کے ساتھ ہماری توجہ کی محتاج ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر ہمارے والدین میں تمام خوبیاں پہلے سے موجود ہوں اور انہوں نے خود ہی اپنی قابلیت اور زعم یا زور کے ساتھ ہم پر اپنا سکہ جما رکھا ہو تو پھر اس حکم الٰہی کی آخر ضرورت ہی کیا تھی؟ چنانچہ اس حکم کے معنیٰ یہی نکالے جا سکتے ہیں

کہ حکیم و خبیر والدین کی کوتاہیوں اور کمزوریوں سے پہلے ہی باخبر تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ ہر قسم اور ہر سطح کے والدین اپنی اولاد کو اپنے سے بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہی رہیں گے۔ اسی لیے یہ حکم صادر فرمایا گیا ہے کہ ہم کو کہاں کہاں دم نہیں مارنا چاہیئے۔

البتہ جس جگہ ان کے حکم کو نہ ماننے کی اجازت ہے اُسے پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ اور وہ یہی ہے کہ:

"لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے (معبود) کو شریک ٹھیرائے جسے تو (میرے شریک کی حیثیت سے) نہیں جانتا تو ان کی اطاعت نہ کرنا" (عنکبوت - ۸)

اس کے بعد جس دعا کی تلقین فرمائی گئی ہے وہ بھی انتہائی غور طلب ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہمارے والدین نے ہمارے بچپنے میں انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ ہمیں پالا تھا؟ اور کیا ہمیں بوڑھا ہونا نہیں ہے؟ اگر اپنے بڑھاپے تک پہنچے تو پھر اپنی اولاد سے کیا توقعات ہم اب رکھتے ہیں؟

اس سے بہتر، اس سے بڑا، اور اس سے زیادہ سیدھا راستہ تسلیم و رضا کا اور کیا ہو سکتا ہے جو والدین کے ذریعے براہ راست تربیت کے بعد پہلے اسی دنیا میں ہمیں راحت اور کامیابی تک پہنچا دے اور دونوں جہان کے پیدا کرنے والے کے حکم کی تعمیل کے بعد اس کی خوشنودی ہمیں حاصل ہو جائے اور ہماری آخرت بھی سنور جائے۔ ہم سب کا فرض ہے کہ اس حکم پر خود بھی پوری طرح عمل کریں اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کو باخبر کر کے ان سے بھی عمل کروائیں۔

(۱۴)

اللہ کی آیات کا کھیل نہ بناؤ۔ بھول نہ جاؤ کہ اللہ نے کس نعمت عظمیٰ سے تمہیں سرفراز کیا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ جو کتاب اور حکمت اس نے تم پر نازل کی ہے اُس کا احترام ملحوظ رکھو۔ اللہ سے ڈرو اور خوب جان لو کہ اللہ کو ہر بات کی خبر ہے۔ (بقرہ - ۲۳۱)

گذارش اسلام کے کھلے اور چھپے ہوئے دشمنوں کا تو ذکر ہی کیا جو قرآن کریم پر نہ صرف متواتر حملے کرتے رہتے ہیں بلکہ بڑی معصومیت اور چابکدستی اور مکاری کے ساتھ اس قسم کے تذکرے اور سوالات مسلمانوں میں پھیلا دیتے ہیں جو اپنی ناواقفیت کی وجہ سے جواب دے نہیں پاتے۔ البتہ گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان دشمنوں کے علاوہ خود مسلمانوں میں بھی ایسے حضرات پائے جاتے ہیں جو قرآن کی آیات کے کسی ایک حصے کو پکڑ کر اپنے مطلب کی بات نکالنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ وہ بھی ہیں جو اسے نعمت عظمیٰ نہیں سمجھتے اور نہ کوئی سبق یا رہنمائی اس سے حاصل کرتے ہیں اور نہ کسی قسم کا احترام ملحوظ رکھتے ہیں۔ اُنہی کو ہوشیار کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا سیکھ لو۔ اور اس کو ہرگز نہ بھولنا کہ تمہاری ایک ایک بات کا اللہ عزّ وجل کو علم ہے "اللہ کی آیات کا کھیل نہ بناؤ" وہ حکم ہے جو کھیل بنانے والوں کو کبھی نہ بھولنا چاہئے۔

(۱۵)

"وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ جو کام بھی تم کرتے ہو اُسے وہ دیکھ رہا ہے۔" (حدید - ۴)

گذارش مسلمان کو مومن بنا دینے کے لئے یہی ایک فرمانِ الٰہی بہت کافی ہے۔ اتنا ہمیں اور یاد کر لینا چاہئے کہ: "وہ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔" (حوالہ نمبر (۵۸))

---

(۱۶)

ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اور اُس کے دل میں اُبھرنے والے وسوسوں تک کو ہم جانتے ہیں۔ ہم اُس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ اُس سے قریب ہیں۔ (قٓ - ۱۶)

گذارش "انسان کو پیدا کیا ہے" فرمانے کے بعد اُس کے اعضاء کی الگ الگ تخلیق اور اُن کے الگ الگ افعال اور اُن کے فوائد کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ بلکہ یہاں صرف اُن وسوسوں کا تذکرہ مقصود ہے جو انسانی دل دماغ سے اُبھرتے یا پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی انسانی مشین کا خالق اس مشین کی ہر قسم کی کارکردگی سے واقف ہے جو اچھی یا بُری ہو۔ چنانچہ وسوسوں سے مراد وہ سارے شکوک اور شبہات ہیں جن کو آدمی شیطانی غلبوں سے مرعوب

ہو کر اپنے دل میں جگہ دینا رہتا ہے ۔ یہ وہی وسوسے ہیں جو آدمی کو وجود باری تعالیٰ یا توحید سے ہٹا کر شرک کی طرف لے جاتے ہیں، قرآن حکیم پر نکتہ چینی کرنے کے لیے اُبھارتے ہیں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی سے بغاوت کی طرف آمادہ کرتے ہیں ۔ آدمی یہ نہ سمجھے کہ ان وسوسوں کو جاننے والا اُس کی اپنی ذات کے علاوہ کوئی نہیں ۔ اللہ تعالیٰ جو علیم و خبیر ہے فرما رہا ہے کہ ہم ان سب کو بھی جانتے ہیں ۔ اس لیے کہ ہم آدمی کی رگِ گردن سے بھی زیادہ اس سے قریب رہا کرتے ہیں ۔ اسی جگہ سے ہمیں یہ سبق اور ہدایت ملتی ہے کہ وسوسوں کے وجود کے احساس کے فوراً بعد ہم شیطانی فریب کاریوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں اور ان کو دل دماغ سے فوراً باہر نکال پھینکیں ۔

ہمارے بھائی بندوں میں اب بھی بہت سارے ایسے ہیں جو آستانوں اور قبروں کی طرف یہ کہتے ہوئے دوڑتے ہیں کہ یہ اللہ کے پیارے بندے ہیں اور ہم ان کے واسطے اور وسیلے سے اپنی حاجت روائی چاہتے ہیں ۔ کتنی بڑی تکذیب اور بغاوت ہوتی ہے اللہ عزّوجل کے اس ارشاد کی کہ ہم تمہاری رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں ۔ آسمان و زمین کو قائم کر کے چلانے والا، انسانوں کو پیدا کرنے والا انسانوں سے خود فرماتے کہ میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ تم سے قریب ہوں اور وہی انسان اس کو نہ پکارے اور اپنی عقل کے مطابق اُن کی طرف رجوع کرے جن کی طرف رجوع کرنے کا حکم اسے کہیں دیا نہیں گیا ہے ۔

(دیکھئے نمبر ۲۸)

(۱۷)

چھوڑ دو اُن لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور جنہیں دنیا کی زندگی فریب میں مبتلا کیے ہوئے ہے۔

(الانعام - ۷۰)

گذارش

دو غلوں اور منافقوں کو چھوڑتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے دو گروہ اور دو ہی فرقوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک وہ جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور اپنے اعمال کو احکام الٰہی کے مطابق ڈھالتے رہتے ہیں۔ اور ایک وہ جو احکام الٰہی سے مُنہ موڑ کر شیطانی راہ اختیار کرتے ہیں اور دنیا کے فریب میں مبتلا ہو کر دین کو کھیل بنا رہے ہیں۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں گے اور دوسروں سے عمل کروانے کی کوشش کریں گے، تو باقی رہ جانے والا فرقہ یا طبقہ وہی ہوگا جو ان احکام کے آگے سر نہیں جھکائے گا۔ یہی ہیں دین کو کھیل تماشا بنانے والے جن کو چھوڑ دینے کا حکم ہمیں دیا جا رہا ہے۔ اُن کو ہمیں چھوڑ ہی دینا چاہیے تاکہ عزیزوں، دوستوں اور جان پہچان والوں میں سے چھٹ چھٹا کر ہمارا حلقہ ایک ہی باقی رہ جائے اور اس حلقے میں دین کی یک رنگی سرتاسر نظر آنے لگے۔ یہی وہ حلقے ہیں جن کا ذکر نمبر ۱۶ میں بھی فرمایا گیا ہے۔

(۱۸)

"جو کوئی نیک عمل کرے گا اپنے ہی لیے کرے گا اور جو برائی کرے گا وہ آپ ہی اس کا خمیازہ بھگتے گا۔" (جاثیہ - ۱۵)

گذارش دین کو کھیل اور تماشا بنانے والے عموی برائی نہیں کرتے وہ تو بہت بڑے گناہ کرنے والے بلکہ بغاوت کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں جن کا ذکر اس سے پہلے آیا ہے۔ اُن کے لیے تو سزا یقیناً بہت بڑی ہوگی۔ یہاں جو کچھ فرمایا جارہا ہے وہ اتنا ہی ہے کہ نیک عمل کرنے والا جو بھی نیکی کرے گا اپنے ہی لئے کریگا اس کا صلہ کسی دوسرے کو نہیں ملے گا۔ اسی طرح بُرائی کرنے والا اپنی سزا کسی دوسرے کو منتقل نہیں کر سکے گا بلکہ اس کا خمیازہ خود اُسی کو بھگتنا ہوگا۔ انفرادی ذمہ داری اور انفرادی جواب دہی کا بنیادی اصول یہی مقرر فرمایا گیا ہے۔

---

(۱۹)

اگر تم کفر کرو اور زمین کے سارے رہنے والے بھی کافر ہو جائیں تو اللہ بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔

(ابراہیم - ۸)

گذارش اس "تم" کو حضرت موسٰی علیہ السلام نے اپنی کفر کرنے والی قوم کیلئے

استعمال کیا تھا۔ اسی حوالے سے رب العزت نے حضورؐ کے زمانے میں اہل کم سے خطاب فرمایا تھا۔ یہی "تم" اسی شدت اور وسعت کے ساتھ ان تمام پاکستانی مسلمانوں پر چسپاں ہو رہا ہے جو اپنے آپ کو مسلمان سمجھنے اور مسلمان کہلوانے کے باوجود اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کے خلاف عمل کر کے کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ بعض بدنصیب تو بڑے فخر کے ساتھ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم کو اور ہمارے کافرانہ خیالات کو اللہ تعالیٰ روکتا کیوں نہیں ؟ یہ جواب اُنہی کے لیے ہے۔

کفر کرنے والوں کو یہاں اتنی چھوٹ کیوں دی گئی ہے اور کتنی مدت کے لیے دی گئی ہے۔ اس کا مکمل جواب قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے متعدد مقامات پر دے دیا ہے۔ انہی میں سے ایک سورۃ نمل کی آیات ۴ اور ۵ ہیں جن میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے آخرت کو نہ ماننے والوں کے لئے اُن کے کرتوتوں یا بداعمالیوں کو ہی خوشنما بنا دیا ہے۔ اسی لیئے وہ بھٹکتے رہتے ہیں۔

کفر والحاد کا موجودہ دور ہی وہ زمانہ ہے جس میں ہمیں، آپ کو اور نوجوان طلباء کو وہ سب کچھ پوری تندہی سے کرنا ہے جو پاکستان کو گمراہی اور عذاب الٰہی سے بچا سکے۔

---

(۲۰)

اے ایمان لانے والو۔ اللہ سے ڈرو اور اس کی جناب میں باریابی کا ذریعہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جدوجہد کرو شاید کہ تمہیں

کامیابی نصیب ہو۔ (مائدہ - ۳۵)

گذارش

بچہ ماں باپ سے یا اُستاد سے ڈرتا ہے تو ان کا کہنا مانتا ہے۔ آدمی اپنے بزرگوں سے یا کسی بزرگ شخصیت سے ڈرتا ہے تو افسران بالا اور صاحب اقتدار حکمرانوں سے ڈر کر رہتا ہے تو ہر صورت میں اسے دیکھنا اور کرنا یہی ہوتا ہے کہ کون سی بات ان کی مرضی کے مطابق کی جائے اور کس ممنوع بات سے بچا اور گریز کیا جائے۔ اللہ سے ڈرنا یہی ہے کہ اس زندۂ جاوید ہستی کی لازوال اور یکتا فرمانروائی کو مانا جائے۔ اور یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ انسانوں کی یہ دنیا اور پوری کائنات اُسی رب العالمین نے قائم کی ہے۔ وہی الحی القیوم اسے چلا بھی رہا ہے۔ اور یہ کہ اُس کے صریح احکام پر چلنے یا نہ چلنے کی جوابدہی اس کے حضور ایک دن ہمیں کرنی ہے۔ وہ دنیا کے حکمرانوں کی طرح نہیں ہے کہ چوری چھپے یا آنکھ بچا کر ان کے احکام کی خلاف ورزی کر لی جائے۔ وہ علیم اور بصیر ہے ہر وقت ہر حال میں سب کچھ جانتا ہے اور دیکھتا رہتا ہے۔

رب العزت کی جناب میں باریابی کا ذریعہ تلاش کرنا اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کی رضا اور خوشنودی ہمیں حاصل ہو جائے۔ یہ رضا اور خوشنودی اُس کے احکام پر چل کر ہی ہمیں حاصل ہو سکتی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی انہی احکام پر چلنے کا بہترین نمونہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ اللہ کے اور بھی بہت سے پیارے بندے ایسے ہیں۔ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی تقلید اور پیروی میں نمایاں اور ممتاز مقام حاصل کیے ہیں۔ یا احکام قرآنی سے براہ راست ہدایت حاصل کی جائے یا حضور سرور کائنات صلی اللہ

علیہ وسلم کی عدیم المثال عملی زندگی سے یا حضورؐ کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کی عملی زندگی سے۔ جو کچھ بھی کیا جائے اصل مقصد اور مدّعا رب العالمین کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہو۔ جو اُس کی بتائی ہوئی راہ میں جدوجہد کرنے سے ہی ملے گی۔ یہ راہ قرآن کریم میں بتا دی گئی ہے اور جدوجہد کے طریقے بھی بتا اور گنوا دئے گئے ہیں۔

اس کی جناب میں باریابی کا ذریعہ تلاش کرنے والے وہی ہو سکتے ہیں جو اُس پر سچے دل سے ایمان لے آئے ہوں۔

جو لوگ اس "وسیلے" کو آستانوں کی طرف منسوب کر کے صاحبانِ قبر سے رجوع ہوتے ہیں وہ غیر اللہ کو ہی پکارتے ہیں۔ اللہ کے سوا کسی کو بھی اپنی حاجت روائی کے لئے پکارنا شرک ہے۔ اور شرک وہ گناہ عظیم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ناقابل معافی قرار دیا ہے۔

علاج کے لیے معالج سے رجوع کرنا، علم حاصل کرنے کے لئے اُستاد کے آگے زانوئے ادب تہ کرنا، ضرورت پر کسی سے قرض مانگنا، تلاش معاش کے لئے لوگوں سے درخواست کرنا عالم اسباب کے وہ ذرائع اور وسیلے ہیں جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ ممنوع قرار نہیں دیتا۔ لیکن ان سب طریقوں پر عمل کرتے ہوئے ایمان یہی رکھنا ہے کہ ان انسانی ہاتھوں کی پشت پر دینے یا نہ دینے والا دراصل رزاق حقیقی اور ہادی برحق ہی ہے۔ انسان نہیں ہیں۔ عالم اسباب ہی ہمارا دارالامتحان ہے۔ اس میں خالق کائنات کے پیدا کیے ہوئے جیتے جاگتے انسان تو حصولِ غرض کے ذریعے اور وسیلے بن سکتے ہیں لیکن وہ نہیں جو اس دنیا سے بُلا لئے گئے ہیں۔

---

(۲۱)

یہ بصیرت کی روشنیاں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو اسے قبول کریں۔ جب قرآن تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو شاید کہ تم پر بھی رحمت ہو جائے۔

(اعراف - ۲۰۴)

گذارش کتنی صاف، ستھری اور سچی بات ہے یہ۔ یعنی پورا قرآن بصیرت کی روشنیوں سے تو بھرا ہی ہوا ہے اور ساری دنیا کے لوگوں کے لئے اتارا گیا ہے۔ لیکن یہ ہدایت اور رحمت بنتا ہے انہی کیلئے جو اسے مان لیں اور قبول کر لیں اور اس کی روشنی میں زندگی کی تاریکیوں کو چھانٹتے رہیں۔ کلام الٰہی کا ایک ایک لفظ انکشاف اور معجزے کا حکم رکھتا ہے۔ اسی لئے احترام کے ساتھ کان دھر کر سننے کی نصیحت فرمائی جا رہی ہے "شاید کہ تم پر بھی رحمت ہو جائے" کا مطلب یہی ہے کہ شاید تم خاموشی اختیار کر لو، شاید تم توجہ سے سننے لگو، شاید سننے کے بعد تم اس پر عمل کرنے لگو، اور اس طرح شاید تم اپنے آپ کو رحمت کا مستحق بنا سکو۔ باری تعالیٰ چاہتا تو ساری دنیا کو ایک ہی جیسا بنا دیتا، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اور اسے دارالامتحان بنایا۔ یہ وہ شاید" خداوندی احتمال یا لاعلمی نہیں ہے۔ بندوں کی زبان میں بندوں کی تنزل کیفیت کا اظہار ہے۔ اس میں ہمارا ہی ذکر ہے۔ اور ہم تو ہماری ہی زبان

میں سمجھانا مقصود ہے ۔ اور یہ طریقہ اور ترغیب ہے ہم کو اُمید و عمل کی راہ پر ڈالنے کی

---

(۲۲)

"ہم نے تم کو سات ایسی آیتیں دے رکھی ہیں جو بار بار دھرائی جانے کے لائق ہیں اور تمہیں قرآن عظیم عطا کیا ہے ۔ تم اس متاع دنیا کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھو جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے اور نہ ان کے حال پر اپنا دل کڑھاؤ ۔ انہیں چھوڑ کر ایمان لانے والوں کی طرف جھکو اور (نہ ماننے والوں سے) کہہ دو کہ میں تو صاف صاف تنبیہ کرنے والا ہوں"

(حجر ۔ ۸۷ ۔ ۸۸)

گذارش مفسرین کی اکثریت نے مذکورہ سات آیات سے مراد سورۃ فاتحہ ہی لی ہے ۔ امام بخاریؒ نے دو مرفوع روایتیں اس امر کے ثبوت میں پیش کی ہیں کہ خود حضورؐ نے اس سے مراد سورۃ فاتحہ لی ہے ۔ سورۃ فاتحہ میں اس کا حوالہ دیا جا چکا ہے ۔ یہاں سورہ حجر کی آیت ۸۸ کو بھی شامل کیا گیا ہے ۔ متاع دنیا کسی اور کو دیئے جانے پر جو کچھ فرمایا جا رہا ہے اُسے اگر ہم ذہن نشین کر لیں تو ہمیں سکون حاصل ہوگا ، اطمینان مل جائے گا ، اور قناعت اور شکر کی نعمتیں ہمارے

حصے میں آجائیں گی۔ اسی کے ساتھ ساتھ ہم ایمان والوں کے ساتھ نظر آنے لگیں گے۔

---

(۲۳)

بلاشبہ یہ (قرآن) ایک فیصلہ کردینے والا کلام ہے۔

(الطارق - ۱۳)

گذارش

یعنی یہ فرمان الٰہی مثبت ہے اور فیصلہ کردینے والا کلام آخر ہے لیکن دنیا میں صرف انہی کے لئے ہے جو اس کے آگے سچے دل سے سرجھکا چکے ہیں۔ اُن کے لیے نہیں ہے جو اپنی عقل، قابلیت، علم اور وسیع وعمیق تجربوں سے گمراہ ہوکر دل میں شکوک اور شبہات کو لیے بیٹھے ہیں یا علی الاعلان ابلیسِ رجیم کی متکبرانہ راہ پر اکڑے ہوئے چلے جارہے ہیں۔

---

(۲۴)

"نصیحت وہی حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے اور جو (بے خوف) بدنصیب ہے وہ اس (نصیحت) سے دُور ہی بھاگتا رہے گا۔"

(الاعلیٰ - ۱۰-۱۲)

گذارش

اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کو حرفِ آخر ماننا، اور آخرت میں جوابدہی

کی ذمہ داری سے ڈرتے رہنا ہی وہ باتیں ہیں جو آدمی کو نصیحت سننے اور ماننے پر آمادہ کرتی ہیں اور جو لوگ احکام الٰہی سے رُوگردانی کرتے ہیں وہ ڈرتے بھی نہیں۔ اور جو ڈرتے نہیں وہ اس نصیحت کے پاس پھٹکتے بھی نہیں۔

---

(۲۵)

"بلاشبہ وہ شخص کامیاب ہُوا جس نے اس (نفس) کو سنوارا اور بے شک وہ نامراد ہُوا جس نے اسے خاک میں ملا دیا۔"

(الشمس - ۹ - ۱۰)

گذارش یعنی خیالات کی طہارت اور پاکیزگی سے نفس سنورے گا، زبان کی نرمی اور راست گوئی سے نفس سدھریگا اور اُن اعمال صالح سے نفس درست ہو جائے گا جن کا حکم باری تعالیٰ نے قرآن کریم میں دیا ہے۔ اور نفس کی یہی تربیت آدمی کو کامیاب بنا دے گی۔ اس کے برعکس جو کچھ بھی آدمی کرے گا ہر طرح کے گھاٹے میں رہے گا اور نتیجے میں نامُراد۔

---

(۲۶)

ان لوگوں کو پلٹنا ہماری طرف ہی ہے۔ پھر ان کا حساب لینا ہمارے ہی ذمہ ہے۔

(الغاشیہ - ۲۵ - ۲۶)

گذارش گویا اللہ تبارک وتعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ ہم نے قرآن مبین نازل فرما دیا اور اس کے احکام اور ہدایات کو تم سب تک پہنچا دینے کا انتظام بھی کر دیا۔ تم سب اس پر عمل کرو گے تو میری رضا اور خوشنودی حاصل کرکے فلاح پاؤ گے۔ ہدایت سے منہ موڑ کر اس کے خلاف عمل کرو گے اور آخرت کی جواب دہی سے بیڈر ہو کر زیادتیوں اور گناہوں کا ارتکاب کرتے رہو گے تو میرے غضب کا نشانہ بن کر عذاب کا مستحق ہو گے کیونکہ تم سب کو بالآخر لوٹ کر ہمارے ہی پاس آنا ہے۔

کیسے ممکن تھا کہ مالک الملک اور فاطر السمٰوات قرآن معجز بیان اُتار کر صحیح راستہ دکھانے کا انتظام نہ فرماتا، امر و نہی سے باخبر نہ فرماتا اور ہم سے ہمارے اعمال کا جواب طلب فرما لیتا۔ چنانچہ ہماری زندگی کے ہر شعبے کی جملہ ہدایات اس نے ہمیں عطا فرمائیں اور انہی ہدایات سے قرآن مجید لبریز ہے۔

لیکن اس ہدایت اور اس عظیم الشان احسان کے بعد بھی ناشکرا بندہ اپنے علم و عقل کے بل بوتے پر سرتو دُھنتا رہتا ہے لیکن انسانی علم نے بغاوت کے جو جراثیم اس کی کھوپڑی میں پیدا کر دیئے ہیں انہیں جھٹک کر راہ نجات کی طرف آتا نہیں۔ یہ کام ہمارا آپ کا اور نوجوان طلبا کا ہونا چاہیے کہ تنگ و تاریک گلی کوچوں کی جس بھول بھلیاں میں یہ گمراہ آدمی بھٹک رہا ہے وہاں سے اس کا ہاتھ پکڑیں اور باہر نکال کر صراطِ مستقیم کی شاہراہ کے کنارے لا کر کھڑا کر دیں اور یہی شاہراہ اسے بتائیں۔ ہمارا آپ کا کام اسی جگہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس شاہراہ پر قدم بڑھانا یا نہ بڑھانا کام اس کا رہ جاتا ہے جس سے حساب لینے کا

کام باری تعالیٰ نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔

۲۷

"اگر ہم نے قرآن کسی پہاڑ پر بھی اتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کے سامنے اس لیے بیان کرتے ہیں کہ وہ (اپنی حالت پر) غور کریں" (حشر - ۲۱)

گذارش جب بھی ہم قرآن کریم کے کسی بھی حکم پر عمل پیرا ہونے میں ذرا سا تامل یا تکلف محسوس کریں اسی وقت دنیا اور دنیا کے اندر پہاڑوں کے پیدا کرنے والے کا یہ فرمان ہمارے سامنے آجانا چاہئے تاکہ ہمارے ازلی دشمن شیطان کے پیدا کردہ تامل اور تذبذب کے پیر وہیں سے اکھڑ جائیں۔ رب العزت کا خوف ہمارے دل میں پیدا ہو جائے اور ہم اسی حکم قرآنی کو آنکھوں سے لگا کر سیدھی راہ پر گامزن ہو جائیں۔

۲۸

اور وہ دوسری ہستیاں جنھیں اللہ کو چھوڑ کر لوگ پکارتے ہیں

وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں۔ مردہ ہیں نہ کہ زندہ اور ان کو کچھ معلوم نہیں کہ کب انہیں (دوبارہ زندہ کر کے) اُٹھایا جائے گا۔ (النحل - ۲۰-۲۱)

گذارش کوئی کسی کو کسی مدد یا ضرورت کے بغیر پکارا نہیں کرتا یہاں انہی لوگوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو زمین اور آسمانوں کے خالق حقیقی کو چھوڑ کر اسی کی فانی مخلوق کو پکارتے ہیں۔ فانی کی تشریح "مردہ ہیں نہ کہ زندہ" فرما کر دی گئی ہے۔ ان میں چھوٹے بڑے سارے مزارات شامل ہو گئے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ خالق کائنات کے ساتھ اپنی اس کھلی ہوئی غداری اور بغاوت پر غور کریں کہ وہ کلام الٰہی کی اتنی بڑی وضاحت کے باوجود مزاروں سے رجوع کرتے ہیں، منتیں مانتے اور نیازیں مانگتے اور چڑھاوے چڑھاتے رہتے ہیں۔

یہ قبر پرست اور مزاروں کے پجاری ایک بڑی ہی دلچسپ بات کہا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہماری مرادیں پوری جو ہوتی رہتی ہیں! (یعنی اگر پوری نہ ہوتیں تو ہم مان لیتے کہ ہمارا یہ طریقہ غلط ہے!) کتنی بڑی کامیابی ہے شیطان رجیم کی اور کتنی المناک شکست ہے ان کی جو اپنے آپ کو اللہ والا کہتے اور کہلواتے ہیں۔ ان مزاروں کے پجاریوں سے یہ پوچھیئے: عیسائی حضرت مریمؑ کی مورتی سے جب کچھ مانگتے ہیں کیا انہیں نہیں ملتا؟ مشرک اپنی کالی دیوی اور لچھمی دیوی سے جب کچھ منت مانتے ہیں کیا ان کی مرادیں پوری نہیں ہوتیں؟ کون سا فرد، مسلمان یا مشرک، ایسا ہے جو اپنے اپنے خداؤں سے نہیں مانگتا اور اسے نہیں ملتا؟ اپنے گمراہ بھائی بہنوں سے پوچھیئے کہ

کہ کیا کئی درجن خدا ہیں جو الگ الگ یہ سب کچھ تقسیم کر رہے ہیں؟ یہی تو ہے وہ شیطانِ لعین کا سب سے بڑا پھندہ جس میں ہماری بہت بڑی اکثریت پھنسی ہوئی ہے۔ ایک بات اور بھی ان کو سمجھائیے۔ ان دھریوں اور ملحدوں کو آخر ساری دولتیں کیسے مل جاتی ہیں، ان کی بہت ساری مرادیں کیسے پوری ہو جاتی ہیں جو کسی سے بھی نہیں مانگتے؟ وہ سب اسی لیے پوری ہو رہی ہیں کہ رزاق اور کارساز حقیقی دنیا کو قائم کئے ہوئے ہے۔ وہی سب کو پالتا اور نوازتا ہے۔ رہی بات گمراہی کی تو اسے اس کی قطعئی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اس دنیا کو آخر آزمائش گاہ بنایا کس لیے ہے؟ اس علم اور حکمت رکھنے والے نے نیک و بد، غلط اور صحیح میں تمیز کرنے والی عقل دے دی اور ساری دنیا کے لیے اپنا ہدایت نامہ قرآن کریم کی شکل میں نازل فرما دیا۔ اس کے بعد جس کا جو جی چاہے کرتا رہے۔ جو اسے پہچانے گا فلاح پائے گا۔ بھٹکے گا تو خود بھگتے گا۔ وہ عرش عظیم کا مالک بے نیاز ہے، غنی ہے اور اپنے تمام صفات و کمالات میں خود محمود ہے۔

---

(۲۹)

اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست ہے، سب کچھ جاننے والا ہے، گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ سخت سزا دینے والا اور بڑا صاحب فضل ہے۔ کوئی معبود اس کے سوا نہیں۔ اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔ اللہ کی

آیات میں جھگڑے نہیں کرتے مگر صرف وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے۔

(مومن - ۴)

گذارش

جس کی طاقت سب سے بڑی اور افضل اور لازوال ہے، جو ازل سے ابد تک ہونے والی ہر بات کا جاننے والا ہے، جو گناہوں کو معاف کر دینے اور توبہ کو قبول فرمانے کے ساتھ ساتھ سخت سزا دینے کا بھی اختیار کُلی رکھتا ہے۔ اور جو بڑا صاحب فضل اور صاحب فیضان بھی ہے یہ وُہی زندۂ جاوید ہستی ہے جو اکیلا، تنہا، اور یکتا معبود ہے جس کے علاوہ اور جس کا ہمسر کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اور اسی مالک یوم الدین کی طرف سب کو پلٹ کر جانا ہے۔ اور اس بابرکت قرآن کا نزدل سعید اُسی کی طرف سے ہُوا ہے۔ اور یہی ہمارا وہ رہنما ہے جو دین و دنیا میں ہر طرح کی کامیابی سے ہمیں ہمکنار کر سکتا ہے۔

کفر کرنے والوں کی پہچان یا تعریف جو رب العزت نے فرمائی ہے نمبر (۱۱۹) میں واضح کر دی گئی ہے۔ انہی کافروں کی یہ ایک اور پہچان یہاں بتائی جا رہی ہے کہ وہ کلام الٰہی کی آیات پر جھگڑتے ہی رہتے ہیں۔ ہمیں اپنے بھائی بہنوں کو کفر کرنے یعنی کافر ہونے سے روکنا چاہیئے۔ (بحوالہ نمبر (۳۴))

---

(۳۰)

"کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے"

(بقرہ - ۲۵۵)

گذارش جو لوگ صاحبانِ مزار کو سفارشی بنا لیتے ہیں یہ تنبیہ اُنہی کے لئے ہے۔ یہ بات کہ کسی محبوب بندے کو اللہ عزوجل سفارش کی اجازت مرحمت فرما دے گا اس محبوب بندے کے متعلق یا ہماری خوش فہمی ہے یا پھر ہماری توقعات ہیں۔ جو کچھ بھی ہے اس آیتِ کریمہ کے بعد ہم کسی کے متعلق یہ کہنے کے مجاز نہیں کہ فلاں کو اجازت ضرور ملے گی۔ اور اگر ملے گی تو یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ جن کے لئے ملے گی ان میں سے ایک مَیں ضرور ہوں گا۔ "اللہ کی آیات میں جھگڑے نہیں کرتے مگر صرف وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے۔" (مومن - ۴)

بار بار پڑھ کر سمجھ لینا چاہیئے۔ اور سفارشی کی غلط تلاش کے بجائے ہمیں رشتہ براہ راست اسی سے قائم کرنا چاہیے جو ہماری رگ گردن سے بھی زیادہ ہم سے قریب رہتا ہے۔ (نمبر ۱۶)

---

(۳۱)

اے ایمان لانے والو۔ اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقے میں نہ پڑو۔

(العمران - ۱۰۱ - ۱۰۲)

گذارش یہی ہے وہ مکمل ترین ہدایت ہمارے معاشرے کے لئے، پوری

اجتماعی زندگی کے لئے۔ اور یہی ہے ہمارے نظام سیاست کا وہ بنیادی خاکہ جس کے مطابق قومی زندگی کی تعمیر کا حکم ہمیں دیا جارہا ہے۔

یہاں یہ ہدایت نہیں کی گئی ہے کہ سب مل کر زبان کے لئے جھگڑو یا صوبے اور علاقے کے لئے گلے پھاڑو، یا وطن پرستی کے لئے اکٹھے اور مستعد ہو جاؤ۔ یہاں صرف اتنا ہی حکم دیا گیا ہے کہ ہم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلیں اور کسی تفرقے میں نہ پڑیں۔ مسلمانوں میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو اس صریح حکم کے بعد یہ پوچھنے لگے کہ اللہ کی رسی کہتے کسے ہیں۔ اگر بدقسمتی سے ایسا کوئی مل جائے تو یہ بتانا ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینے سے مراد ہے اپنی پوری زندگی کو احکام قرآنی کے مطابق ڈھال لینا۔ اور اسی صراطِ مستقیم پہ چلنا جس کی تفصیل قرآن مجید میں موجود ہے اور جس کی مثالیں ہمارے رسول کریمؐ کے اسوۂ حسنہ سے ہمیں مل جاتی ہیں۔

۳۲

"یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے۔ زکوٰۃ دیں گے۔ معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے" (حج - ۴۱)

گذارش | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں کسی کو اس دنیا میں اقتدار دینا چاہوں

تو ان اقتدار پانے والوں میں ان صفات کا ہونا ضروری ہے۔ پہلی بات یہ کہ وہ نماز پڑھنے والے ہوں (اور پڑھوانے والے بھی ہوں) دوسرے یہ کہ زکوٰۃ دیں، (اور دلوائیں)۔ نیکی اور بھلائی کی راہ چلیں (اور چلائیں) بُری باتوں سے روکیں اور دوسروں کو ترغیب دیں کہ وہ بھی ایسا ہی کریں۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اقتدار اُنہی کو دیا جاتا ہے۔ جن میں یہ صفات پہلے سے موجود ہوتی ہیں۔ (پُرانے فرعونوں اور نمرودوں کے مثالیں ہم نے پڑھ لی ہیں۔ بلکہ یعنی موجودہ دور کے جتنے ہیں ان کی جیتی جاگتی زندگی اور اُن کا دین، اور مذہب سے خالی کردار ہمارے سامنے موجود ہے۔ ظلم، ناانصافی، بے ایمانی، تشدد، جارحیت اُسی کردار کے طرہ امتیاز بن سکتے ہیں جو دین اور اخلاق سے خالی ہو۔) بلکہ اقتدار ایک آزمائش ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اقتدار ملنے کے بعد یہ لوگ اُن باتوں پر عمل کرتے ہیں یا نہیں جن کا ذکر یہاں فرمایا گیا ہے۔

۳۳

اے نبیؐ۔ ہم نے سب انسانوں کے لئے یہ کتاب برحق تم پر نازل کر دی ہے۔ اب جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا اپنے لئے کرے گا اور جو بھٹکے گا اس کے بھٹکنے کا وبال اُسی پر ہو گا۔ تم ان کے ذمہ دار نہیں ہو۔ ☜ (الزمر۔ ۴۱)

گذارش رات کے اندھیرے میں روشنی کر دینے کے بعد بھی اگر کوئی تاریکی

کی طرف قدم بڑھائے تو بھٹکنے یا گڑھوں میں گرنے کی ذمہ داری اُسی پر ہوگی جو روشنی سے منہ موڑنے کے بعد تاریکی کی طرف بڑھے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جا رہا ہے کہ اس برحق کتاب کے تم پر نازل کر دینے کے بعد اور اس کی آیات لوگوں تک پہنچا دینے کے بعد بھٹکنے یا نہ بھٹکنے کی کوئی ذمہ داری تم پر باقی نہیں رہتی۔

یہی ذمہ داری سرکار دو عالم سرور کائنات سیّد المرسلین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے ایک ایک فرد پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اس کلام برحق کی ایک ایک آیت کو پوری اُمتِ مسلمہ اور دوسری قوموں کے زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچا دے۔

۳۴

نماز قائم کر، نیکی کا حکم دے، بدی سے منع کر اور جو مصیبت بھی پڑے اس پر صبر کر۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔

(لقمان - ۱۷)

گذارش جس طرح معالج مریض کو علاج اور پرہیز دونوں تجویز کرتا ہے۔ اسی طرح رہبر حقیقی اپنے بندوں کی دنیا اور آخرت کی فلاح و بہبود کے لئے جو نسخہ تجویز فرما رہا ہے اس کی ترتیب اپنی حکمت کے کمال میں انسانی دماغ اور اس کی عادات اور محرکات کا پوری طرح احاطہ کئے ہوئے ہے۔ نہ برائی کو روکنے کی ہدایت نیکی کا حکم دینے سے پہلے کی گئی ہے اور نہ نیکی کا حکم نماز قائم کرنے سے پہلے رکھا گیا ہے۔ نماز قائم کئے بغیر آدمی نیکی کے حکم کا اہل نہیں بنتا۔ اور نیکی پھیلاتے رہنے

سے قبل بدی کو رد کرنے کی جراءت آدمی میں پیدا نہیں ہوتی۔

چنانچہ پہلے نماز کا حکم دیا گیا۔ اس نماز کا جو تابعداری اور فرمانبرداری کا پختہ مظاہرہ اور پوری زندگی کی مستقل تربیت ہے۔ وہ تربیت جو رکوع و سجود کی شکل میں جسمانی بھی ہے اور سورہ فاتحہ کی لازمی شمولیت کی شکل میں روحانی اور ذہنی بھی ہے وہی سورۃ فاتحہ جو حمد و ثناء پر رحمٰن و رحیم اور روز جزا کے مالک ہونے پر اور صراطِ مستقیم پر چلائے جانے کی دعاؤں پر مشتمل ہے۔

مسلمان کو تو باری تعالیٰ نے "بہترین امت" کا ایک فرد قرار دیا ہے۔ لیکن اگر کسی مشرک یا کافر سے بھی پوچھا جائے کہ نیکی کی تعریف کیا ہے اور بدی کس کو کہتے ہیں تو وہ بھی بغیر کسی غور و خوض کے فوراً بتا دے گا کہ انسان کی پوری زندگی میں نیکی اور بدی کے مراحل اور راستے کہاں کہاں آتے ہیں۔ اور اسی طرح ہر شخص یہ بھی بآسانی جانتا ہے اور بتا بھی سکتا ہے کہ ہمارے چوبیس گھنٹوں کے ایک ایک منٹ میں کس طرح نیکی اور بدی قدم قدم پہ درجہ بدرجہ، اور تہ بہ تہ ہر وقت، ہر جگہ موجود رہتی ہیں۔ ان کی راہوں کی ابتداء پہلے سوچ، خیال، تصور اور طے شدہ عقائد اور فیصلوں سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد انہی کے مطابق آدمی اپنی زبان کو حرکت میں لاتا ہے۔ خیالات اچھے ہوں تو زبان انہیں اچھے الفاظ میں ادا کرتی ہے بُرے ہوں تو بُرے الفاظ سے ظاہر کرتی ہے۔ اس اظہار کے ذریعے ارادہ اپنے تمام مراحل کر لیتا ہے۔ اب صرف باقی رہ جاتا ہے عملی میدان۔ اس میں داخل ہوتے ہی اس کا ایک ایک قدم اس کے اچھے یا بُرے اعمال کا ایک ایک حصہ بن کر اس کا اچھا یا بُرا کردار بناتا رہتا ہے۔

نیکی کرنے اور بدی کو روکنے کا حکم دے کر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمان کی زندگی کے پورے لائحہ عمل کی وضاحت فرما دی ہے۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی خبردار کر دیا ہے کہ اس میں دقتیں، دشواریاں اور مشکلات صرف پیش نہیں آئیں گی بلکہ ہمیں وہ مصیبت '' اُٹھانے کے لئے بھی تیار رہنا چاہیے۔ اور یہ بھی واضح فرما دیا ہے کہ اس مصیبت سے بخیر وعافیت گزر جانے کے لیے چیخ پکار سے کام نہ لینا، لڑائی جھگڑا نہ پھیلانا اور نہ کسی قسم کی ہنگامہ آرائی کو آلۂ کار بنانا۔ بلکہ صرف صبر سے کام لینا۔ اس راہ پر چلنے کے لئے اسی خدادا د طاقت کی ضرورت ہے اور کام اسی سے لینا ہے۔

انہی احکام کا ذکر فرمانے کے بعد مزید خبردار کیا جا رہا ہے کہ ہم تمہیں ان باتوں کی تاکید بھی کر رہے ہیں۔ یعنی ایک تو حکم الٰہی اور پھر تاکید ربانی۔ کیا اس کے بعد بھی کسی ناواقفیت، اغماز، سہل انگاری یا فرار کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے؟

کچھ سادہ لوح بھائی بند یہ کہتے سُنے گئے ہیں کہ ہم نے یہ حکم پہلے بھی سن رکھا ہے بہت اچھا ہے لیکن ہمیں مثال دے کر بتائیے کہ ہم کس طریقے سے اس پر عمل کریں ایسے ہی سادہ لوح بھائی بہنوں کے لیے سیدھے سادھے الفاظ میں عمل کرنے کے طریقوں کی تشریح کی جاتی ہے۔

لوگوں کے اچھے پہلوؤں کو اُجاگر کیجیے۔ برائیاں کرنے اور برائیاں پھیلانے والوں کو روکئے۔ نماز پڑھئے اور لوگوں کو ترغیب دیجئے کہ وہ بھی پابندی سے پڑھا کریں۔

ناچ اور گانوں کی محفلوں میں جس بے حیائی کا مظاہرہ ہوتا ہے اُس سے متعلق

بتائے اور سمجھائے کہ قرآن ان کو منع کرتا ہے ۔ پھر یہ بھی بتائے کہ ان میں اس دنیا کے نقصانات کتنے ہیں ۔ زیادہ وقت اسی بات کے سمجھانے پر صرف کر دیجئے کہ یہ سب چیزیں مرد اور عورت دونوں کو خیالی، رومانی اور جذباتی بنا دیتی ہیں اور ہر قسم کی عملی زندگی سے دور ہٹا دیتی ہیں قوت ارادی اور صلاحیت عمل کو گھن کی طرح کھا جاتی ہیں اور آدمی کو بالآخر اسلام سے بے گانہ بنا دیتی ہیں ۔

بے حیائی اور رومان پسندی کو جو چیز سب سے زیادہ بڑھاتی ہے وہ سینما ہے ۔ ٹی ۔ وی ہے اور ریڈیو ہے ۔ یہ تینوں جن خیالات اور تصورات کی پرورش کر کے آہستہ آہستہ جو رجحان اور مجموعۂ فکر و خیال ترتیب دیتے ہیں اس سے صرف وہی کردار ابھرتا ہے جو قطعی طور پر غیر اسلامی ہوتا ہے ۔ ایسے لوگ بہت کافی ملیں گے جو سینما اور ٹی ۔ وی ۔ کا نام سنتے ہی بدک جائیں گے اور کہنا شروع کر دیں گے کہ آپ "رجعت پسند" ہیں ان سب کو ختم کروا دینا چاہتے ہیں ۔ انہیں یہ بتانا ہے کہ یہاں بحث اس کے موجودہ نقصانات سے ہو رہی ہے ۔ صحیح اسلامی حکومت جب ہمارے ملک میں قائم ہو گی تو ان سب چیزوں سے فائدے اٹھائے جائیں گے، جو اس وقت پوری قوم کے تصور میں بھی نہیں ہیں ۔ مثال کے طور پر یہ بتائیے کہ دنیا بھر کی معلومات ان کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے، اسلام کے احکام اپنے لیے اور دوسروں کے لیے ان کے ذریعے نشر کئے جا سکتے ہیں، لوگوں کے عادات کی اصلاح ان سے کی جا سکتی ہے، فنی معلومات کا بہت ہی مفید سلسلہ شروع کیا جا سکتا ہے اور ہر قسم کی فنی اور غیر فنی تربیت ان کے ذریعے دی جا سکتی ہے ۔ فلم اور ٹی ۔ وی کی وہ دنیا جو اس وقت ہمارے ملک میں موجود ہے اور جو کچھ ان کے ذریعے پیش

کیا جاتا ہے وہ یقیناً غیر اسلامی ہے

اسی طرح اخبارات اور رسالے تصویروں اور مضامین کے ذریعے جو بے حیائی اور بے غیرتی پھیلا رہے ہیں اُن کی بُرائیاں واضح کیجئے، شائع کرنے والوں کو اسلام کے احکام سنا کر روکنے کی کوشش کیجئے۔ خود نہ خریدئیے اور دوسروں کو ان کے خریدنے سے باز رہنے کی کوشش کیجئے۔ غصے کو قابو میں رکھیئے۔ بے کار بحث مباحثے سے گریز کیجئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ، اُس کے رسول عظیمؐ اور قرآن کریم کو اپنا رہنما ماننے والوں کو اپنے اپنے حلقوں میں ایک جگہ جمع کیجئے۔ ان کے درمیان یہ طے کیجئے کہ معاشرے میں جتنے بھی مسلمان ہیں ان کی زندگی کے کتنے معاشی شعبے ہیں۔ مثلاً ملازمت دوکانداری، محنت مزدوری وغیرہ۔ ان حلقوں کی معرفت ہر مسلمان بھائی کو فرداً فرداً یہ بتائیے کہ ہر چیز میں دیانت اور ایمانداری سے کام لیں۔ اپنے بھائیوں کو رشوت لینے اور رشوت دینے سے روکیں۔ وقت کا صحیح اور پورا مصرف کریں۔ خریداروں کو اُن کی لاعلمی میں خراب چیزیں حوالے نہ کریں، قیمت زیادہ نہ لیں، ایک دوسرے پر نام دھرنا چھوڑ دیں، برائیاں نہ کریں۔ ایک دوسرے کے حالات کی ٹوہ لگانے کے بجائے ان کے حالات کو درست کرنے اور بہتر بنانے کی کوشش کریں بیماروں کی عیادت کریں۔ بدحال لوگوں کی معاشی حالت کو بحال کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ غریبوں کی پیسے سے اور عملی طور پر ہر طرح مدد کریں۔ یہ تمام کوششیں اسی وقت کامیاب ہو سکتی ہیں جب نصیحت کرنے والے کے سامنے صرف ایک ہی چیز ہو اور وہ یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کر رہا ہوں۔ اسی لئے اللہ تبارک تعالیٰ کے

حکم کو جو لوگ پورا کرتے ہیں اُن میں "انا" یا "میں" جیسی کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔

نیکی پھیلانے اور بدی کو روکنے کے طریقے کار پر پہلے ذاتی اور انفرادی طور پر عمل کرنا چاہیے۔ اس ذاتی اور انفرادی عمل کے بعد اپنے بھائی بندوں میں سے ہی کوئی فرد ایسا پیدا ہو جائے گا جو اس طریقہ کار کو لبیک کہے گا، کچھ نہ کچھ عملی حصہ لینے کا ثبوت دے گا یعنی کسی حد تک ہم خیال ہو گا۔ بعض مسلمہ اصول اور تجربہ یہ بتاتا ہے کہ اسی دوسرے فرد پر زیادہ سے زیادہ وقت خرچ کر دیا جائے تاکہ وہ پوری طرح ہم خیال اور ہم آہنگ ہو جائے۔ ہر ایسے شخص سے آخری فرمائش آخری ہدایت، اور آخری درخواست یہی ہونی چاہیے کہ اب آپ کسی تیسرے کو اپنا ہم خیال بنائیں اور یہ تاثر اور یہ تحریک عمل تیسرے سے چوتھے اور چوتھے سے پانچویں تک اور یکے بعد دیگرے برابر اور تواتر کے ساتھ منتقل ہوتی ہی رہے۔

---

(۳۵)

"نیکی کا بدلہ نیکی کے سواء اور کیا ہو سکتا ہے؟"

(رحمٰن۔ ۶۰)

گذارش آدمی کو نیکی کرنے کے بعد ایک طمانیت خاطر ملتی ہے، ایک سکونِ قلبی حاصل ہوتا ہے اور ایک روحانی غذا میسر آجاتی ہے۔ یہ قلبی و روحانی غذائیں یا نعمتیں اپنی جگہ خود ایک انعام ہے جو فوری طور پر مل جاتا ہے۔ اگر اس انعام کا کوئی نام ہی رکھنا چاہیں تو وہ بھی "نیکی" ہی ہو گا۔ نیکی کہیں یا انعام نیکی کا بدلہ

بدلہ نیکی کے سوا، اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن یہ انعام یا نعمتیں بھی آدمی کو اسی وقت حاصل ہو سکیں گی جب نیکی، وہ نیکی کا حکم دینے والے کی رضا اور خوشنودی کی خاطر کریگا۔

اس فوری انعام کے علاوہ بھی آدمی کو دنیا اور آخرت میں نیکی کا بدلہ ضرور ملے گا بشرطیکہ وہ یہاں اپنا حق جتانے اور منوانے کی کوشش نہ کرے، بدلے کا انتظار نہ کرے اور اس کے بجائے اس کے دل کی آنکھوں کے آگے ایک ہی چیز رہتی ہو یعنی رحمٰن ورحیم کی فرمانبرداری اور اُس کی رضا اور خوشنودی۔

۳۶

اور اے نبیؐ۔ نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔ تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا۔ یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر اُن لوگوں کو جو بڑے نصیبے والے ہیں۔

(سجدہ - ۳۴ - ۳۵)

گذارش نیکی اور بدی کے یکساں نہ ہونے کی جس حقیقت کا انکشاف فرمایا گیا ہے وہ انسانی زندگی کے ہر ہر شعبے پر پوری دُرستی اور صحت کے

ساتھ جاری ہے۔ سنِ شعور حاصل کرنے کے بعد سے آخری سانس تک آدمی کی زندگی میں کوئی بھی مرحلہ ایسا نہیں آتا جہاں وہ اپنے خیال میں نیکی کو راہ نہ دے سکے اور اس کے بعد اس کا اظہار اپنے عمل سے نہ کر سکے۔ بُرا چاہنے کے مقابلے میں نیک خواہش رکھنا، بُرے سلوک کے بجائے ہمدردی سے پیش آنا، بدمعاملگی کی جگہ نیک نیتی کے ساتھ خوش معاملہ رہنا، بدی کی ہر روش کو خوبی کے ساتھ روک کر اس کی جگہ نیکوکاری قائم کرنا اور کروانا سب کی سب اسی راہ کی کڑیاں ہیں جن کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔

لوگوں کے طعن تشنیع کو طرح دے کر اُن کے اوصاف کو اُجاگر کرنا، بُروں کے ساتھ حسنِ سلوک روا رکھنا، دکھ درد میں ان کا ہاتھ بٹانا، تمام برائیوں اور کمزوریوں کو دُور کرنے میں پیش پیش رہنا بدی کو نیکی کے ساتھ دفع کرنا نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ ظاہر ہے بدی کے ساتھ پیش آنے والے دوست نہیں ہوا کرتے۔ یہاں انہی لوگوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو ہمارے ساتھ مخالفت یا عداوت رکھتے ہوں۔ اور مذکورہ طرزِ عمل کی ہدایت کے بعد انہی کے متعلق بشارت دی جا رہی ہے کہ یہی لوگ ہماری نیکیوں کے انعام میں ہمارے جگری دوست بن جائیں گے۔ یعنی ہم اگر اپنے طرزِ عمل کو قرآنِ حکیم کی ہدایت کے مطابق بدل لیں گے تو ہم سے عداوت رکھنے والے خود بخود ہمارے ہم خیال اور جگری دوست بنتے چلے جائیں گے۔

ہمارے بھائیوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو استدلال کے صحیح طریقے سے ناواقف ہونے کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ روزمرّہ کی عام باتوں کو غلط رنگ دے کر کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں۔ بلکہ وہ احکامِ قرآنی کو بھی غلط معنیٰ پہنانے میں تامل نہیں

کرتے۔ مثلاً اسی بات کو کہ بدی کو نیکی سے دفع کیا جائے وہ یہاں تک کھینچ کر لے جاتے ہیں کہ نقب لگانے والے چور سے مزاحمت نہ کی جائے یا کافر و مشرک قوم کے حملوں کا جواب نیکی سے دیا جائے۔ چور کو سزا دینے اور یلغار کرنے والی قوم کو دندان شکن جواب دینے میں اگر کوئی کوتاہی برتی گئی تو اس کا مطلب اپنے دین سے بالکل ناواقفیت ہی ہوگی۔ اسلام چونکہ سلامتی اور امن پسندی اور نیکیوں کے مجموعے کا ہی نام ہے اس لیے چور کو سزا دینے اور ملک گیر قوم کو پسپا کر دینے کے بعد مسلمانوں کے لیے نیکی کرنے کے راستے ہمیشہ کھلے ہی رہتے ہیں۔

نمبر (۳۴) میں جس بدی کو روکنے کا حکم دیا گیا ہے اس میں معاشرے کی وہ تمام برائیاں شامل ہیں جو گانوں اور ناچ رنگ سے شروع ہوتی ہیں اور اخبارات اور رسالوں کے گمراہ کن مضامین اور افسانوں اور فحش ترین اشتہارات اور تصاویر پر ختم ہوتی ہیں۔ وہ حکم ان سب کو روکنے سے متعلق ہے۔ یہاں اس بدی کے متعلق ہدایت فرمائی گئی ہے جس کا رُخ ایک فرد یا چند افراد کی طرف ہو۔ پوری "سوسائٹی" چونکہ افراد کے مجموعے سے ہی ترکیب پاتی ہے اس لیے یہ حکم پورے معاشرے کے لیے بھی اسی طرح نافذ العمل ہے جس طرح معاشرے کے ایک فرد کے لیے۔

اس طرزِ عمل کے حامل بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں اور خوش نصیبی اُن کی یہ ہوتی ہے کہ وہ صبر کرنا جانتے ہیں۔ وہ صبر جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے احکام پر پورے استقلال کے ساتھ چلنے کے بعد میسر آتا ہے۔

---

(۳۷)

تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیزیں (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو۔ (آل عمران - ۹۲)

گذارش

سب سے پہلے سرِ اطاعت جھکانے والوں کے لیے تو زندگی اور موت دونوں کی دونوں اللہ عزوجل کے لیے ہوتی ہیں (نمبر ۵)

لیکن اس مقام تک پہنچ جانے سے پہلے جو درجے آتے ہیں جہاں مسلمان سے مومن بننے کی خواہش رکھنے والا کچھ اٹکتا ہے اور کہیں کہیں تامل اور تساہل سے کام لے جاتا ہے یہاں انہی کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ یعنی اللہ کی راہ پہ چلتے ہوئے ایسے موقعے پیش آجاتے ہیں جہاں آدمی کو اپنا روپیہ پیسہ خرچ کرنا ہوتا ہے، یا عزیز وقت صرف کرنا پڑتا ہے یا زبان وقلم کو حرکت میں لانے کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ آدمی خرچ و ایثار کے انہی مقامات پہ کچھ کچا اور مذبذب ہو جاتا ہے کہ اتنا خرچ کروں یا نہ کروں، آرام کو بالائے طاق رکھ کر ہاتھ پاؤں ہلاؤں اور اپنا قیمتی وقت صرف کروں یا یوں ہی پڑا رہوں، اللہ سے ڈرتے ہوئے اللہ کی راہ میں حق اور سچی بات کہوں یا لکھوں یا طرح دے کر خاموشی اختیار کر جاؤں۔ اسی تامل اور تذبذب اور کشمکش و پیچ کی حالت کو غلط اور برا بتا کر یہ فرمایا جا رہا ہے کہ جب تک ان چیزوں کو ہماری راہ میں صرف نہیں کرو گے جو تم نے اپنے سینے سے لگا رکھی ہیں۔ اس وقت تک تم نیکی سے ہمکنار نہیں ہو سکو گے۔ یہی بات ہمیں آپ کو انہیں بتا دیتی اور سمجھا دیتی ہے جواب تک اسے سمجھ نہیں سکے ہیں۔

(۳۸)

تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔

(العمران - ۱۰۴)

گذارش کتنی صاف اور واضح ہدایت ہے اس بات کے لیے کہ ہم کو ایک گروہ یا جماعت ایسی بنانی ہی چاہیے جو اپنے بھائیوں کو نیکی کی طرف بلاتی رہے، بھلائی کرنے کا حکم دیتی رہے اور اسی مثبت حکم کے ساتھ برائیوں سے روکتی رہے یعنی ان کی نفی کرتی رہے۔ انہی لوگوں کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ جو لوگ بھی یہ خدمت انجام دیں گے فلاح پانے والے وہی ہونگے۔

گروہ یا جماعت ایسی حالت میں بنانی چاہیے جب ہمارے درمیان کوئی گروہ یا جماعت پہلے سے موجود نہ ہو۔ لیکن خوش قسمتی سے ہمارے ملک میں ایک ایسی جماعت موجود ہے جو بیک وقت سیاست اسلامی اور تبلیغ اسلامی کی حامل ہے۔ جس نے حکومتوں سے مرعوب ہو کر سیاست کو دین سے الگ نہیں کیا ہے جو دنیوی مصلحتوں کے بجائے احکام قرآنی کے آگے ہی جھکتی رہی ہے اور جس نے نظام اسلامی کے قیام کی خاطر ملک کی تمام سیاسی پارٹیوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ قربانیاں دی ہیں، جو ساری جد و جہد آخرت کی کھیتی کاٹنے کے لیے کر رہی ہے اور جو مذکورہ آیات قرآنی پر پوری اتر رہی ہے۔ اب یہ ہمارا اور

آپ کا کام ہے کہ اس کی تبلیغی جدوجہد کو سمجھیں، اس کی تنظیمی قابلیت کو سراہیں، اس کی کارکردگی کی قدر کریں اور جس طرح بھی ممکن ہو نظام اسلامی کے قائم کرنے میں اس کا ساتھ دیں اور اُس کی طاقت میں اضافہ کریں۔ ایسی جماعت یا پارٹی کے خلوص نیت اور دینی خدمات کو انتخابات میں ناکامی کی روشنی میں جانچنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ یہ پیمانہ بہت ہی سطحی لوگوں کا ہے۔ انتخابات میں ناکامی دراصل جماعت کی ناکامی نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی ناکامی ہے جو اپنے مسلمان ہونے کا عملی ثبوت نہیں دے سکے۔ بحمداللہ غلط ووٹ دینے والے یہ تمام حضرات اپنی پچھلی غلطی کا بہت بڑی حد تک اعتراف کر چکے ہیں اور اب حق و صداقت کی راہ پر چلتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ اسی قسم کی جماعت کے لیے فرمایا گیا ہے: "وہ اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو۔ اللہ کی پارٹی والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔"

(المجادلہ - ۲۲)

---

(۳۹)

بہرحال تمہارا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔ (رعد - ۴۰)

گذارش محفلوں اور مجلسوں میں عزیزوں اور دوستوں سے سننے میں یہی آتا ہے کہ بھئی ہم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پہنچانے کے

لیے تو تیار ہیں۔ مگر وہاں کوئی سننے اور ماننے والا ہی نہیں ہے۔ پھر کہیں کس سے؟ کسی پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔

حق کا پیغام پہنچانے سے جو گھبراتے اور کتراتے ہیں اور یہ عذر پیش کیا کرتے ہیں کہ کوئی ماننے والا اور اثر قبول کرنے والا ہی نہیں ہے یہ اُنہی کے اطمینان خاطر کے لیے اور راہ فرار اختیار کرنے کے خلاف فرمایا جارہا ہے کہ تم اُن پر اثر ہونے یا نہ ہونے کے غم میں مبتلا نہ ہوجانا۔ اسی لیے یہاں "بہر حال" فرمایا جارہا ہے اور یہ کہ تم ہمارا "صرف پیغام" پہنچا دو۔ باقی رہا ان سے حساب لینا۔ وہ کام تمہارا نہیں، ہمارا ہے۔ کیا اس انکشافِ احوال کے بعد بھی ہمیں آپ کو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا چاہیے؟

---

(۴۰)

"اے نبیؐ۔ جو باتیں یہ لوگ بنا رہے ہیں اُنہیں ہم خوب جانتے ہیں اور تمہارا کام ان سے جبراً منوانا نہیں ہے۔ بس تم اس قرآن کے ذریعے سے ہر اُس شخص کو نصیحت کر دو جو میری تنبیہ سے ڈرے۔" (قٓ - ۴۵)

گذارش ہمیں اور آپ کو بھی اپنے بھائی بہنوں سے جبراً منوانا نہیں ہے ہمیں بھی ان قرآنی احکام کو اُن تک پہنچا دینا ہے جو رب العزت کو جو

اپنا خالق اور حیّ وقیوم مانتے ہیں، اور اس کی تنبیہ سے ڈرتے ہیں۔

---

(۴۱)

جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل وخوار کر دیے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے کے لوگ ذلیل وخوار کیے جا چکے ہیں۔ (مجادلہ۔ ۵)

گذارش جن لوگوں کے کانوں تک ایک بار وہ احکام اور ہدایات پہنچ چکی ہیں جو خالق کائنات اور ہادیٔ برحق نے قرآن کریم کے ذریعے نازل فرمائے اور جو سرکارِ دو عالم سرورِ کائنات سیّد المرسلین اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں ملتی ہیں اور جو اس کے باوجود اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول کریمؐ کی مخالفت کرتے ہیں وہ بہر حال اور بہر صورت ذلیل وخوار کر دیے جائیں گے۔ ہمیں آپ کو اور نوجوان طلباء کو اُن تک یہ فرمان ایک بار اور پہنچا دینا چاہیے اور یہ بھی عرض کر دینا چاہیے کہ اُن کا حال بھی ضرور پڑھ لیں یا معلوم کر لیں جو ذلیل وخوار کیے جا چکے ہیں۔

۴۲

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔ (احزاب ۔ ۴۱ ۔ ۴۲)

گذارش

اگر ہم نے اُسے یہ کہہ کر یاد کیا کہ تو ہی عظمت اور کبریائی والا ہے، تو اکیلا ہے، تیرا کوئی کسی اعتبار سے شریک نہیں ہے، تو ازل سے ہے ابد تک رہے گا، تو ہی اوّل ہے تو ہی آخر ہے تو گویا ہم نے اُسے یاد کر لیا۔ اور اگر ہم اُسے یہ کہہ کر یاد کریں کہ تو رحمٰن و رحیم ہے، تو ہی روز جزا کا مالک ہے تو بھی ہم نے یاد کر لیا۔ اور اگر ہم اس طرح یاد کریں کہ تو انبیاء علیہم السلام کو بھیجنے والا ہے اور حضور سرورِ کائنات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے آخری نبیؐ اور بندے تھے اور انہی پر تو نے قرآن کریم نازل فرما کر بنی نوع انسان کے لیے واضح ترین ہدایات عطا فرمائیں، تو بھی ہم نے اسے یاد کر لیا۔ ان حقائق کو یاد کرنے کے علاوہ اگر ہم اس کی کسی شانِ ربوبیت کو بھی یاد کرتے رہیں تو بھی ہم نے اسے یاد کر لیا۔ مثلاً یہ کہیں کہ تو ہی موت و زیست دینے پر قادر ہے، تو ہی مُسبّب الاسباب ہے، رزاقِ حقیقی ہے، گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے تو بھی ہم نے اُسے یاد کر لیا۔ ہم اس کی وحدت اور یکتائی کا اقرار کریں یا اس کی حمد و ثناء کریں جو بھی کریں اگر دل سے کرتے ہیں تو اُس کا شمار یاد کرنے اور تسبیح کرنے میں ہو سکتا ہے۔ اس زندۂ جاوید ہستی نے جو سمیع و بصیر بھی ہے اور علیم و خبیر بھی۔ یعنی جو ہمارے تمام اچھے بُرے اعمال اور کوتاہیوں سے بخوبی واقف ہے کثرت سے یاد کرنے اور

صبح و شام تسبیح کرنے کے لیے دو ڈھائی گھڑی یا گھنٹہ دو گھنٹے جیسی کوئی پابندی یا قید عائد نہیں فرمائی - البتہ ہم میں سے ہر شخص اپنے روزانہ کے معمول کو دیکھتے ہوئے ایمانداری سے خود تصفیہ کرسکتا ہے کہ اس کے ضروری مشاغل کو سامنے رکھتے ہوئے "کثرت" کے لیے کتنے وقت کی ضرورت ہونی چاہیے -

اگر ہمارے شعور اور تحت الشعور دونوں پر بیک وقت یہ حقیقت منکشف ہوجائے کہ وہ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور ہمارے خیال کو، ہماری زبان کو اور ہمارے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے تو یوں سمجھنا چاہیے کہ ہمارے کثرت سے یاد کرنے اور اس کی تسبیح و تقدیس کرنے میں ہم نے خلوص نیت سے کام لیا تھا اور ہم اس کے حکم کو کسی حد تک پورا کر رہے ہیں -

---

(۴۳)

(اے نبیؐ) اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے پر جو بہترین ہو - (النحل - ۱۲۵)

گذارش رب کا راستہ وہی ہے جو رب العزت نے خود قرآن مجید میں اپنے احکام کے ذریعے دکھا دیا ہے - ان احکام کو اپنے بھائی بندوں پر واضح کرنا ہی اس کے راستے کی دعوت دینا ہے - لیکن اس دعوت دینے میں ہمیں دو باتوں کا پابند کیا گیا ہے - ایک

حکمت کا اور دوسرے عمدہ نصیحت کا۔

حکمت کی مختصر تعریف عقل مندی سے کی جاتی ہے۔ لیکن عقلمندی میں بہت کچھ آجاتا ہے۔ مثلاً دور اندیشی۔ اسی ایک دور اندیشی پر غور کیا جائے تو اس میں موقع شناسی سب سے پہلے آجاتی ہے۔ اسی طرح عمدہ نصیحت کی سب سے بڑی خوبی یہی ہونی چاہیے کہ وہ سننے والے کے لیے ناگوارِ خاطر ثابت نہ ہو مباحثے کے لیے بھی جو خصوصیت بیان فرمائی گئی ہے وہ اتنی ہی ہے کہ اس کا طریقہ بہترین ہو۔

ہم ان احکامِ الٰہی کو اسی وقت صحیح طور پر بجا لا سکتے ہیں جب ہم اُن تمام اخلاقی کمزوریوں اور بیماریوں کی نفی کر دیں جو ان کے پورا کرنے میں آڑے آتی ہیں۔ مثلاً ہماری دعوت کے الفاظ میں انانیت نہ ہو، درخواست ہو، ہمارے لہجے میں حکم نہ پایا جاتا ہو، نرمی ٹپکتی ہو، کسی قسم کی عصبیت نہ ہو بلکہ برادرانہ محبت کا پہلو نکلتا ہو۔ یہ نہ جتایا اور جتایا جائے کہ سننے والا ناواقف یا جاہل یا کوتاہ نظر ہے ہے۔ بلکہ نصیحت میں پہلو ہمدردی، خلوص اور محبت کے ساتھ باخبر کر دینے کا نکلے اور کسی حالت میں بھی سننے والے کی "انا" کو للکارا نہ جائے۔ ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جو اپنی ناواقفیت یا لاعلمی کا اقرار چار آدمیوں کے سامنے کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ اس لیے نصیحت بھی ایسے ہی موقعے پر کرنی چاہیے جب سننے والا محفل میں ہونے کے بجائے تنہا ہو۔ جب کسی ذہنی فکر میں مبتلاء ہونے کے بجائے یکسو نظر آتا ہو۔

جس طرح نصیحت کرتے وقت آدمی کی "انا" اسے عمدہ نصیحت کرنے کے

قابل نہیں رکھتی اس سے بہت زیادہ اِس " انا " کو لگام دینے کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب وہ کسی سے مباحثہ کر رہا ہو۔ مباحثہ کرنے والے کو یہ ' انا ' نہ صرف اصل نقطے سے ہٹادیتی ہے بلکہ اکثر و بیشتر اس کے سامنے " ہار اور جیت " کا مسئلہ بن کر آجاتی ہے۔ سوال افہام و تفہیم کا نہیں رہتا بلکہ بات اتنی ہی رہ جاتی ہے کہ مقابل کو ہرایا کیسے جائے۔ نصیحت کرنے میں جتنی باتوں کی نفی کرنا چاہیے ان میں سب سے زیادہ جس پر قابو پالینے کی ضرورت ہے وہ " انا " (یعنی " میں ") ہی ہے۔ ان احکام سے مدعا اکثر کو بالکل ختم کر دینا ہے اور بعض کو قابو میں رکھنا ہے۔ اس ذرہ بکتر کے ساتھ آراستہ ہونے کے بعد حکمت کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے، عمدہ نصیحت کی تشریح ہو جاتی ہے اور مباحثہ کرنے کا بہترین طریقہ ہماری سمجھ میں آجاتا ہے۔ اس کے بعد جو کچھ رہ جاتا ہے وہ ہے اس پر عمل کرنا اور دوسروں سے عمل کروانا۔

اِسی قسم کی حکمت برتنے والے کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ: " اور جس شخص کو حکمت دے دی گئی اس کو بہت کچھ بھلائی دے دی گئی۔

(بقرہ - ۳۷)

(۴۴)

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں اُن کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اُس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سَو دانے ہوں۔ اس طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے افزونی عطا فرماتا ہے۔ وہ فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی۔ (بقرہ - ۲۶۱)

گذارش سبحان اللہ کتنا نافع بخش سودا ہے یہ، اور کتنا بڑا رزاق اور فیاض اور محاسبہ کرنے والا اور حساب لینے والا ہے وہ جو اس کے خرچ کے فوائد اور حساب ہمیں بتا رہا ہے۔ ہمیں حساب سمجھانے والا وہی رب السموات والارض یعنی خالق کائنات ہے۔ یعنی موت و زیست کا مالک، بادشاہی اور گدائی تقسیم فرمانے والا۔

حسابی رُخ سے دیکھا جائے تو اللہ کی راہ میں صدق دل سے دس روپے اگر خرچ کیے جائیں تو قسّام ازل اور خیر الرازقین کی طرف سے اس کا اجر بقدر سات ہزار روپے کے ہوجائے گا۔ صدق دل سے اللہ کی راہ میں روپیہ خرچ کرنے والا کا نفع تو حسابی اعتبار سے واضح ہوگیا۔ اب اگر ذوالجلال والاکرام نے کسی کے صدق نیّت کے عمل کو بھی قبول فرمالیا تو اس میں افزائش اور برکت

بھی اسی طرح ہو گی ۔ دس روپے صدق دل سے دیے گئے یا نہیں ! عمل نیک نیتی سے کیا گیا یا نہیں اس کا فیصلہ فرمانے والا بھی وہی علیم و خبیر ہے جس کی فراخ دستی کا تھوڑا سا ذکر یہاں فرمایا گیا ہے ۔

---

(۴۵)

نماز درحقیقت ایسا فرض ہے جو پابندی کے ساتھ اہل ایمان پر لازم کیا گیا ہے ۔

(النساء - ۱۰۳)

گذارش اس حکم ربانی کے جن الفاظ کو پتھر کے نقش کی طرح ہمیں اپنے دل دماغ پر اتار لینا چاہیے وہ ہیں : فرض اور پابندی اور لازم ۔

پابندی سے مراد پابندیٔ وقت کے علاوہ اور کون سی پابندی ہو سکتی ہے ؟ باری تعالیٰ کا یہ حکم اُن ادھ کچرے مسلمانوں کو جھنجھوڑنے کے لیے بالکل کافی ثابت ہونا چاہیے جو کبھی کبھی اس فریضے کو رسمی طور پر ادا کر دیتے ہیں ۔ گنڈے دار پڑھتے ہیں اور معمولی معمولی مصروفیات کے آگے اسے ترک کر دیتے ہیں ۔ قضاء ادا کرنے کو بھی ضروری نہیں سمجھتے ۔ اور اُن " ایمان والوں " کے لیے کھلی ہوئی تنبیہ ہے جو گمراہ عیسائیوں کے طریقہ عبادت کی نقل کرنے میں بڑا فخر محسوس کرتے ہیں اور قرآن حکیم نے جس پابندی کی تاکید فرمائی ہے اُسے نظر انداز کر کے گرجا جانے والوں کی اتوار کے اتوار حاضری کی طرح صرف جمعے کی نماز کو ہی کافی سمجھ لیتے ہیں

کافی سمجھ لینے والوں کے علاوہ ان میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو صرف "نمازی" دکھانے کے لیے جمعے میں شرکت کرتے ہیں۔

(کچھ بدبخت لوگوں نے قرآن مجید کے احکام کو اپنی عقل اور ضروریات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ اور سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں نماز کے پنجوقتہ فرض ہونے کے متعلق بھی شکوک پیدا کر دیے ہیں۔ ان تمام شکوک کو دُور کرنے کے لیے آیات بنی اسرائیل - ۷۸ - ہود - ۱۱۴ اور طٰہٰ - ۱۳۰ بغور پڑھ لینا اور سمجھ لینا چاہیے -)

---

(۴۶)

"حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے ایک بہت بڑا شرف ہے اور عنقریب تم لوگوں کو اس کی جوابدہی کرنی ہوگی"
(زخرف - ۴۴)

گذارش ہمارے آپ کے لیے بھی یہ قرآن حکیم عظیم ترین شرف ہے جب اس کے احکام اور اس کی ہدایات ہم تک پہنچ گئیں تو پھر ہمیں بھی عنقریب اس کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ اور بالخصوص ان احکام کی جو پابندی کے ساتھ ہم پر فرض کیے گئے ہیں، مثلاً ایک نماز۔

۴۷

اپنے اہل و عیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔

(طٰہٰ - ۱۳۲)

گذارش جو لوگ خود نماز پڑھتے ہیں اور اپنے اہل و عیال کو اس کی تلقین نہیں کرتے وہ ایک طرف تو خود غرضی کا ثبوت دیتے ہیں، اور دوسری طرف اس حکم الٰہی سے منہ موڑتے ہیں۔

بعض لوگوں کو ایک مغالطہ بڑا سخت ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ: "دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے" (بقرہ - ۲۵۶) کی آیت اُن کے اہل و عیال پر صادق آتی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے لڑکے، لڑکیوں کو بے خبری، بے حسی اور غیر ذمہ داری کے ساتھ اُن کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔ خواہ وہ فواحشی اور بے حیائیوں میں مبتلاء ہو جائیں۔ بے پردہ اور آزاد ہو کر محفلوں اور دکانوں پر جاتی رہیں۔ ماں باپ ہیں کہ اپنی نماز اور تسبیح خوانی میں لگے ہوئے ہیں۔ اُن کا کوئی خیال انہیں نہیں رہتا۔ جس زور اور زبردستی کا اُوپر ذکر فرمایا گیا ہے اس سے مراد یہی ہے کہ اسلام کا اعتقادی اور عملی نظام کسی غیر پر زبردستی ٹھونسا نہیں جاسکتا۔ لیکن اس "کسی" میں اپنے اہل و عیال ہرگز نہیں آتے۔ اگرچہ زبردستی ان کے ساتھ بھی نہیں کی جاسکتی۔

(۴۸)

"اور نماز قائم کرو۔ یقیناً نماز فحش اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر اس سے بھی زیادہ بڑی چیز ہے"

(عنکبوت - ۴۵)

گذارش ہم میں ایسے بدقسمت اور گمراہ بھی موجود ہیں جو نماز بھی پڑھتے ہیں اور شراب پینے سے بھی باز نہیں آتے۔ جُوا بھی کھیلتے ہیں اور بہت ساری حرام چیزوں کو انہوں نے اپنی "انگریزی پڑھی لکھی" عقل کے مطابق حلال کر رکھا ہے مثلاً سُود اور سُور۔ ان لوگوں کو نماز ان حرام چیزوں سے اُسی وقت بچا سکتی ہے جب سورۃ فاتحہ کے مفہوم کو سمجھتے ہوئے سمیع و بصیر ربّ العزت کے سامنے صدقِ دل سے جُھکتے بھی ہوں۔ اسی حقیقت کا اظہار الشوریٰ، ۱۳۔ میں اس طرح فرمایا گیا ہے:

"اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اُسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے"

روحانی بلندیاں اور مادی فوائد بلکہ دین اور دنیا کی مزید نعمتیں جب "ذکر" سے حاصل ہوتی ہیں اس کا ذکر بھی فرما دیا گیا ہے۔ اس زیادہ بڑی نعمت کی طرف توہم اُسی وقت آئیں گے جب پہلے ہم پابندی سے نماز پڑھنے کے تو عادی ہو جائیں۔ نماز نہ پڑھنے والوں کو صدقِ دل سے توبہ کر کے ہادیٔ برحق سے توفیق کے لیے ہاتھ اُٹھانے چاہئیں۔ اور جو لوگ نماز پڑھنے کے خوش قسمتی سے عادی ہو چکے ہیں۔ اُن کے لیے ذکر کی طرف متوجہ ہونا کچھ زیادہ مشکل نہیں۔ اگر معنیٰ و مفہوم سمجھ کر

پوری توجہ اور حضوریٔ قلب کے ساتھ یا اللہ، یا رحمان، یا رحیم، یا حیؔ، یا قیومؔ کا ہی ورد کر لیا جائے تو اسے "ذکر" میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح یا سمیعؔ، یا بصیرؔ، یا علیمؔ، یا خبیرؔ، یا وکیلؔ پڑھتے رہنا ذکر کرنے میں آجاتا ہے۔ "ذکر" دل، دماغ، تحت الشعور اور روح سب کو منور کر دیتا ہے۔

---

(۴۹)

اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چُپکے چُپکے۔ یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (اعراف - ۵۵)

گذارش یہاں "حد سے گزرنے والوں" سے مُراد غالباً وہی ہیں جو کمی کے اس سرے پر ہوں یا زیادتی کے اُس سرے پر۔ جب اپنے رب کو پکارنے میں اعتدال کی تلقین فرمائی گئی ہے تو انسان کے باقی سارے اعمال تو دوسرے ہی درجے کی چیز ہوئے۔ وہاں بھی ہم اسلام کو کبھی اعتدال سے ہٹا ہوا نہیں پائیں گے۔

یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ "گڑگڑانے اور چُپکے چُپکے" میں علی الاعلان کا مفہوم قطعی مفقود ہے اور اخفاء کا مفہوم ظاہر اور واضح۔

۵۰

"اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے"۔ (رعد - ۲۸)

گذارش

منصوبہ پانچ سالہ ہو یا دس سالہ یا ساری عمر کا خواب بیداری ہو جو کچھ بھی ہو خلاصہ اور مقصد اس کا مکان ہوتا ہے یا کوٹھی، موٹر ہوتی ہے یا "بینک بیلنس"۔ حکیم مطلق نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ دنیا کی آسائشوں اور نعمتوں کو حاصل نہ کیا جائے یا ان سے منہ موڑ لیا جائے۔ بلکہ اس خیال باطل کی نفی فرمائی ہے کہ "دلوں کا اطمینان" ان کے ذریعے ملنے والا نہیں ہے۔ بلکہ وہ ملے گا صرف "اللہ کی یاد سے"۔

دنیا کی چمک دمک کے پیچھے دیوانہ وار بھاگنے والوں کی پوری زندگی کی جدوجہد پر نظر ڈال کر اگر دیکھا جائے تو نظر یہی آئے گا کہ "دل کا اطمینان" انہیں کبھی نصیب ہوا نہیں۔

۵۱

حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔ جو لوگ اسے مان کر بھلے کام کرنے لگیں انہیں یہ بشارت دیتا

ہے کہ ان کے لیے بڑا اجر ہے۔ اور جو لوگ آخرت کو نہ مانیں انہیں یہ خبر دیتا ہے کہ ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

(بنی اسرائیل ۳ - ۱۰) *

گذارش یعنی قرآن کریم کی بتائی ہوئی وہ راہ جو بالکل سیدھی ہے اور وہ بھلے کام جو اس بالکل سیدھی راہ پر چلتے ہوئے کیے جائیں۔ سبحان اللہ صراط مستقیم کی کس قدر مختصر تشریح ہے یہ۔ اسی پر گامزن ہونے والوں کے لیے اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ اور جو زمین اور آسمانوں کے پیدا کرنے والے اور یوم حساب کے مالک کی بتائی ہوئی اس سیدھی راہ سے منہ موڑتے ہیں وہ وہی ہیں جو آخرت کو نہیں مانتے۔ یعنی عذاب و ثواب کے ملنے سے انکار کرنے والے۔ اُن کے لیے حساب لینے والے نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے جو انہیں ضرور ملے گا۔

---

(۵۲)

اے ایمان لانے والو۔ صبر اور نماز سے مدد لو۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(بقرہ - ۱۵۳)

گذارش نماز اعترافِ عبودیت کا بہترین طریقہ ہے۔ اُن آیاتِ قرآنی کے علاوہ جو ہر شعبہ زندگی میں ہماری رہنمائی کرتی ہیں سورۃ فاتحہ کا ہر رکعت میں دوہرانا

* آیت ۱۰ حوالہ میں ہے "بنی اسرائیل ۳" ترجمہ۔

جن حقائق کو ہمارے دل دماغ میں تازہ کرتا رہتا ہے اُسے منبط ① مدد میں ایک بار پھر دیکھ لینے کی ضرورت ہے۔

یہاں نماز کی اس ہمہ گیر طاقت کا اعادہ فرمایا جارہا ہے جو تمام دشواریوں اور مشکلات کے وقت ہمارے کام آسکتی ہے۔ "مدد" کا لفظ ہی ہمارے کہیں گھر جانے کی وضاحت کر رہا ہے۔ مدد کی ضرورت جانی جسمانی، مالی اور دوسری مشکلات میں پھنس جانے کے بعد ہی پیدا ہوتی ہے۔

مشکلات کا جائز حل تلاش کرتے رہنا صبر کرنا ہے۔ مریض کا علاج کرواتے رہنا صبر کرنا ہے۔ معاش کے جائز ذرائع ڈھونڈتے رہنا صبر کرنا ہے۔ صبر کرنے کے معنیٰ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جانے کے نہیں ہیں۔ بلکہ احکام قرآنی پر عمل کرتے رہنے کے بعد اپنی طرف سے کچھ اور نہ کرنے کے ہیں۔

ہم اگر اپنے مسائل کو حل کرنے کے لیے صحیح نماز پڑھتے رہیں اور جائز کوششیں کرنے کے بعد صبر سے کام لیتے رہیں تو خالق کائنات ہمارے ساتھ ہو جانے کا وعدہ فرما رہا ہے۔ لیکن یہ وعدۂ عظیم بھی اُنہی کے دل کو لگے گا جو اس پر صدق دل سے ایمان لے آئے ہیں۔

---

(۵۳)

"اے ایمان لانے والو۔ صبر سے کام لو، باطل پرستوں کے مقابلے میں پامردی دکھاؤ۔ حق کی خدمت کے لیے کمر بستہ رہو اور

اللہ سے ڈرتے رہو۔ اُمید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔"

(آلعمران ۔۔۔ ۲۰۰)

گذارش

باطل پرستوں کی مختصر تفصیل :- وہ سب جو اللہ تعالیٰ کو اپنے عمل سے خالق کائنات اور مالک یوم الدین نہ مانیں۔ وہ سب جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو سب سے افضل اور اعلیٰ ماننے سے عملاً انکار کریں۔ وہ سب جو باری تعالیٰ اور اُس کے احکام کے مقابلے میں کسی فرد یا افراد کو عملاً بڑا مانیں۔ وہ سب جو اقتدار، ہوس اور دولت کے پرستار ہوں۔ وہ سب جو بُرائیوں، بے شرمیوں اور فحاشی میں مبتلاء ہوں۔ وہ سب جو مالک الملک کے نازل کردہ قوانین کے مطابق فیصلہ نہ کریں اور وہ سب جنہیں ہم غیر مسلم / مشرک مانتے ہیں یعنی دشمنان اسلام۔

انہی سب کے مقابلے میں پامردی دکھانا حق کی خدمت کے لیے کمربستہ ہو جانا ہے جس کا حکم یہاں دیا جا رہا ہے۔ اسی پامردی اور اسی خدمت میں جس طاقت کے استعمال کی ہدایت فرمائی جا رہی ہے۔ وہ "صبر" ہے۔ اسی خدمت میں صبر کی ضرورت ہمیں پڑتی ہے۔ اور پامردی بھی اسی فرمودۂ الٰہی سے قائم ہو سکتی ہے کہ ہم صبر سے کام لیتے رہیں۔ حق کی خدمت کے لیے قدم جما کر ڈٹ جانے کے لیے جس ہمت اور طاقت اور اہلیت کی ضرورت پیش آتی ہے اُسی کا نام صبر ہے۔ جس سے کام لینے کا حکم یہاں دیا گیا ہے۔ اور یہ سب کچھ اللہ عزّ و جل سے ڈرتے رہنے کے بعد ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اور دین اور دنیا کے مالک سے ڈریں گے وہی جو اس پر سچے دل سے ایمان لا چکے ہیں۔

---

(۵۴)

یقیناً جن لوگوں نے کہہ دیا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے، پھر اس پر جم گئے اُن کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(احقاف - ۱۳)

گذارش

ہم آپ اگر تھوڑا سا گہرا جائزہ اپنالیں تو ہمیں اپنے خوف اور غم کا حال تصویر کی طرح صاف نظر آجائے گا۔ ہمیں غم اور رنج پہنچتا رہتا ہے ان تمام ناگوار واقعات سے ان تمام نقصانات سے اور اُن تمام حادثات سے جو ماضی میں واقع ہوئے۔ اسی طرح ہم اندیشہ اور خوف کرتے رہتے ہیں اُن اَن ہوئے واقعات اور حالات کا جو مستقبل میں پیدا ہونے والے ہوں۔ ماضی کے اس غم اور مستقبل کے اسی خوف کا یہ علاج بتایا جارہا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کو اپنا رب یعنی اپنا مارنے والا، جلانے والا، عزت اور ذلت دینے والا، پالنے پوسنے والا، ہر قسم کا رزق عطا فرمانے والا اور کارساز حقیقی مان لیا اور ان کی زبان اور اُن کا عمل اس بات کی گواہی دینے لگا کہ وہ رحمٰن و رحیم کو دل سے ایسا ہی مانتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں تو پھر ایسے لوگوں کو کسی قسم کا غم اور خوف لاحق نہیں ہوا کرتا۔ رنج اور خوف کا یہی طریقہ علاج ہمارے لیے بھی ہے۔ ہم بھی اسی مفہوم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کریں ہم سے بھی ڈر اور غم دُور ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب ماننے والے دنیا میں اس وقت بھی موجود ہیں جو خوف اور غم کی زد میں نہیں آتے اور یہ ہمارا ایمان ہے کہ آخرت میں

بھی کسی غم اور خوف کا سایہ تک بھی اُن پر نہیں پڑے گا۔

۵۵

"جو لوگ ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اُن کا اجر بے شک اُن کے رب کے پاس ہے اور اُن کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں۔" (بقرہ - ۲۷۷).

گذارش فرمایا گیا ہے کہ بے شک اجر ان کے رب کے پاس ہے جو ان باتوں کو پورا کریں۔

پہلی بات: جو صدق دل سے اُس پر، اس کی کتاب پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بھی تسلیم کریں۔

دوسری بات:۔ جو احکام قرآنی کے مطابق نیک عمل کریں۔

تیسری بات:۔ جو پابندی سے نماز پڑھتے رہیں۔

چوتھی بات:۔ جو خوشی کے ساتھ پابندی سے زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔

اس اجر کے علاوہ جو رب العالمین نے ان باتوں پر عمل کرنے والوں کے لیے اپنے پاس محفوظ کر لیا ہے ایک انعام کا مزید اضافہ فرما دیا گیا ہے اور وہ یہ کہ ان شرائط کو پورا کرنے والوں کو کسی قسم کے رنج یا خوف سے سابقہ نہیں پڑے گا۔

آدمی دنیا کی ساری دولتیں لٹا دینے اور خرچ کر دینے کے بعد بھی اگر یہ

چاہیے کہ اُسے رنج اور خوف سے چھٹکارا مل جائے تو کبھی بھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ رنج اور خوف سے صرف اُسی حالت میں آزاد ہو سکتا ہے جب اللہ تبارک وتعالیٰ کے اِس فرمان کی تعمیل کرے۔

۵۶

حق یہ ہے کہ جو بھی اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دے اور عملاً نیک روش پر چلے اُس کے لیے اُس کے رب کے پاس اجر ہے اور ایسے لوگوں کے لیے کسی خوف یا رنج کا موقع نہیں۔

(البقرہ - ۱۱۲)

گذارش اپنی ہستی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سونپ دینے کے معنیٰ یہی ہیں کہ اُس کے جملہ احکام کی پیروی میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ کی جائے اور اپنی عملی زندگی میں نیک روش اختیار کرلی جائے۔ پھر اس اطاعت گزار کے لیے اُس کے خالقِ حقیقی اور رحمٰن ورحیم کے پاس اجر ہی اجر ہے۔ ایسے ہی لوگوں کا نمایاں امتیاز اور انعام یہ بتایا گیا ہے کہ نہ انہیں رنجِ ماضی وحال کا ہوگا اور نہ خوفِ فردا۔

۵۷

"جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے یقیناً اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ: نہ ڈرو، نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔ وہاں جو کچھ تم چاہو گے تمہیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تم تمنا کرو گے وہ تمہاری ہو گی۔ یہ ہے سامانِ ضیافت اس ہستی کی طرف سے جو غفور الرحیم ہے۔"

(سجدہ ، ۳۰-۳۱-۳۲)

گذارش جو لوگ اس حقیقت کو صدق دل سے مان لیتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی ہمارا پالنے والا، ہم کو موت و زیست دینے والا، ہمارے لیے واحد، یکتا و تنہا معبود یعنی رب ہے اور اسے رب مانتے ہوئے ہی اُس کے جملہ احکام پر عمل کرتے رہے بالیقین اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور وہی کچھ کہتے ہیں جس کا ذکر یہاں فرمایا گیا ہے۔ یہ برکتیں دنیا میں بھی حاصل ہوں گی اور آخرت میں بھی سامان ضیافت غفور الرحیم کی طرف سے ضرور ملے گا۔

اللہ عزّ وجلّ کو اپنا رب ماننے والے آج بھی مل سکتے ہیں اور انہیں دیکھ کر ہم آپ بھی یہ محسوس کر سکتے ہیں کہ ان کے پاس کسی قسم کا نہ غم ہے اور نہ کسی قسم کا خوف۔ یہی راہ ہمارے آپ کے لیے بھی کھلی ہوئی ہے۔

۵۸

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کو کثرت سے یاد کرو اور صبح اور شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔ وہی ہے جو تم پر رحم فرماتا ہے اور اس کے ملائکہ تمہارے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائے۔ وہ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔" (احزاب، ۴۱ تا ۴۴)

گذارش بے پایاں کرم کرنے والے اور بے حساب رحم فرمانے والے کی طرف سے یہ ایک اور وعید ہے۔ ایمان لے آنے والوں کے لیے۔ جس میں وہ صاف صاف نشان دہی فرما رہا ہے اُس طریقے کی جو ایمان والوں کو مومن بنا دے گا۔ وہ ارحم الراحمین فرما رہا ہے کہ تم مجھے کثرت سے یاد کرو اور صبح اور شام میری تسبیح کرتے رہو۔ ملائکہ کی دعاؤں کو شرف قبولیت عطا فرمانے والا خود فرما رہا ہے کہ میں مومنوں پر بہت مہربان ہوں۔ کیا ایمان والوں کو اُس رب العالمین اور روز جزاء کے مالک کی مہربانی اور رحمت حاصل کرنے کے لیے اس وعدے کے بعد بھی کوئی دشواری پیش آسکتی ہے؟

۵۹

جب تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں۔

(اسرائیلؑ - ۱۵)

گذارش | قرآن پاک پانچ سات، آٹھ دس آدمیوں کے درمیان پڑھیے اور بچشم سر خود دیکھ لیجیے کہ کون توجہ، احترام، دل کی لگن اور خوف کے ساتھ ہمہ تن گوش بنا ہوا ہے اور کون آسے سُنی اَن سُنی کر رہا ہے۔ یہی وہ پردہ ہے جس کا ذکر یہاں فرمایا جا رہا ہے۔ "ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں" کا مطلب یہی ہے کہ آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے رد دینے کا تقاضہ یہی ہے کہ یہ پردہ مومن اور آخرت کے منکرین کے درمیان خود بخود حائل ہو جائے۔

۶۰

اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو۔

(النحل - ۹۰)

گذارش | ایک ایک فرد، پوری "سوسائٹی"، ملک اور قوم اور ساری دنیا کے

لیے ہادیٔ برحق کا ہر حکم ہدایت کی ایک مکمل ترین کتاب ہے۔ آدمی کی زندگی میں بچپنے اور جوانی سے لے کر بڑھاپے اور موت تک جتنے بھی دَور آتے ہیں اس میں اسے اپنے ہی بھائی بندوں سے قدم قدم پر سابقہ پڑتا ہے۔ اپنا گھر ہو یا پورا خاندان یا اس کا اپنا پورا معاشرہ ہو کون سی جگہ اور کون سا مرحلہ ایسا ہے جہاں اسے عدل کی ضرورت نہ پڑتی ہو۔ جہاں وہ احسان کرنے کے قابل نہ ہوتا ہو، جہاں وہ صلہ رحمی کا مظاہرہ نہ کر سکے؟ اور نفس پرستی کے موجودہ دَور میں وہ کون سی صبح شام ہے کون سا گلی کوچہ اور بازار ایسا ہے جہاں بدی اور بے حیائی اپنی پوری فتنہ سامانیوں کے ساتھ نظر نہ آ رہی ہو؟ ظلم اور زیادتی کی وہ کون سی شکل ہے جو سرکاری اور نجی دفاتر میں، صنعت و حرفت کے اداروں میں، معیشت اور تجارت کے کاروبار میں انتہائی بے نیازی اور بے حسی کے ساتھ روا نہ رکھی جا رہی ہو؟ حکم الٰہی کے اس طریقے کو بہت دیر تک سوچتے رہنے کی ضرورت ہے کہ یہاں "وہ حکم دیتا ہے" اور "وہ منع کرتا ہے" فرمایا گیا ہے۔ اس کو پڑھ کر یوں ہی آگے بڑھ جانا نہیں ہے۔ یہ سوچنا اور طے کرنا ہے کہ ہم نے آپ نے سبق کیا لیا؟ کس چیز پر پہلے خود عمل کریں گے اور دوسروں سے عمل کروائیں گے؟ کس چیز سے خود گریز کریں گے اور اپنے بھائی بہنوں کو روکنے کی کوشش کریں گے؟ یہ کوشش عارضی ہو گی یا مستقلاً جاری رہے گی؟

۶۱

"جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو اس کی سزا بہت سخت ہے" (مائدہ - ۲)

گذارش راہ گزر سے نقصان دینے اور تکلیف پہنچانے والے پتھر، شیشے اور لوہے کے ٹکڑے اٹھا دینا بھی نیکی کی تعریف میں آتا ہے۔ لیکن پیاسے کو پانی پلانا اور ضرورت مند کی حاجت روائی کر دینا خدا ترسی میں شامل ہو جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ نیکی کے بغیر خدا ترسی اور خدا ترسی کے بغیر نیکی ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں رضائے الٰہی اور حکم الٰہی کے تحت آتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود دونوں کو الگ الگ اور یکے بعد دیگرے بیان فرمایا گیا ہے اور انہی سب باتوں میں تعاون کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی طرح بدی اور گناہ ایک ہی راستے کی دو پگڈنڈیاں ہیں جو آگے چل کر مل جاتی ہیں اور ایک ہو جاتی ہیں۔ اسی سے بچنے اور دور رہنے کا حکم اس انداز میں دیا گیا ہے کہ جو بھی اس راستے پر چل رہا ہو اس کا ساتھ نہ دو۔ ساتھ اس لیے نہ دو کہ تمہیں اپنے اللہ سے ڈرنا ہے۔ اگر نہیں ڈرو گے تو یاد رکھو اس کی سزا بھی بہت سخت ہے۔

(مزید حوالہ کے لیے دیکھیے نمبر ۱۷)

ہمیں اپنے بھائیوں اور بہنوں کو یہ بھی بتانا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہماری معاشرتی اور عملی زندگی میں صرف ایک ہی راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ دوسرے پر چلنے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں دو ہی فرقوں کی نشان دہی فرمائی ہے۔ ایک حق کا اور دوسرا باطل کا۔ ایک خیر کا اور دوسرا شر کا۔

(۶۴)

تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیزیں (خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو۔ (آلعمران - ۹۲)

گذارش سب سے پہلے سر اطاعت جُھکانے والوں کے لیے تو زندگی اور موت دونوں کی دونوں اللہ عزوجل کے لیے ہوتی ہیں (نمبر ۵)

لیکن اس مقام تک پہنچ جانے سے پہلے جو درجے آتے ہیں جہاں مسلمان سے مومن بننے کی خواہش رکھنے والا اُلجھ اٹکتا ہے۔ اور کہیں کہیں تامّل اور تساہل سے کام لے جاتا ہے۔ یہاں اُنہی کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ یعنی اللہ کی راہ پر چلتے ہوئے ایسے موقعے پیش آجاتے ہیں جہاں آدمی کو روپیہ پیسہ خرچ کرنا ہوتا ہے، یا عزیز وقت صرف کرنا پڑتا ہے یا زبان وقلم کو حرکت میں لانے کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ آدمی خرچ وایثار کے انہی مقامات پر کچھ کچا اور مذبذب ہو جاتا ہے کہ اتنا خرچ کروں یا نہ کروں۔ آرام کو بالائے طاق رکھ کر ہاتھ پاؤں ہلاؤں اور اپنا قیمتی وقت صرف کروں یا یوں ہی پڑا رہوں، اللہ سے ڈرتے ہوئے اللہ کی راہ میں

حق اور سچی بات کہوں یا لکھوں یا طرح دے کر خاموشی اختیار کر جاؤں ۔ اسی تامل اور تذبذب اور کشمکش و پیچ کی حالت کو غلط اور بُرا بتا کر یہ فرمایا جا رہا ہے کہ جب تک تم ان چیزوں کو ہماری راہ میں صرف نہیں کروگے جو تم نے اپنے سینے سے لگا رکھی ہیں اس وقت تک تم نیکی سے ہمکنار نہیں ہو سکو گے ۔ یہی بات ہمیں آپ کو انہیں بتا دینی اور سمجھا دینی ہے جو اب تک اسے سمجھ نہیں سکے ہیں ۔

۶۳

در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے ۔

(حجرات ۔ ۱۳)

گذارش ڈبل پی ۔ ایچ ۔ ڈی ہو کر مشہور اُستاد یا "چانسلر" ہونا ، شاعر ادیب اور نثار ہونا ، سننے والوں کے دلوں کو موہ لینے والا آتش بیاں مقرر ہونا ، سیکڑوں کتابوں کا مستند مصنف ہونا ، کھیلوں کی لایعنی دنیا میں نامور کھلاڑی ہونا ، "سائنٹسٹ" ، فیلسوف یا موجد ہونا ، ناچ رنگ اور موسیقی کے مسنوعہ میدان میں شہرۂ آفاق ہونا ، لکھ پتی اور کروڑ پتی ہو کر کوٹھیوں ، موٹروں اور کارخانوں کا مالک ہو جانا یہ سب کے سب اور ایسے ہی بے شمار امتیاز اور تفاخر کے وہ نشانات اور ثبوت ہیں جن سے آج کی دنیا والے عزت کو ناپتے ہیں ۔ جس کے پاس جو چیز سب سے زیادہ ہے اتنا ہی وہ عزت والا

مانا جاتا ہے۔ اب اس دنیا کے پیدا کرنے والے، اس کو چلانے والے اور اس کو مٹا دینے پر قدرت رکھنے والے کے اُس معیار کو ہمیں دیکھنا ہے جو اس نے ہماری سب سے زیادہ اور بڑی سے بڑی عزت کیلئے خود مقرر فرما دیا ہے۔ اور وہ سب کچھ ایک لفظ میں سمیٹ دیا گیا ہے یعنی " پرہیز گاری " یعنی خدائے بزرگ برتر سے ڈرتے رہنا۔ جب ہم خدائے عزوجل سے ڈرتے رہیں گے تو اس کے تمام احکام کو بجا بھی لائیں گے۔ ڈر کے اسی معیار کی تصحیح اور تصدیق ہمیں اپنے عمل سے کرنی چاہیے۔ اور اپنے تمام بھائی بہنوں کو اسی پرہیز گاری کی طرف حکم الٰہی کے مطابق لانا چاہیئے۔

(۶۴)

" اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور اس چیز کو مان لیا جو محمدؐ پر نازل ہوئی ہے، اور ہے وہ سراسر حق ان کے رب کی طرف سے، اللہ نے اُن کی بُرائیاں اُن سے دُور کر دیں اور اُن کا حال درست کر دیا۔" (محمدؐ - ۲)

گذارش یہ بھی راہ نمائے حقیقی کی جامع ترین ہدایات میں سے ایک ہے جس میں ہادیٔ مطلق نے اپنے وعدے کا اظہار فرمایا ہے اور وعدہ یہ ہے کہ اگر ہم ایمان لے آئیں اور نیک عمل کرنے لگیں اور دل سے احکام قرآنی کو مان کر اُن پر چلنے لگیں تو

اللہ عزوجل ہماری تمام برائیوں کو ہم سے دور کر دے گا اور ہمارے حالات کو درست فرما دے گا۔ کیا ایمان رکھنے والوں کو اب بھی کوئی شبہ اور تامل ہے ؟

(۶۵)

آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پاکر دبا لیے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی اور مددگار پیدا کر دے۔

(النساء - ۷۵)

گذارش کیا ہماری زندگی میں موجودہ وقت سے زیادہ صاف اور واضح دور بھی کوئی آسکتا ہے جس میں وہ حالات صاف صاف نظر نہ آ رہے ہوں جو اوپر بیان فرمائے گئے ہیں ؟ کیا مشرقی پاکستان کے بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی فریاد ہمارے کانوں تک نہیں پہنچ رہی ہے ؟ باری تعالیٰ ہم سے پوچھ رہا ہے کہ آخر تمہارے مدد نہ کرنے کی وجہ کیا ہے ؟ کوئی وجہ ہم پیش نہیں کر سکتے اور کوئی جواب اس کا ہم نہیں دے سکتے۔ اِلّا اس کے کہ ہم نے تمام احکام قرآنی سے منہ موڑ رکھا ہے۔ اپنی نااہلی اور بدنصیبی کے اس اعتراف کے بعد اسی بات کی ضرورت ہے کہ ہم خیال میں اور اپنی زبان میں اور اپنے عمل میں سر سے پاؤں تک مسلمان یعنی مومن بن جائیں۔ اُسی وقت اُن مظلوموں کی فریاد ہمارے کانوں

تک پہنچ سکے گی اور اسی کے بعد اللہ کی راہ میں اُن کی خاطر ہم لڑ سکیں گے۔ کمک اور مدد پہنچانے کے تمام راستے بند اِس وقت نظر آرہے ہیں۔ مومن بن جانے کے بعد غاصبوں کا ڈر دل میں باقی نہیں رہے گا، اور مدد کرنے کے طریقے ایک دو نہیں سینکڑوں خود بخود قابل عمل دکھائی دینے لگیں گے۔

۶۶

"ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنا دیا ہے اب ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟" (قمر - ۳۲)

گذارش بلاشک و شبہ یہ قرآن حکیم ہماری زندگی کے ہر شعبے کے لیے بہترین اور آسان ترین ذریعہ ہے ہدایت اور نصیحت کا۔ ہمیں اپنے بھائی بہنوں اور نوجوانوں تک اتنی بات ضرور پہنچا دینی ہے۔ پھر وہ خود ہی سوچ لیں کہ رب العزت کی ہدایت و نصیحت کو قبول کرنے کے لیے وہ تیار ہیں یا نہیں؟

۶۷

(اے قوم) یہ دنیا کی زندگی تو چند روزہ ہے۔ ہمیشہ کے قیام کی جگہ آخرت ہی ہے۔ جو برائی کرے گا اس کو اتنا ہی بدلہ ملے گا، جتنی اس نے برائی کی ہوگی۔ اور جو نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت

بشرطیکہ ہو وہ مومن، ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے جہاں ان کو بے حساب رزق دیا جائے گا۔ (مومن، ۳۹-۴۰)

گذارش کہاں ہیں وہ لوگ جو اللہ پر اور اس کی کتاب پر ایمان رکھنے کے دعوے کرتے ہیں اور اس کے اس فرمان کو بھلاتے رہتے ہیں کہ: "یہ دنیا کی زندگی تو چند روزہ ہے۔ ہمیشہ کے قیام کی جگہ آخرت ہی ہے"۔ اگر ناواقفیت تھی تو تدبیر اور انتظام فرمانے والے نے اپنے فرمان کو اپنی کارسازی سے پڑھنے والوں تک اب پہنچوا دیا۔ اگر بھول اور بے توجہی تھی تو صدق دل سے اعتراف کر کے معافی مانگنے والوں کو وہ معاف فرما ہی دیا کرتا ہے۔ لہٰذا ہم سب کو اب یہ چاہیے کہ صبح شام، چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے فرمان الٰہی کی اسی حقیقت کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا کریں۔ آنکھوں کے سامنے رکھنے سے تصور اور تخیل بدل جائے گا، خیال اور عمل کے پیمانے اور معیار بدل جائیں گے، ذہنیت بدل جائے گی اور اسی دنیا میں رہتے ہوئے یہی دنیا پوری کی پوری بدل جائے گی۔

(۶۸)

"تم لوگوں کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی زندگی کا سامان اور اُس کی زینت ہے۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے بہتر اور باقی تر ہے۔ کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے؟ بھلا وہ شخص جس سے ہم نے

اچھا وعدہ کیا ہو اور وہ اسے پانے والا ہو کبھی اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جسے ہم نے صرف حیاتِ دنیا کا سروسامان دے دیا ہو اور پھر وہ قیامت کے روز سزا کے لیے پیش کیا جانے والا ہو۔" (قصص، ۶۰-۶۱)

گذارش یہ وضاحت اور یاد دہانی ہے اُن کے لیے جو دُنیا میں مال و دولت کو اپنی قابلیت کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور اُسے پاکر مطمئن اور مگن ہیں اور اُس یوم الحساب سے بے خبر جب انہیں اپنی بداعمالیوں کی سزا کے لیے پیش کیا جائے گا۔ کتنا اچھا ہو کہ دنیا کے پجاری اب بھی اس حکم ربی کو سمجھنے کی طرف آمادہ ہو جائیں اور اپنی آخرت درست کرلیں۔

(۶۹)

"اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے مگر ایک کھیل اور دل کا بہلاوا اصل زندگی کا گھر تو دارِ آخرت ہے۔" (عنکبوت - ۶۴)

گذارش اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آنے والوں کو چاہیے کہ وہ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ دنیا کا پیدا کرنے والا اور اُسے قائم رکھنے والا خود یہ فرما رہا ہے کہ یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے اصلی گھر دوسری زندگی میں ملنے والا ہے تیاری اُس دوسری زندگی کے لیے اس دنیا میں کرو۔

۷۰

ہم نے اس آسمان اور زمین کو اور جو کچھ بھی ان میں ہے کچھ کھیل کے طور پر نہیں بنایا ہے۔ (انبیاء - ۱۶)

گذارش جن لوگوں کا عنفوان شباب حکماء یونان کے فلسفے کو رٹتے اور چاٹتے گزرا ہے یا وہ جو موجودہ جدید نظریات کے ماتحت زندگی کی ابتداء ایک جلتے ہوئے کُرّے سے کرتے ہیں جو کہیں سے گر گیا تھا۔ جلتے جلتے ٹھنڈا ہوتا گیا اور زمین بن گیا یا وہ جو اپنے آپ کو گوریلے اور بندروں کی اولاد سمجھتے ہیں ان کے کان اس ارشاد باری کو سننے یا سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے اور نہ خالق کائنات کا خطاب ان پڑھے لکھے جاہلوں سے ہے جو جانوروں سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں۔ بلکہ یہ ایک یاد دہانی ہے ان کے لیے جو اس پر اور اُس کے قرآن پر اور اس کے رسولؐ پر سچے دل سے ایمان لے آئے ہیں۔

۷۱

"اگر آسمان و زمین میں ایک اللہ کے سواء دوسرے خدا بھی ہوتے تو (زمین و آسمان) دونوں کا نظام بگڑ جاتا ہے۔"

(انبیاء - ۲۲)

گذارش ایک دو تو کیا بد نصیبوں نے اپنی عقل اور اپنی ضروریات کے مطابق درجنوں

خدا بنا لیے ہیں۔ کہیں مزاروں کو خدا بنا رکھا ہے کہیں دولت اور اقتدار کو اپنے عمل سے خدا ثابت کر رہے ہیں۔ یہ آنکھیں کھول دینے والی حقیقت اُنہی کی حماقت کو بے نقاب کر دینے کے لیے ہے۔

۷۲

"اللہ کی تسبیح کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمین میں ہے۔ بادشاہ ہے، قدوس ہے، زبردست اور حکیم ہے۔" (الجمعہ - ۱)

گذارش جو اللہ عزوجل کو خالقِ کائنات مانے گا، جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو تمام عیوب اور غلطیوں سے سرتاسر پاک تسلیم کرے گا اور جو مالک الملک کو سب سے بڑا صاحبِ اقتدار اور حکمت والا مان لے گا صرف اُسی کی آنکھ یہ مشاہدہ کر سکے گی کہ دنیا میں ہر چیز کس طرح رب العزت کی تسبیح و تقدیس میں ہمہ وقت مصروف ہے۔ اور جب چشمِ بصیرت اس دنیا میں ہر چیز کو تسبیح خواں پائے گی پھر اُس کے لیے یہی کچھ آسمانوں میں دیکھ لینا یا قیاس کر لینا کوئی مشکل بات نہیں رہے گی۔

(۷۳)

ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا ہے ۔ مگر انسان بڑا ہی جھگڑالو واقع ہُوا ہے ۔ (الکھف - ۵۴)

گذارش سمجھانے کا کون سا طریقہ ایسا ہے جسے قرآنِ کریم نے اختیار نہ کیا ہو اور وہ کون سا اُسلوب ہے جو کام میں نہ لایا گیا ہو۔ لیکن آدمی اپنے نفس اور اپنی عقل کے تکبر سے کام لیتا رہتا ہے اور بال کی کھال نکال نکال کر جھگڑالو بنتا رہتا ہے اور گمراہ ہوتا رہتا ہے ۔ یہ کام ہمارا آپ کا اور نوجوانوں کا ہے کہ ایسے لوگوں تک یہ حکم الٰہی پہنچا دیں اور اُن کی اصلاح کے لیے کوشش کرتے رہیں۔

(۷۴)

ہر شخص جو کماتا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے ۔ کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھاتا ۔

(انعام - ۱۶۴)

گذارش ماضی میں جھانک کر دیکھیں یا حال کو آنکھیں کھول کر دیکھ لیں ، نظر یہی آئے گا کہ اس دنیا میں ایک فرد یا افراد بلکہ قوموں کے ساتھ جو کچھ ہوتا چلا آیا ہے اور جو کچھ اب ہو رہا ہے وہ اُسی مقرر کردہ قانون فطرت کی عملاً ترجمانی ہے جس کا ذکر یہاں فرمایا جا رہا ہے ۔ سب کی اپنی کمائی خود اُن کے

اپنے ہی آگے آ رہا ہے۔

"کرے کوئی اور بھرے کوئی" کہنے والے ظاہر بیں اور کوتاہ نظر ہوتے ہیں۔ انہیں کیا معلوم کہ جو بھر رہا ہے اس نے ماضی میں گناہوں کے کتنے بوجھ پہلے سے اٹھا رکھے ہیں۔ اسی واسطے اس بات کو کھول کر پوری طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ دنیا کی ریت کے گھمنڈ میں نہ رہنا۔ گناہوں کا جو بوجھ ہم سمیٹ رہے ہیں اس کا اُٹھانے والا دوسرا نہیں ہوگا بلکہ ہم ہی ہوں گے۔ نہ ہم کسی دوسرے کا بوجھ اُٹھائیں گے اور نہ ہمارا بوجھ کوئی دوسرا اُٹھا سکے گا۔ ہمیں اپنے کیے کی سزا بھگتنے کے لیے خود ہی تیار رہنا پڑے گا۔ دنیا اور آخرت دونوں میں۔ یہاں ضروری نہیں لیکن وہاں لازمی طور پر۔

(۷۵)

"کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائیگا اور اگر کوئی لدا ہوا نفس اپنا بوجھ اُٹھانے کے لیے پکارے گا تو اس کے بار کا ایک ادنیٰ حصہ بھی بٹانے کے لیے کوئی نہ آئے گا، چاہے وہ قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو"

(فاطر - ۱۸)

گذارش حق وانصاف کا تقاضہ اس کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا ہے کہ ہر فرد اپنے

اچھے بُرے اعمال کے نتائج کا خود ہی ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔ نیک اعمال کے بدلے انعامات کے جو ذخیرے اور خزانے ہاتھ آئیں گے یہاں ذکر ان کا نہیں ہے بلکہ اس بوجھ کا ہے جو ہر ایک اپنی بداعمالی کی بدولت بطور سزا اٹھائے ہوئے ہوگا۔ وہ اس قدر بھاری ہوگا کہ لدا پھندا فرد اس کو تھوڑا سا بھی کم کروانے کے لیے دوسروں کو پکارے گا تو کوئی بھی اس کے بوجھ کو ذرا بھی ہلکا نہیں کر سکے گا خواہ بوجھ سے دبنے والے کی فریاد سننے والوں میں اس کے اپنے بھائی بہن یا ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ یعنی اتنے قریبی عزیز بھی اُس کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔ ہماری آپ کی دعا اور کوشش یہی ہونی چاہیئے کہ عاقبت میں ہمارے بوجھ اتنے بھاری نہ ہو جائیں کہ ہم سے اُٹھ نہ سکیں، ہم سہارے کے لیے کسی کو پکاریں اور وہاں سے جواب تک نہ مل سکے۔

(۷۶)

(اے نبیؐ) کہو کہ اے میرے بندو جو ایمان لے آئے ہو اپنے رب سے ڈرو۔ جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک رویہ اختیار کیا ہے ان کے لیے بھلائی ہے اور خدا کی زمین وسیع ہے۔ صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔ (الزمر - ۱۰)

گذارش یہ بات ہمیں کبھی نظر انداز نہیں کرنی چاہیے کہ ہم کو پیدا کرنے والا اور ہم کو مکمل طور پر جاننے اور پہچاننے والا جب کوئی حکم دیتا یا خطاب فرماتا ہے تو

حکم کی اہمیت کے لحاظ سے پہلے اس بات کی وضاحت فرماتا ہے کہ یہ خطاب کس کے لیے مخصوص ہے۔ چنانچہ یہاں بھی انہی لوگوں سے خطاب فرمایا جا رہا ہے جو اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ لہٰذا ایسے ہی لوگوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ تقاضائے ایمان اپنے پیدا کرنے اور پالنے والے کی طاقت اور اس کے حکم کی خلاف ورزی کرنے سے ڈرو۔ اس کے بعد جو ارشاد ہو رہا ہے اس پر بھی انتہائی توجہ صرف کر دینے کی ضرورت ہے اور وہ یہ حقیقت کہ آسمانوں کے پیدا کرنے والے کی یہ زمین بہت وسیع اور بہت عریض ہے۔ اس میں رہتے ہوئے اوپر کی صفات رکھنے والے جو بھی نیک رویّہ اختیار کریں گے نتیجے اور انعام میں اُن کے لیے بھلائی کی خوشخبری دی جا رہی ہے۔ حق کی راہ پر چلنے والوں کی آزمائش کے لیے قدم قدم پر باطل کی یا شیطانی رکاوٹیں سامنے آتی ہی ہیں۔ انہی موانعات پر ثابت قدمی کے ساتھ صبر کرنے والوں سے وعدہ فرمایا جا رہا ہے کہ اُن کو اس کا اجر بے حساب دیا جائے گا اس بات کو ذہن میں ایک مرتبہ پھر لے آنا چاہیئے کہ یہ بے حساب ملنے کا وعدہ انہی کے دل کو لگے گا جو دل سے ایمان لے آئے ہیں اور دل سے اللہ سے ڈرتے ہیں۔ وہ نہیں جو اسلام کے دشمنوں کے پروپیگنڈے کا شکار ہو چکے ہیں یا جو آیات قرآنی کو عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔

(۷۷)

"یقیناً اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں کے قریب ہے۔"

(اعراف - ۵۶)

گذارش اللہ عزوجل سے ڈرتے ہوئے سچے لوگوں کا ساتھ دینا، جھوٹی باتوں سے پرہیز کرنا، درست اور صحیح بات کہنا اور کرنا، معافی اور درگزر سے کام لینا، احسان اور صلہ رحمی سے کام لینا ہمیں نیک کردار بنا دے گا اور رحمٰن و رحیم کی رحمت ہم سے قریب ہو جائے گی۔ اس رحمت میں ہمیں اپنے سب بھائیوں اور بہنوں کو بھی شریک کرنا چاہیے۔

(۷۸)

وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور آسمان سے تمہارے لیے رزق نازل کرتا ہے مگر ان نشانیوں کے مشاہدے سے سبق وہی لیتا ہے جو اللہ کی طرف رجوع ہونے والا ہو۔ (پس اے رجوع کرنے والو) اللہ ہی کو پکارو اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے خواہ تمہارا یہ فعل کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔ (مومن - ۱۳-۱۴)

گذارش آسمان سے نزول رزق کے طریقے ایک دو نہیں ہزاروں اور لاکھوں ہیں۔ کسب معاش اور حصول آسائش کے جتنے ذرائع اور وسائل وہ کارساز حقیقی ہمارے لیے پیدا کرتا رہتا ہے جن سے ہمیں رزق و دولت حاصل ہوتی ہے وہ

سب کے سب نزول آسمانی کے زمرے میں ہی آتے ہیں۔ لیکن اقبال طبعی کو ہی یہاں اگر لے لیا جائے تو بھی اتنی بلندیوں پر جو کام ہوا اور بادلوں کو سونپا گیا ہے وہ ہی نزول رزق کا ایک کھلا ہوا اور واضح ذریعہ نظر آتا ہے۔

اس ہوا کے ساتھ بارش اور سورج کو ملا کر یہ دیکھنا اور سوچنا ہے کہ غریب اور فقیر کے نانِ شبینہ سے لے کر بادشاہوں کے محلوں میں بچھے ہوئے لمبے چوڑے دسترخوانوں یا میزوں تک وہ کون سی چیز یا نعمت ایسی ہے جو پہلے آسمان سے نازل نہیں فرمائی گئی۔ کھانے پینے کی وہ کون سی بڑی سے بڑی نعمت ایسی ہے جو رزاق حقیقی کی طرف سے اس دنیا میں نازل نہیں فرمائی گئی۔ اور وہ کون سا ایسا رزق ہے جسے آسمانوں کے پیدا کرنے والے نے زمین کو اُگلنے کا حکم نہیں دیا؟

" رزق " صرف کھانے پینے کی چیزوں سے متعلق نہیں ہے بلکہ مادی دولت سے حاصل کی ہوئی اُن تمام آسائشوں کا احاطہ کرتا ہے جو انسان کو عطا کی گئی ہیں۔ تعلیمیافتہ ترقی یافتہ اور امیر ملکوں نے اپنی صنعتی ترقی کی جو دھاک دنیا پر بٹھا رکھی ہے ان سب کو سامنے رکھ کر دیکھ لیا جائے کہ وہ کون سی ایسی چیز ہے جسے انہوں نے زمین کے پیٹ سے پہلے نہ لیا ہو؟ لوہا، چاندی، سونا، ہیرے سے لے کر کیمیکلیات گندھک اور بے شمار معدنیات اسی زمین سے نکال کر یہ لوگ آگے بڑھے ہیں۔ زمین اگر یہ سب کچھ مہیا نہ کرتی اور اگر " آسمان " سے آنے والے عناصر اس کی مدد نہ کرتے تو آدمی کے پاس نہ کھانے کے لیے کچھ ہوتا اور نہ تحقیق و تفتیش کے لیے کچھ رہتا۔

انہی نشانیوں کو پہچاننے کا ذکر فرمایا گیا ہے اور اسی کے متعلق یہ ارشاد ہے کہ پہچاننے اور سبق لینے والا ہی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ سبق نہ لینے والوں

ترقی یافتہ منکرین کا اس دنیا میں تین چوتھائی سے زیادہ حصّہ بھرا ہوا ہے۔ ہمیں پیروی اُن کی نہیں کرنی ہے۔ بلکہ انہی نشانیوں کو پہچاننے اور ان کو پہچان کر سبق لینے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع ہونے کی ضرورت ہے۔ اسی کے ساتھ ہمیں اُن کو بھی اچھی طرح پہچان لینا چاہیے جن کی تعداد اس دنیا میں تین چوتھائی سے زیادہ ہے اور یہ بھی خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اتنی بڑی تعداد کے رجوع نہ ہونے میں وہی نعمتیں حائل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو مرحمت فرمائی ہیں۔

آنکھوں کو چکاچوند دینے والی اور خیرہ کر دینے والی راہ نمائی کی کتنی عظیم الشان روشنی ہے اس ہدایت میں کہ دین اسلام کو خالص رکھتے ہوئے اللہ کو اور صرف اللہ ہی کو پکارو "خواہ تمہارا یہ فعل کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو" یہی وہ سنگین مراحل ہیں جن سے دنیا حق و باطل کی لڑائی میں ہزاروں سال سے گزرتی چلی آئی ہے۔

دنیا کی پُل صراط کا یہی وہ نازک ترین موقع ہے جہاں پاکستان اس وقت کھڑا ہے۔ ساری دنیا اس سے علی الاعلان کہہ رہی ہے کہ تم اپنے مذہب کو خیر باد کہہ دو۔ خود ہمارے ہی ملک میں ہمارے دشمنوں نے بعض ایمان فروشوں کو خرید لیا ہے اور اُن کی زبان سے بھی یہی کہلوایا جا رہا ہے کہ مذہب سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ دین کی خدمت کرنے والوں کو "رجعت پسند" کہا جا رہا ہے۔ کیا آپ کا، میرا اور تمام پاکستانی مسلمانوں کا اور خصوصیت کے ساتھ طلباء کا یہ فرض نہیں ہے کہ اس حکم ازلی کے آگے سر جھکا دیں۔ اس کے دین کو خالص کرتے ہوئے اس سے ڈریں اور کافروں کی دشمنی کو سمجھ کر اُن کی ناگواری کی پرواہ نہ کریں۔ خود اپنی پوری زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھال لیں اور پھر اپنے

بھائیوں اور بہنوں سے بھی یہی استدعا کریں۔ اور اس استدعا کو برابر جاری بھی رکھیں ؟

(۷۹)

زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لیے اور خود تُمہارے اپنے وجود میں ہیں۔ کیا تم کو سوجھتا نہیں ؟

(الذاریات - ۲۰ - ۲۱)

گذارش زمین کی نشانیوں میں وہ ساری نعمتیں شامل ہیں جو سامان خورد و نوش اور بیش بہا معدنیات کی شکل میں وہ انسان کو فراہم کرتی رہتی ہے۔ اور زمین اور آسمانوں کے پیدا کرنے والے نے اس زمین کو اس خدمت پر پابند اور مامور بھی کر دیا ہے کہ وہ اس فراہمی کو برابر جاری بھی رکھے۔

ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک، کان، ہاضمہ، دوران خون وغیرہ کے افعال کو الگ الگ لیا جائے تو بھی جب تک ان میں ربط اور ہم آہنگی نہیں ہو گی آدمی نہ خود کار چلتی پھرتی گاڑی بن سکے گا اور نہ حیوان ناطق کی صف میں کھڑا ہو سکے گا۔ اس کے بعد باری باری جو نعمتیں انسانی وجود میں نشانیوں کی طرح نظر آرہی ہیں وہ ہیں: قوت ادراک، قوتِ استدلال، حافظے کی صلاحیت، اچھے اور بُرے جذبات تخیل اور تصور کی دنیا، رنج، خوشی، غصہ، نرمی، دشمنی اور محبت کی کیفیات یا احساسات۔ اور ان سب پر ارفع و اعلیٰ ہے قوتِ ارادی کون ہے ایسا جو اپنے

وجود کی دنیا میں ان میں سے کسی ایک نعمت کی کارکردگی سے واقفیت نہیں رکھتا؟ کیا اُسے معلوم نہیں کہ کس وقت کون ساخیال کیسے وجود میں آتا ہے؟ اُسے کس طرح روکا یا بڑھایا جا سکتا ہے؟ کس طرح وہ خیال اور ارادے کے مدارج کو دانستہ یا نادانستہ طے کرتا کرتا میدانِ عمل میں پہلا قدم رکھ لیتا ہے؟ کیا آدمیوں کی صلاحیتوں سے بڑی بھی کوئی چیز آدمی کو کہیں نظر آتی ہے؟ آدمیوں کی دنیا میں نہ ہے اور نہ نظر آسکتی ہے۔ تو پھر آدمی اپنے آپ میں خود ہی جھانک کر کیوں نہیں دیکھ لیتا کہ کتنا بڑا اور عظیم المرتبت خالق ہوگا وہ جس نے اتنی عجیب و غریب صلاحیتیں مجھ میں رکھ دی ہیں؟

(۸۰)

"اس واقعے میں ایک نشانی ہے۔ یقیناً اس میں ایک نشانی ہے۔ مگر ان لوگوں میں سے اکثر ماننے والے نہیں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی"

(الشعراء ۸ - ۹ - ۶۶ - ۶۸ - ۱۰۳ - ۱۰۵ - ۱۲۱ - ۱۲۳ - ۱۳۹ - ۱۴۰ - ۱۵۸ - ۱۵۹ - ۱۷۴ - ۱۷۵ - ۱۹۰ - ۱۹۱) -

گذارش ہر واقعے کو پڑھ کر ہمیں یاد یہی رکھنا ہے کہ ان لوگوں میں سے اکثر ماننے والے نہیں تھے اور اب بھی ماننے والے نہیں ہیں —— لیکن ہمارا رب العالمین زبردست ہونے کے ساتھ

ساتھ رحیم و کریم بھی ہے۔ ورنہ ان نہ ماننے والوں کی حقیقت ہی کیا تھی۔ مالک یوم الدین کو تو اس دنیا کو دارالامتحان بنا کر باقی رکھنا تھا اور اب بھی اسے اسی طرح قائم رکھنا نظر آرہا ہے۔ ہمارا کام یہی ہونا چاہیے کہ نہ ماننے والوں تک وہ واقعات اور ان کا انجام پہنچاتے رہیں جن کا ذکر ان ۱۶ سولہ مقامات پر فرمایا گیا ہے۔

دیکھو کس طرح ہم بار بار اپنی نشانیاں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں اور پھر یہ کس طرح ان سے نظریں چرا جاتے ہیں۔" (الانعام - ۴۶)

خالق کائنات نے جو بھی حکم قرآن کریم میں دیا ہے، جو بھی نصیحت اس اس میں کی ہے اور جو بھی حوالہ اس میں شامل فرمایا ہے وہ سب کے سب نشانیوں کا ہی حکم رکھتے ہیں۔ انہی کے تواتر سے پورا قرآن معجز بیان بھرا ہوا ہے۔ اب ہم آپ ہی جب ان آیات کا حوالہ اپنے بھائی بہنوں کو دیتے ہیں تو ان میں ایک طبقہ ایسا ملے گا جن کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ: "وہ نظریں چرا جاتے ہیں"۔ لیکن کیا ان بھائی بہنوں کا کوئی علاج ہمارے پاس نہیں ہے؟ کیا ہمارے پاس کوئی طریقہ علاج نمبر (۳۴) میں نہیں ہے، کیا (۳۸) اور (۳۹) میں بھی نہیں ہے اور کیا نمبر (۴۳) میں بھی کوئی رہنمائی ہمیں نہیں ملتی؟ کیا کسی طرح ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے؟

(۸۱)

زمین اور آسمانوں کی پیدائش اور رات اور دن کے باری باری آنے میں ان ہوشمند لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو

اُٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں خُدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی ساخت پر غور کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول اُٹھتے ہیں) پروردگار، یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے۔

(آل عمران - ۱۹۱)

گذارش

نمبر (۷۹) میں ان نشانیوں کا ذکر آچکا ہے جو آدمی کے اپنے وجود میں موجود ہیں جن پر غور کرنے کی ہدایت اسے فرمائی گئی ہے۔ یہاں اُسے زمین و آسمان کی پیدائش کی طرف متوجہ فرمایا جا رہا ہے اور یہ فرمایا جا رہا ہے کہ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کے متواتر آتے رہنے پر ہی آدمی توجہ کرے تو وہ خالق حقیقی کو پہچان لے گا۔ لیکن بدقسمتی سے آدمی نے فاصلوں اور اقدار کو ناپنے میں جو ترقی کی ہے بس وہیں پہنچ کر وہ رُک گیا۔ جب اس نے زمین کا قطر معلوم کر لیا اور یہ بھی کہ یہ اپنے محور پر تقریباً آٹھ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے گھوم رہی ہے اور پوری جانب سے ۲۲ ½ زاویے کے ساتھ ایک طرف جھکی ہوئی ہے تو اُس کی آنکھیں یکسر بند ہو گئیں۔ اس نے اتنا کچھ تو دیکھ لیا اور سمجھ لیا لیکن بدنصیب نے یہ نہ سوچا اور نہ سمجھا کہ یہ سب کچھ ہو کس کے حکم سے رہا ہے۔ اور کس کے نظام کے ماتحت ہو رہا ہے؟

لیکن یہ حقائق انہی ہوش مندوں کو نظر آتے ہیں جو ہر حال میں اپنے خالق حقیقی کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اور انہیں اپنے اردگرد جو کچھ بھی دکھائی دیتا ہے اس میں ان کے لیے نشانیاں ہوتی ہیں اور انہی سب کو دیکھ کر وہ اس بات کا اقرار اور اعتراف

کرتے رہتے ہیں کہ اے کائنات کے پیدا کرنے اور قائم رکھنے والے تو نے ان سب کو واقعی فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے۔

(۸۲)

"آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے کی بہ نسبت یقیناً زیادہ بڑا کام ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں۔" (مومن - ۵۷)

گذارش ہمارے وجود میں ہاتھ پاؤں، پیٹ، سر کیا نہیں ہے؟ سب ہی کچھ ہے لیکن مغرب زدہ آدمی حواس خمسہ، اس کے اعمال اور کرشموں سے آگے بڑھتا ہی نہیں ہے۔ اسے اپنی عقل و فراست، معلومات اور تجربوں پر بڑا گھمنڈ ہو گیا ہے اور ان سب پر مستزاد ہیں۔ جدید علوم فنون اور وہ ایجادات جو انجن، بجلی اور خودکار مشینوں سے شروع ہوئیں اور جنہوں نے اس کے قدم چاند پر رکھوا دیئے۔ یہ تمام مادی اور دنیوی ترقیاں کیا آدمی کے خود اپنے وجود میں پہلے سے خوابیدہ نہیں تھیں؟ اور کیا اسی آدمی کی اپنی ہی ذات کافی نہیں ہے اس خالق کائنات کو پہچاننے کے لیے جس نے اسے بھی پیدا کیا اور اس زمین کو بھی جس میں وہ رہتا بستا ہے۔ اب اپنی عقل اور علم پر گھمنڈ رکھنے والا مٹی کا پتلا یہ سوچ کر دیکھ لے کہ اس کے اپنے وجود کی تخلیق سے کتنا بدرجہا بلند اور بڑا کام تھا زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنا۔ لیکن افسوس کہ اتنی ہی موٹی اور واضح بات کو ہم میں سے بہت سے نہیں جانتے یا نہیں مانتے۔ ایسے ہی عقلمندوں تک یہ موٹی سی بات ہمیں اور آپ کو پہنچانی ہے۔

۸۳

یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو (اے محمدؐ) ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل و فکر رکھنے والے اس سے سبق لیں۔

(صٓ - ۲۹)

گذارش: اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ یہ مکمل ہدایت نامہ رسول کریمؐ کی طرف کیوں نازل فرمایا گیا ہے۔ نازل اس لیے فرمایا گیا ہے کہ ہم اس پر غور و فکر کریں اور سبق حاصل کریں۔ سبق حاصل کرنے والے وہی ہوں گے جو عقل و فکر سے کام لینے والے ہوں گے۔ عقل و فکر کی روشنی میں سبق حاصل کرنے کا طریقہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ احکامِ قرآنی پر عملی طور پر کاربند ہو جائیں۔

۸۴

انہیں دیکھو تو ان کے جثے تمہیں بڑے شاندار نظر آئیں۔ بولیں تو تم ان کی باتیں سنتے رہ جاؤ۔ مگر اصل میں یہ گویا لکڑی کے کندے ہیں جو دیوار کے ساتھ چن کر رکھ دیے گئے ہوں۔ (منافقون ۴)

گذارش یعنی ان کے بڑے بڑے ہاتھ پاؤں، چوڑے چکلے سینوں اور شاندار قدوقامت کی طرف نہ جانا۔ ان سے کوئی نسبت نہیں ہوتی اُن باتوں کی جو یہ لوگ کماکرتے ہیں۔ ان کی باتیں پھس پھسی، لایعنی، غلط اور گمراہ کن ہوتی ہیں۔ کیا وقعت ہوتی ہے اُن کُندوں کی جو دیواروں میں چُن دیے جاتے ہیں؟ کوئی کمی نہیں ہے ہمارے معاشرے میں بھی ایسی شاندار شکل وصورت رکھنے والوں کی۔ کس قدر عمدگی اور وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتادیا ہے کہ ان شاندار صورت شکل رکھنے والوں کی باتوں کا صحیح ہونا ہرگز ضروری نہیں۔ جسم کا اچھا ہونا ذہن کی عمدگی کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ ہمیں ان باتوں کو پرکھ کر دیکھنا چاہیے کہ ان میں کتنی سچائی اور کتنا کھوٹ ملا ہوا ہے۔ یہاں انہی منافقوں کا ذکر فرمایا جارہا ہے جنہوں نے فانی دنیا کے چند چمکتے ہوئے ٹھیکروں کی خاطر اپنا ایمان بیچ ڈالا اور بیچ کر منافقت کی ذلیل راہ اختیار کی۔ اس لیے دوغلی اور دورُخی باتوں کے زہر سے وہی محفوظ رہ سکتا ہے جس کا بھروسہ اللہ پر ہے، جس نے قرآنِ کریم اور حضورؐ کے احکام کو اپنی زندگی کا راہ نما بنالیا ہے۔

(۸۵)

”جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اس کا گمان بھی نہ جاتا ہو“ (طلاق ۲-۳)

گذارش مشکلات کو بھی دورِ آزمائش ہی قرار دیا گیا ہے۔ یعنی مشکلات میں پڑ جانے یا گھر جانے کے بعد آدمی کے سامنے وہ طریقے اور راستے بھی کھلے ہوتے ہیں جن پر وہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے بے خوف ہو کر چل سکتا ہے اور اپنی مشکلات کو دور کرنے کے وہ ذرائع اختیار کر سکتا ہے جن کا حکم ہمیں پیدا کرنے والے نے ہم کو دیا نہیں ہے۔ اسی واسطے یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اگر ہم مشکلات کے دور میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور اس ڈر میں عملاً استقامت دکھاتے رہے تو وہ مسبب الاسباب اس سے نکلنے کی راہ بھی پیدا فرما دے گا اور رزق بھی ایسے ایسے راستوں سے ہمیں فراہم کر دے گا جس کی طرف ہم نے نہ کبھی اپنی فکر کے گھوڑے دوڑائے اور نہ جس طرف سے ہم نے کبھی کوئی اُمید وابستہ کی۔ یہ وہ حقائق ہیں جن کا زندگی کے دور میں قدم قدم پر ہم مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔

(۸۶)

اے نبیؐ ان سے کہو میرا رب جسے چاہتا ہے کشادہ رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا عطا کرتا ہے۔ مگر اکثر لوگ اس کی حقیقت نہیں جانتے۔ یہ تمہاری دولت اور اولاد نہیں ہے جو تمہیں ہم سے قریب کرتی ہو۔ ہاں مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ (سبا - ۳۷)

گذارش

بہت معمولی سے غور و خوض کے بعد یہ حقیقت کھل کر ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ ایک فرد ہو یا پوری قوم، رزق اس کی قابلیت یا تجربے کی بناء پر نہیں مل رہا ہے بلکہ اس تقسیم میں اللہ تعالیٰ کی کچھ مصلحتوں کو دخل ہے جنہیں وہی خوب جانتا ہے کہ کس کو کتنا دے اور کس کو کتنا نہ دے۔ ہم آپ اپنے حلقوں پر ایک نگاہ ڈال کر دیکھیں تو بلا دِقت یہ نظر آجائے گا کہ فلاں اپنی نا اہلی کے باوجود وہ کچھ کما رہا ہے جس کا نصف بھی فُلاں فُلاں کو اپنی غیر معمولی قابلیتوں کے باوجود نہیں مل رہا ہے۔ تعلیم یافتہ کی تنگ دستی اور غیر تعلیمیافتہ کی خوشحالی کی بے شمار مثالیں بھی ہمارے سامنے موجود ہیں۔

مسلمان قومیں بدحالی اور تنگ دستی میں بھی مبتلاء ہیں اور خوشحالی اور رزق کی فراوانی سے بھی مالامال ہیں۔ گویا ایک طرف آزمائش تنگ دستی اور معاشی بدحالی سے ہو رہی ہے تو دوسری طرف فراخی اور فیاضی سے۔ اور آدمی کا حال یہ ہے کہ اُسے ایک طرف گلہ ہے کمیٔ رزق کا تو دوسری طرف بے نیازی ہے فراوانیٔ رزق سے۔ یعنی دونوں صورتوں میں کہتا تو وہ سب کچھ ہے مگر جس ایک بات کو ماننے سے بھاگتا اور گریز کرتا ہے وہ ہے اس بات کا اقرار کہ یہ تنگ دستی یا یہ فراوانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لیے آزمائش اور امتحان ہے۔ اور ضرورت ہے صرف اِسی بات کو سمجھنے اور مان لینے کی۔

یہ فرمانِ الٰہی بھی پوری توجہ کے ساتھ ایک مرتبہ سمجھ لینا چاہیے کہ دولت سے ہماری محبت اور اولاد سے ہماری چاہت ہمیں اللہ تعالیٰ سے قریب نہیں کر سکتیں۔ یعنی ان کی محبتیں اُس کی قربت حاصل کرنے میں حارج و مانع ہیں۔ سواء

ان لوگوں کے جو اُس پر سچے دل سے ایمان لے آئے اور عمل نیک کرنے لگے ۔

۸۷

"اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو۔" (مائدہ - ۲۳)

گذارش تنگ دستی اور مصیبت میں ، بیماریوں میں ، مالی نقصانات میں ، حق و باطل کی جنگ میں ، مقتدر انسانوں سے نہ ڈرنے میں اور اس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر جتنی بھی آزمائشیں آسکتی ہیں اُن سب میں مومن کی پہچان یہی بتائی گئی ہے کہ وہ اس زمین اور آسمانوں کے پیدا کرنے والے اور چلانے والے پر بھروسہ کرے ۔ اس بھروسے کے بعد تمام مشکلات حل ہوتی چلی جائینگی ۔ آدمی کے بھروسے کو دیکھنے اور پرکھنے والا بھی وہی ہے جو آدمی کا پیدا کرنے والا ہے اور جو اس آدمی کی رگ رگ سے کامل ترین واقفیت رکھتا ہے ۔

۸۸

اور جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے ۔

(آلعمران - ۲۷)

اللہ جس کو چاہتا ہے رزق کی فراخی بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا رزق دیتا ہے یہ لوگ دنیوی زندگی میں مگن ہیں حالاں کہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک متاعِ قلیل کے

سوا ءکچھ نہیں۔ (رعد - ۲۶)

گذارش

ہمارے لیے رزق کا معاملہ کچھ ایسا ہے کہ اگر ہم دل سے یہ بات تسلیم کرلیں کہ دینے والا وہی ایک رزاق حقیقی ہے اور وہی اپنی تشخیص اور مصلحت اور حکمت کی بناء پر ہم کو کم یا زیادہ یا بے حساب یا تیا تلا دیتا ہے تو ہماری زندگی کے بڑے بڑے مسائل خود بخود حل ہوجاتے ہیں۔ غیر ضروری بھاگ دوڑ اور تگ ودو میں کمی آجاتی ہے۔ اور یہ کمی ہمارے لیے ذہنی یکسوئی اور دلی سکون کا باعث بن جاتی ہے۔ اور یہ ذہنی یکسوئی اور دلی سکون دوسرے احکام قرآنی کو پورا کرنے کے لیے بہت ممد و مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔

ہم میں سے ایک طبقہ ایسا ہے جس کا ہر فرد یہی سمجھتا ہے کہ زمانہ یا معاشرہ مجھ پر ظلم کر رہا ہے ورنہ میری قابلیت اور خصوصیات ایسی تھیں کہ مجھے کم از کم بیس گنا تو ضرور ہی اُس سے زیادہ ملنا چاہیئے تھا جو کچھ اب مجھے مل رہا ہے۔ لیکن اس قسم کے تمام افراد اس حقیقت کو تلاش کرنے کی ذرہ برابر کوشش نہیں کرتے کہ اُنہی جیسے اور کتنے ہیں جن کو اُن سے بھی کم مل رہا ہے۔

اس کے بعد اُن کو لیجیے جو دل میں اپنی کوتاہیوں اور خامیوں کو تو تسلیم کرتے ہیں لیکن پھر بھی یہی شکایت ان کی زبان پر رہتی ہے کہ ہمارا حال خراب ہے ان لوگوں کی نظر بھی صرف ان تک پہنچتی ہے جن کو یہ اپنی قابلیت وغیرہ کے مقابلے میں صحیح یا غلط طریقے سے اپنے سے کم تر سمجھتے ہیں اور اپنے مقابلے میں خوشحال پاتے ہیں۔

ایک گروہ ایسا بھی ہے جس میں بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو

ذاتی قابلیت اور ذاتی خصوصیات کے ساتھ محنت قوتِ ارادی اور استقامت کو شامل کرتے ہیں اور رزق کے حصول کو انہی کے متناسب سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا اتنا ہی ہوتا ہے کہ جتنی محنت کروگے بلکہ جس قدر چاہو گے اتنا ہی ملے گا۔ لیکن یہ قول اور ارادہ رزق کے معاملے میں ہمیشہ ہی درست نہیں نکلتا۔

ہمارے آپ کے علم میں ایسے اصحاب بھی ہیں جن کا پیمانۂ رزق اور معیارِ دولت اتنا اونچا ہوتا ہے کہ وہ اُن کی زندگی میں کبھی پورا ہی نہیں ہوتا۔ زمانہ اور وقت جس تیزی سے گزر کر انہیں پیچھے چھوڑتا چلا جا رہا ہے، دن کو ہفتوں میں ہفتوں کو مہینوں اور سالوں میں بدلتا چلا جا رہا ہے اُسے دیکھنے اور اُسے سمجھنے سے اُن کی نظریں ہمیشہ قاصر ہی رہتی ہیں۔ جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ اتنا ہی کہ مکانوں کی تعداد کتنی ہوئی، کرائے یا کاروباری آمدنی میں اضافہ کتنا ہُوا، اور نقد جمع جکڑی میں صفر چار سے پانچ اور پانچ سے چھ کب ہوئے۔

ان تمام گروہوں اور طبقات کو ہم اگر یکجا کر دیں تو اِن کے مجموعے میں سے پھر دو قسمیں اُبھرتی ہیں۔ ایک وہ جو اپنی خصوصیات کے ساتھ اپنے رزق کو جائز و ناجائز دونوں طریقوں سے بڑھانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو جائز طریقوں پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔ تعداد یا تناسب میں یہ دوسرے لوگ خواہ کتنے ہی کم کیوں نہ ہوں پھر بھی وہ قابلِ تقسیم ہی ٹھیرتے ہیں۔

اسلام کے چھپے ہوئے دشمنوں نے بعض باتیں ایسی چھانٹ ل ہیں جو بڑی معصومیت کے ساتھ وہ ہمارے ناواقف بھائیوں سے کہہ دیتے ہیں اور کہہ کر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں مثلاً اسی سلسلے کی اس بات پر غور کیجیے جو سُنا دی

جاتی ہے: "یعنی اسلام تو دولت کمانے کو یا امیر بننے کو منع کرتا ہے" یہی بات نا سمجھوں کے دماغ میں پکتی رہتی ہے اور بالآخر اپنے ہی مذہب سے باغی اور متنفر کر دیتی ہے۔ درانحالیکہ اسلام نے دولت کے کمانے پر کوئی پابندی عاید نہیں کی ہے۔ البتہ دولت کے استعمال کا صحیح طریقہ ضرور بتایا ہے۔

ہادیٔ برحق اس آیت کریمہ میں جو کچھ فرما رہا ہے وہ یہی ہے کہ نپا تُلا دینے والا بھی میں ہوں اور کشادہ اور بے حساب بھی میں ہی تقسیم کیا کرتا ہوں۔ خواہ ان کو دیکھ لیجیے جن کی ساری عمر رزق کی کشاکش میں کٹ گئی یا ان کو دیکھ لیجیے جن کو ذرا سی محنت سے بہت سارا مل گیا اور ملتا ہی چلا گیا۔ یا پھر اُن کو دیکھ لیجیے جو امیروں یا بادشاہوں کے گھر پیدا ہو گئے اور جن کو حصولِ دولت کے لیے کبھی کچھ کرنا ہی نہیں پڑا۔ لیکن ان سب کو دیکھنے کے بعد یہ حقیقت بھی تو غور طلب باقی رہتی ہے کہ رزاقِ حقیقی، رزق حاصل کرنے کی کوشش کو منع نہیں فرما رہا ہے۔ اور نہ یہ فرما رہا ہے کہ کشادگی کی طرف قدم نہ بڑھاؤ یا جدوجہد نہ کرو۔ دونوں باتیں کر سکتے ہو۔ لیکن اس کو نہ بھولنا کہ اس کے دینے یا نہ دینے کے کُلّی اختیارات میرے پاس ہیں۔

رزاقِ حقیقی کے ان اختیارات کا علم و یقین دل میں رکھ کر رزق کے لیے جو بھی جدوجہد کرے گا اس کی شان ہی کچھ اور ہو گی۔ اس کو فکر اور پریشانی نہیں ہو گی، سکون اور اطمینان ہو گا۔ ہوس کا مارا ہوا دیوانہ صفت وہ نہیں ہو گا، بلکہ جدوجہد کے باوجود قناعت اور شکر کی دولتوں سے وہ مالا مال ہو گا۔ رزق کی ہر کوشش میں اُسے لطفِ بندگی حاصل ہوتا رہے گا۔

تقسیم رزق کے اسی حکم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہمارے لاکھوں بھائی بند ملک سے باہر نظر آتے ہیں ہمارے دین نے یہ اصرار تو نہیں کیا ہے کہ پیسے کی خاطر اپنوں کو چھوڑ کر باہر چلے جاؤ اور جاؤ بھی اُن ملکوں میں جن کو تم سے تمہارے مذہب سے اور تمہارے ملک سے کوئی دلچسپی ہی نہیں بلکہ ان میں سے اکثر تمہاری ان سب چیزوں کے مخالف اور علی الاعلان دشمن بھی ہیں ان کی کوتاہ بین نظروں کو اتنا ہی نظر آیا کہ ہم اپنے ملک میں رہتے تو اتنا نہ کماتے جتنا ہم نے باہر رہ کر سمیٹ لیا۔ سوال تو ایک ہی باقی رہتا ہے کہ اس کمائی کا دینی مصرف کیا ہوا ؟ اگر ہمارے بھائی ملک سے باہر رہ کر مالی حالت بہتر کرنے کے ساتھ ساتھ خود ایک سچے مسلمان کی زندگی گزارتے اور دینی خدمات (امر دینی اور عام دینی تبلیغ بھی) دوسروں کے لیے نہ سہی تو کم از کم اپنوں کے لیے ہی انجام دیتے رہتے تو ان کے ترکِ وطن کا یہ رویہ اس قدر قابلِ اعتراض اور لائقِ افسوس نہ ہوتا۔ مگر بدقسمتی سے جو کچھ نظر آتا ہے وہ اتنا ہی ہے کہ خود پسندی کی یہ جلاء وطنی محض پیسے کی خاطر ہوتی ہے۔ اس کے سواء کچھ نہیں ہوتا۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ جس ماحول اور معاشرے میں کسب معاش کا یہ سلسلہ سالہا سال جاری رکھا جاتا ہے اُسی کا اثر بڑی آسانی کے ساتھ قبول کر لیا جاتا ہے۔ اُنہی کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔ انہی کے انداز میں سوچنے لگتے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ بالآخر اپنوں سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ پردہ اپنی خواتین کا جب اُٹھاتے ہیں تو یہ کہہ کر کہ بھلا کس طرح ہم یہاں اسلامی احکام کی پابندی کریں۔ اتنی بات تو یہ حضرات ایک اعتبار سے سچ ہی کہتے ہیں۔ لیکن ان

حضرات سے اگر اتنا اور پوچھ لیا جائے کہ آپ اپنے وطن عزیز کو اور اپنے معاشرے کو چھوڑ کر ایسی جگہ آئے کس حکم کے ماتحت تو پھر اس کا جواب نہیں بن پڑتا۔ یورپ میں بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں پینے کے لیے شراب ہی ملتی ہے۔ پانی بہت ہی مشکل سے ملتا ہے۔ اب یہی حضرات وہاں جا کر اگر رہنے بسنے لگیں تو شاید شراب کو بھی یہ کہہ کر حلال کر لیں گے کہ کیا کیا جائے یہاں تو پانی ملتا ہی نہیں۔ پھر خود آئے تو آئے اہل و عیال کو بھی ساتھ لیتے گئے۔ نہ لے جاتے تو گھر شاید جلد واپس ہو لیتے۔ ساتھ لے گئے تو بے پردگی پر بھی چپ ہو گئے۔ اور شراب بھی کسی نہ کسی ضرورت اور مصلحت سے جائز ہو گئی۔ پہلے خود غلط راہ اختیار کریں۔ پھر کافروں اور مشرکوں کے معاشرے میں جذب ہوں، اس کے بعد یہ گلہ کریں کہ یہاں یہ کرنا مشکل ہے اور وہ بات کرنی ناممکن ہے۔ ہر چیز کو پہلے خود اپنے لیے مشکل بنائیں اور اس کے بعد ناممکن العمل ہونے کا الزام رکھ کر اپنے ہی مذہب کو بدنام و رسوا کریں۔ ان بھائیوں کا ذکر کرتے ہوئے تو بڑی شرم آتی ہے، جو قومیت لے کر باہر کے ہی ہو گئے اور وہیں رہ پڑے یا جنہوں نے عیسائی لڑکیوں سے شادی کر لی اور اپنے خاندان کو برباد کر دیا۔ اسلامی معاشرے کو جو نقصان ان بھائیوں سے پہنچا ہے وہ ناقابل تلافی ہے۔ یہ حال ہے اُس مہم پر رہنے کا جو کسب معاش اور حصول رزق کی خاطر ہمارے بھائی روا رکھتے ہیں۔

اپنے ہی ملک کی معیشت کو خراب کر کے باہر جانے والے یہ ہمارے بھائی یہ بھی کہنے لگے ہیں کہ ہم اپنی حکومت کے لیے زرمبادلہ فراہم کرتے ہیں۔ ایک بات تو یہی ہے کہ قابلیت اور استعداد کے یہ انسانی سرمائے اگر اپنے ہی ملک میں

رہتے اور نوکریاں کرنے کے بجائے صنعت و حرفت کو ترقی دیتے ہوتے تو دنیا کا زرمبادلہ خود ہمارے آگے جھک جاتا۔ دوسری بات یہ کہ کہنے والے سچے دل سے یہ بتائیں کہ ملک کو چھوڑتے وقت کیا یہی نظریہ اور یہی مقصد لے کر نکلے تھے؟ شاید ہی کوئی اس کا جواب "ہاں" میں دے سکے۔ ہمارے ملک کے اندر بہت سے نادان بھائی یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ روٹی کی مار اور عام بدحالی کی وجہ سے ہم مذہبی احکام کو پورا کرنے میں قاصر رہتے ہیں۔ گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ رزق کے حصول کی کشاکش خدا پرستی میں مانع ہے۔ یہ خیال دراصل اعلانِ بغاوت ہے احکام قرآنی سے اور منہ موڑنا ہے اُن تمام حالات اور آزمائشوں سے جن کا ذکر کلام الٰہی میں بار بار فرمایا گیا ہے۔ ان نادان بھائیوں کو سبق حاصل کرنے کے لیے مشرق وسطیٰ کی مسلمان حکومتوں کی طرف بھی ایک نگاہ ڈال کر دیکھ لینا چاہیئے جن کو رزاق حقیقی زمین پھاڑ کر بلا محنت اور بلا مشقت دولتِ کثیر عطا فرما رہا ہے گویا ہمارے ملک میں لوگوں کو غربت کی وجہ سے رب العالمین کو یاد رکھنے کی فرصت نہیں ملتی اور جن کو بلا محنت ملتا ہے انہیں دولت کی فراوانی کی وجہ سے رزاقِ حقیقی کو یاد رکھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ نپا تلا ملنے اور بے حساب پا جانے والوں کی جیتی جاگتی زندہ مثالیں اس سے بہتر مل نہیں سکتیں۔ جنہیں ڈھونڈنے اور تلاش کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ بشرطیکہ ہم چشم بصیرت سے کام لینا پسند کر لیں۔

رزق کی ساری بھاگ دوڑ دنیا کی اسی زندگی میں ہے۔ اور آخرت کے مقابلے میں اس دنیا کی زندگی کو "متاعِ قلیل" فرمایا ہے۔ بڑی سخت ضرورت

ہے اس بات کی کہ ہم ان حقائق کو قرآن کریم کی روشنی میں خود سمجھیں اور اپنے بھائی بہنوں خصوصیت کے ساتھ طلباء کو بھی بتاتے اور سمجھاتے رہیں۔

۸۹

"اے لوگو۔ جو ایمان لائے ہو میں بتاؤں تم کو وہ تجارت جو تمہیں عذاب الیم سے بچا دے؟ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولؐ پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔" (صف -- ۱۰-۱۱)

گذارش یہ وہ تجارت ہے جس کا سرمایہ اللہ پر ایمان رکھنا ہے۔ اللہ پر ایمان لانے کا مطلب اس کے سواء اور کیا ہو سکتا ہے کہ جو کچھ قرآن کریم میں ہمارے لیے احکام کی شکل میں اس نے اُتارا ہے اُسے بلا چون و چرا مان لیں اور رسولؐ پر ایمان لانے سے مُراد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ اس عظیم ترین رہنما کی ہدایات پر سر تسلیم خم کر دیں اور اس کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو جائیں ان دونوں پر عمل کرنے کے بعد ہی ہم اپنے مال اور جان کی بازی لگا کر اللہ کی راہ میں جہاد کر سکتے ہیں۔ یہ نصیحت، یہ ہدایت، اور یہ حکم حلق پھاڑ پھاڑ کر اسلام کا نعرہ لگانے والوں کے لیے نہیں ہے بلکہ اُن کے لیے ہے جو صدق دل سے ایمان لے آئے ہیں جن کو دکھاوے اور نمائش اور ذاتی تشہیر کی قطعئ کوئی ضرورت پیش نہیں آتی۔ بلکہ اُن کا اصل مقصد صرف رضائے الٰہی ہوتا ہے۔ "یہی تمہارے

لیے بہتر ہے اگر تم جانو" ہمیں پھر پڑھنا چاہیے اور اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

(۹۰)

اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے۔

(رعد - ۲۸)

گذارش منصوبہ پانچ سالہ ہو یا دس سالہ یا ساری عمر کا خواب بیداری ہو۔ جو کچھ بھی ہو خلاصہ اور مقصد اُس کا مکان ہوتا ہے یا کوٹھی، موٹر ہوتی ہے یا "بینک بیلنس"۔ حکیم مطلق نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ دنیا کی آسائشوں اور نعمتوں کو حاصل نہ کیا جائے یا اُن سے منہ موڑ لیا جائے۔ بلکہ اس خیالِ باطل کی نفی فرمائی ہے کہ "دلوں کا اطمینان" اِن کے ذریعے ملنے والا نہیں ہے۔ بلکہ وہ ملے گا صرف "اللہ کی یاد سے"۔

دنیا کی چمک دمک کے پیچھے دیوانہ وار بھاگنے والوں کی پوری زندگی کی جدوجہد پر نظر ڈال کر اگر دیکھا جائے تو نظر یہی آئے گا کہ "دل کا اطمینان" انہیں کبھی نصیب ہوا نہیں۔

(۹۱)

لوگو، ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں تمہارا ہی ذکر ہے

(انبیاء - ۱۰)

گذارش "تمہارا ہی ذکر ہے"۔ یہ خطاب لوگوں یعنی انسانوں سے ہی فرمایا گیا ہے

کسی اور کو خبردار نہیں کیا گیا ہے۔ اور اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ امر و نہی سے جتنی بھی باتیں متعلق ہیں وہ ہمارے لیے ہی ہیں۔ اور دوزخ اور جنت کی جن سزاؤں اور نعمتوں کا اس میں ذکر فرمایا گیا ہے وہ بھی زیادہ تر آدمیوں سے متعلق ہیں۔ لوگ جنت کی نہروں اور حُوروں کے ذکر پر شیطانی وسوسوں کو دعوت دے کر اپنی عقل کے گھمنڈ پر نتائج اخذ کرنے کے ناقابلِ معافی جُرم کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ یہ انہی کے اطمینان اور تفہیم اور اصلاح کے لیے واضح فرمایا گیا ہے کہ ذکر اس میں تمہارا کیا گیا ہے جن کو تم سمجھ سکو اور جن کو تم پسند کر سکو۔ مزید تسکین اور تشریح کے لیے ہم کو سورۃ سجدہ آیات ۳۰-۳۱ میں یہ بھی جتا دیا گیا ہے کہ جنت میں وہ سب کچھ بھی ملے گا جس کو تمہارا دل چاہے اور یا جس کو تم طلب کرو۔

۹۲

تمہارے پاس تمہارے رب کی صاف رہنمائی آگئی ہے۔ لہٰذا وزن اور پیمانے پورے کرو۔ لوگوں کو اُن کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو۔ (اعراف - ۸۵)

ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ پورا ناپو اور تولو۔

(ہود - ۸۵)

پیمانے سے دو تو پورا بھر کر دو۔ اور تولو تو ٹھیک ترازو سے

تولو - یہ طریقہ اچھا ہے اور بلحاظ انجام بھی بہتر ہے۔ (اسرائیل - ۳۵)

گذارش صحیح ناپ تول کرنا، میزان میں خلل نہ ڈالنا، ترازو سے ڈنڈی نہ مارنا بے عیب ترازو سے تولنا، وزن اور پیمانے پورے اور صحیح رکھنا، خریداروں کو خریدی ہوئی چیزوں میں قسم اور معیار کے اعتبار سے اور قیمتاً گھاٹا نہ دینا اور بحیثیت مجموعی انصاف سے کام لینا معیشت اور تجارت، صنعت و حرفت اور خرید و فروخت کے لیے وہ عدیم المثال ہدایات ہیں اور وہ رہنما اصول ہیں جو تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے اور دنیا کی تمام کافر و مشرک قوموں کے لیے یکساں طور پر رہتی دنیا تک معاشی نظام کے صحیح ترین طریقہ کار کی نشان دہی کرتے ہی رہیں گے۔

ہم میں سے بدقسمتی سے بہت سے ایسے لوگ ہیں جو ناپ تول اور اس کے متعلق ہدایات کو بہت ہی سرسری نظر سے دیکھتے ہیں اور اُن کا ذہن باٹ اور ترازو سے آگے قطعی نہیں جاتا۔ حساب کتاب ہم زبانی لگائیں، یا پنسل سے کاغذ پر، یا مشینوں کے ذریعے جب بھی ہم خفیف ترین بے ایمانی کی طرف ارادی طور پر جھکیں گے اسی حکم ایزدی کی خلاف ورزی کے مرتکب ہونگے۔

کاروباری دنیا کے چھوٹے بڑے دوکاندار ہوں، یا تھوک فروش ہوں کاشتکار یا زمیندار ہوں، یا ملوں اور فیکٹریوں کے مالک ہوں جو بھی ہوں کاروبار کی ہر سطح کے فرد یا افراد کے لیے اس فرمانِ الٰہی کا منشاء اور مقصد ایک ہی ہے۔ دوکاندار کو کپڑا ناپنے کے لیے گز کی ضرورت پیش آئے یا ملوں کے مالکان کو سینکڑوں اور ہزاروں گانٹھوں کے وزن کرنے یا شمار کرنے کی،

دوکاندار دودھ بیچنے والا ہو، یا پرچونیہ، یا دوا فروش، یا صابن کے کارخانے یا کپڑوں کے مِل کچھ بھی ہو، جہاں بھی ہو اور جس صورت اور شکل میں بھی ہو، آزمائش وہاں ایک ہی ہوگی: مال اصل دیا جارہا ہے یا ملاوٹ کے ساتھ، اوزان درست رکھے جارہے ہیں یا دہ بے ایمانی برتی جارہی ہے جس کے فاش ہونے یا پکڑے جانے کا کوئی ڈر اور خوف نہ ہو۔ میزان میں خلل ڈالنے اور ڈنڈی مارنے کا جو طریقہ بھی، دال اور تیل بیچنے والا اپنے ترازو کے ساتھ اختیار کرتا ہے وہ بہ حال نظر بچانے کا فن اور ہاتھ کی صفائی کا آزمودہ نسخہ ہی ہوتا ہے۔ اچھوٹے دوکان داروں کے ترازوؤں کو اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوجائے گا کہ اس کا ایک پلڑا بغیر کسی وزن کے ایک طرف جھکا ہوا ہوگا۔ دونوں پلڑے آپ کو کبھی برابر نہیں ملیں گے۔ اس پر مزید بے ایمانی یہ ہوگی کہ باٹ یا اوزان گھسے ہوئے یا چھیلے ہوئے رکھے جاتے ہیں تاکہ تولی جانے والی چیز، صحیح وزن سے ہمیشہ کم ہی دی جائے)۔ لیکن ملوں اور فیکٹریوں میں ڈنڈی مارنے کا طریقہ ' "ماڈرن اور سائنٹفک" رکھا جاتا ہے۔ وہاں جو بے ایمانی کی جاتی ہے اس میں بڑے بڑے ماہر حساب دان شریک ہوتے ہیں۔ نتیجہ ہر حالت میں دغا، دھوکہ اور بے ایمانی ہی ہوتا ہے۔ کاروباری دنیا کا ایک ایک فرد بہت اچھی طرح سے جانتا ہے کہ بے ایمانی کہاں کہاں اور کس کس طرح سے قدم قدم پر کی جاتی ہے۔

ایک بات اور جس میں ہمارے بھائی بہت آگے نکل گئے ہیں وہ زیادہ منافع خوری کی ہوس ہے۔ مثال کے طور پر جب کسی چیز کی قیمت خرید دس روپے ہوتی ہے۔ اور باربرداری اور کرایہ اور دیگر اخراجات لگانے کے بعد پچاس پیسے کا اضافہ ہوجاتا ہے۔

تو اُسے گیارہ روپے یا گیارہ روپے پچاس پیسے پر بیچ دینے پر اکتفا اور قناعت کیوں نہیں کرتے ؟ بارہ اور پندرہ حاصل کرنے کی ہوس کیوں رکھتے ہیں ؟

اس کا جواب یہ ہرگز نہیں ہے کہ دوسرے منافع خوروں اور بے ایمانوں نے چونکہ مصنوعی گرانی پیدا کردی ہے اور ہر چیز دگنے تگنے دام کی ملتی ہے اس لیے ہم بھی اپنے بھائیوں کی کھال اُتارے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بلکہ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے اعمال کا خود جواب دہ ہے۔ اُسے پہلے خود ایمان داری سے کام لینا چاہیے۔ اس کے بعد اپنے بھائیوں کو اس کی ترغیب دینی چاہیے۔

(دیکھیے نمبر (۳۴) اور (۴۳))

اب رہ گئی بات ہر چیز کی قیمت دگنی اور تگنی ہوجانے کی جو ہر دوکاندار کو اپنی ضروریات کے لیے بھی خریدنی پڑتی ہے تو اس کا جواب بھی اسی دین کی روشنی میں ملے گا جس نے راستی اور حق اور صبر اور ایثار کی تلقین کی ہے۔ ظلم کا جواب ظلم سے دینے کو منع فرمایا ہے۔ اور اس کا جواب اتنا ہی ہوگا کہ دگنی تگنی قیمت پر خریدی جانے والی چیز آدمی کو آدھی یا ایک تہائی خرید کر صبر کے ساتھ گزر کر لینا چاہیے۔ سال دو سال تو گراف بنانے والوں کی مدت کا نقشہ ہوا کرتا ہے۔ صرف ایک مہینے کے تیس دن اس پر عمل کرکے اور عمل کرواکے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ قیمتیں گر گئیں۔ وحشت اور نوچ کھسوٹ ختم ہوگئی، سکون آگیا اور ایک ایک روپے کی خریدی ہوئی ہر چیز میں برکت آگئی۔

ہمارے ان بھائیوں کیلیے ناپ تول کا جو ہمہ گیر اصول مقرر کیا گیا ہے اس میں اس کے سواء اور کیا ہے کہ حق و باطل میں فرق کیا جائے۔ صحیح اور غلط

کو سمجھا جائے اور جائز کو قائم کرکے ناجائز سے گریز کیا جائے۔ اب اسی اصول کی روشنی میں ان بھائیوں کا جائزہ لیجیے جو سرکاری یا نجی نوکریاں کرتے ہیں۔ کیا نوکری کرکے وہ اشیاء فروخت کی جگہ اپنے وقت اور قابلیت کو ملازم رکھنے والے کے ہاتھ فروخت نہیں کرتے ہیں؟ اب یہ احوال غور طلب ہے کہ کام کسی قسم کا ہو ایک شخص ہے کہ اُسے چھوڑ کر خالی بیٹھا ہے، یا گپیں مار رہا ہے، یا سیاست پر تبصروں میں شریک ہو رہا ہے۔ چاء نوشی یا سگریٹ نوشی میں مصروف ہے۔ کیا یہاں خرید و فروخت کا کوئی میزان کارفرما نہیں ہے؟ چھُپ کر یا آنکھ بچا کر ایسا کیا جائے تو چوری اور بے ایمانی ہے۔ علی الاعلان اس کی مشق کی جائے تو چوری بھی ہے اور سینہ زوری بھی۔ اس کے علاوہ لوگ دفاتر سے پنسل، قلم ربڑ، کاغذ اور معلوم نہیں کیا کیا اٹھا کر اپنے گھروں کو لے جاتے ہیں۔ اسی طرح کارخانوں اور فیکٹریوں میں کام کرنے والے اسی قسم کی ہاتھ کی صفائی سے باز نہیں آتے۔ اس کو آخر کیا کہا جائے جبکہ اس قسم کی تمام چیزوں کو چھپا کر ہی لے جایا جاتا ہے؟ "چھپا کر" لے جانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اسے چوری ہی سمجھتے ہیں۔ ناممکن ہے کہ اُن کا ضمیر اس پر ملامت نہ کرتا ہو۔ پھر بھی وہ اس چوری سے گریز نہیں کرتے۔ جس چیز سے یہ بھائی اپنے آپ کو دھوکے میں ڈالتے رہتے ہیں وہ یہ خیال ہے کہ دو چار آنے یا روپے آٹھ آنے کی چیز کو اڑا لینا چوری کہاں ہوتی ہے؟ وہ تو اسی وقت ہوتی ہے جب ہم ہزار دو ہزار کی کوئی چیز اٹھا کر لے جائیں۔ اسی قسم کی منطقیں اور بہت سی انہوں نے گھڑ رکھی ہیں اور اس طرح اس حکم قرآنی سے بغاوت کے مرتکب ہو

سے ہیں۔ (مزید وضاحت کے لیے سورۃ القارعہ کی آیات ۶ تا ۸ اور پڑھ لینی چاہئیں کہ وہاں جن اوزان کے ثقیل اور خفیف ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے اُن کا اطلاق کہاں کہاں ہوتا ہے)۔

ہمارا آپ کا نوجوانوں کا سب کا فرض ہے کہ اپنے ایسے تمام بھائیوں کو اُن کی خود فریبیوں سے باہر نکالیں اور اصل حقیقت اُن پر واضح کریں۔ ہمیں اپنی آواز پہنچانی اور اپنا فرض ادا کرنا ہے ہمیں نہ اس سے بحث ہونی چاہیے اور نہ اس کا غم کرنا چاہیے کہ ہمارے کہنے سننے کا کوئی اثر ان پر ہوا یا نہیں۔ ہمیں تو اس فرض کو زندگی کے آخری سانس تک بجالانا ہے۔ رہا اُن لوگوں سے حساب لینا، جزا و سزا دینا وہ کام خالقِ کائنات نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔

(۹۳)

اے نبیؐ۔ صبر کرو اُن باتوں پر جو یہ لوگ بناتے ہیں۔

(ص ۔ ۱۷)

گذارش اللہ اللہ کیا شان ہے رب العزت کی اپنے محبوب ترین اور نبی آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور کتنی بلند مرتبت اور عظیم الشان مثال اور سبق ہے پوری بنی نوع انسان کے لیے کہ لوگوں کے باتیں بنانے پر اپنے پیارے نبی کو بھی حکم صبر کا ہی دیا جا رہا ہے۔

اور کیا اس میں ہمارے لیے بھی ہی حکم نہیں ہے کہ لوگوں کے باتیں بنانے

پر ہم بھی صبر کریں ؟ یقیناً ہمارے لیے بھی یہی حکم ہے۔ اور ہر حکم جو ہمارے اپنے لیے ہو وہی حکم ہمارے بھائی بہنوں کے لیے ہے جسے اُن تک پہنچانا بھی ہمیں سونپا گیا ہے۔

اس صبر سے جو بے پناہ طاقت اور باطل کے خلاف قوت مدافعت پیدا ہوتی ہے اس کا اندازہ انہی لوگوں کو دیکھ کر کیا جا سکتا ہے جو اس حکم پر عمل پیرا ہیں۔

۹۴

"اگر تم شکر گزار ہو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفرانِ نعمت کرو گے تو میری سزا بہت سخت ہے"

(ابراہیم - ۷)

گزارش سبحان اللہ کتنی بڑی حقیقت کا انکشاف فرمایا گیا ہے۔ شکر گذار بندوں کو وہ کس طرح اور زیادہ نوازتا ہے اور کفرانِ نعمت کرنے والوں کا حشر کیا ہوتا ہے جب ان دونوں باتوں کا ہم بغور مطالعہ کر لیں گے اور نتائج مرتب ہوتے ہمیں نظر آنے لگیں گے، حقیقت اُسی وقت ہم پر منکشف ہو گی۔ اس سے قبل نہیں۔

۹۵

"یہ اُس کتاب کی آیات ہیں جو حکمت و دانش سے

لبریز ہے۔"

(یونس ۔ ۱)

گذارش اس حکمت و دانش سے فائدہ اٹھا کر اپنی زندگی کو منور کر لینے کا راستہ یا طریقہ کیا اس کے سوا بھی کچھ ہو سکتا ہے کہ ہم اس حکیم و دانا کی اِن آیات پر عمل کرنا شروع کر دیں؟

(۹۶)

اور نیک لوگ وہ ہیں کہ جب عہد کریں تو اُسے وفا کریں اور تنگی و مصیبت کے وقت میں حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں ۔ یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی متقی ہیں ۔

(بقرہ ۔ ۱۷۷)

گذارش علوم و فنون میں آگے نکلی ہوئی دنیا میں جتنی قومیں ہیں اُن کا ایک ایک فرد نیکی کا مفہوم اور معیار اپنا الگ الگ ہی رکھتا ہے ۔ ہمیں اُن تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ حضرات سے کوئی سروکار نہیں ہے ۔ ہمارے پاس تو بس ایک ہی چیز ہے جسے ہم حرفِ آخر سمجھتے اور مانتے ہیں اور وہ ہے فرمانِ الٰہی ۔ اور وہی فرمان نیکی کی یہ تشریح ہماری ہدایت اور ہماری فلاح کے لیے پیش کر رہا ہے کہ نیکی کی ایک معیاری ترازو یہ بھی ہے کہ ہم جب کوئی عہد یعنی پختہ وعدہ کریں تو پھر اسے وفا بھی کریں ۔ دوسری ترازو نیکی کے صحیح ہونے کی یہ مقرر فرما دی کہ حق کی ٹھن میں باطل سے جب ہم لڑ رہے ہوں تو اُس وقت صبر سے کام لیں ۔ حق و باطل

کی مثالیں بے شمار ہیں لیکن یہاں ایک کی طرف ہی بطور یاد داشت اشارہ فرمایا گیا ہے اور وہ ہے ہماری تنگی اور مصیبت کا زمانہ۔ اس ابتلاء کے دور میں باطل کا دباؤ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ آدمی صحیح اور غلط میں، جائز اور ناجائز میں فرق کرنے سے گھبراتا اور کتراتا ہے اور تنگی اور مصیبت کو دور کرنے کی خاطر اچھے بُرے تمام ذرائع اختیار کرنے کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، جس نے ہمیں عقل اور علم سے نوازا ہے جس نے فرمایا ہے کہ میں نے اس دنیا کو تمہارے لیے دارالامتحان بنایا ہے وہی حکیم و خبیر یہ بھی فرما رہا ہے کہ اس آزمائش گاہ میں ہمیں کن کن مراحل سے گزرنا ہے اور گزرتے وقت ہمیں کیا کرنا ہے۔ اسی راہ پر ثابت قدم رہتے ہوئے گزرنے والوں کی وہ خود تعریف فرما رہا ہے کہ یہ ہیں نیک لوگ، یہ ہیں راستباز لوگ اور یہی لوگ میری نظر میں متقی ہو سکتے ہیں۔ یہی بات ہمیں آپ کو اپنے سب بھائی بہنوں اور طالب علموں کو بتانی اور سمجھانی ہے۔

۹۷

اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔ انہیں خوشخبری دے دو۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔ (بقرہ - ۱۵۵ - ۱۵۷)

گذارش آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے کو اپنا رب العظیم ماننے والوں کے لیے جو چند عام قسم کے امتحان کے پرچے ہیں یہ انہی کی تفصیل ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ ہم تمہیں کن کن باتوں میں آزمائیں گے اور آزماتے رہیں گے۔ امتحان کے ان پرچوں کی تیاری کے لیے ساری عمر عزیز فراہم کر دی گئی ہے لیکن زمانہ اور وقت امتحان کا وہ علیم و خبیر اپنی مصلحت اور حکمت کے مطابق خود ہی مقرر فرماتا ہے۔ یہ دنیا میں آدمیوں کے بنائے ہوئے پرچے نہیں ہیں بلکہ رب العزت کی طرف سے ہیں جن کا ذکر یہاں فرمایا جا رہا ہے۔ اسی لیے وہ رحمٰن و رحیم ان کے حل کرنے کا طریقہ بھی ساتھ ساتھ واضح فرما رہا ہے۔ یعنی ہم کو اس قسم کی تمام آزمائشوں میں یہی کہنا چاہیے کہ: "ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔" ہم جب دل سے اس کا اعتراف کرتے

ہوئے زبان سے بھی یہی کچھ کہیں گے تو ہم میں صبر و قناعت آجائے گی، ہم سکون سے ہمکنار ہو جائیں گے اور ان آزمائش حالات سے گزر جانے کے لیے ہم میں وہ صابرانہ عزم بھی پیدا ہو جائے گا جو ایک مومن کی خصوصیت اور نشانِ امتیاز ہے۔ یہ بشارت بھی ہمیں کو دی جارہی ہے کہ ہم پر رب العرش العظیم کی طرف سے بڑی بڑی عنایات ہوں گی، اس کی رحمت ہم پر سایہ فگن ہو جائے گی اور ہمارا شمار سیدھی راہ چلنے والوں میں ہوگا۔

(قرآن کریم کو نازل فرمانے والے علیم و خبیر کے جس لفظ کا ترجمہ نمبر (۶) میں درود سے کیا گیا ہے وہی لفظ یہاں بھی نازل فرمایا گیا ہے جس کے معنی سلامتی و رحمت و عنایت کے لیے گئے ہیں۔ رب العالمین کی طرف سے اپنے بندوں پر جو بھی مہربانی ہوگی وہ رحمت و عنایات اور سلامتی و برکت کے الفاظ سے ہی ادا کی جاسکتی ہے۔)

اس علیم و خبیر رب العرش العظیم نے ہماری آزمائش کے سلسلے میں ایک لفظ خاص طور پر استعمال فرمایا ہے جو ہمیں کبھی نہیں بھولنا چاہیے اور وہ لفظ ہے: "ضرور"۔

(۹۸)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں؟ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم کہو وہ بات جو کرتے نہیں۔ اللہ کو تو پسند وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی

دیواریں۔ (صف - ۲ - ۳ - ۴)

گذارش کتنے ہیں ہم میں سے ایسے لوگ جن کا قول ان کے فعل کے مطابق ہوتا ہے؟ بدقسمتی سے ہم نے اس اسلامی کردار کی طرف توجہ ہی نہیں دی جس کی ہدایت یہاں فرمائی جا رہی ہے۔ یہ وہ تلقین نہیں ہے جو ہمارے بزرگ کیا کرتے ہیں۔ نہ یہ وہ ہے جو ہمیں "اخلاقیات" کی کتابوں میں مل جائے گی۔ جن کی طرف سے ہم اغماض برت سکتے ہیں۔ توجہ اس بات کی طرف دینی ہے کہ یہ وہ تلقین اور ہدایت ہے جو کلام الٰہی سے براہ راست ہم تک پہنچ رہی ہے۔ ہم اگر ایمان لانے والوں میں سے ہیں تو پھر یہ خطاب یقیناً ہم سے ہی ہے۔ اُن سے نہیں ہے جو دنیا کے واحد دین فطرت یعنی اسلام سے منہ موڑ کر اپنی عاقبت خراب کرنے والے بن گئے ہیں اور رہی ہیں وہ لوگ جن کی یہ دوعملی حرکت باری تعالیٰ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔

پسندیدہ لوگوں کی یہاں تعریف کر دی گئی ہے اور یہ بتا دیا گیا ہے کہ یہ لوگ وہ ہیں جو متحد ہو کر [illegible] رہتے ہیں اور پھر صف بستہ ہو کر اُسی کی راہ میں باطل کی ہر اٹھتی ہوئی طاقت سے ٹکرا جاتے ہیں۔ ایمان لانے والوں کی اسی متحد اور صف بستہ طاقت کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ہماری صحافت اور سیاست میں بھی اسی سیسہ پلائی ہوئی دیوار کا بار بار حوالہ دیا جاتا ہے۔ میرا ان تمام حضرات کا ساتھ صرف اسی وقت دینا چاہیے جب ہمیں یہ یقین ہو جائے کہ بولنے یا لکھنے والے خود بھی مومن ہیں یا نہیں؟ ان کے قول و فعل یعنی اُن کی زبان اور ان کے عمل میں کوئی فرق اور تضاد تو نہیں ہے۔ اگر اُن کے قول و فعل میں یکسانیت پائیں تو پھر ہمیں اُن کے ساتھ ضرور صف بستہ ہو جانا چاہیے۔ ایسے ہی لوگوں کی پہچان اور شناخت کے لیے فرمایا گیا ہے:

"وہ اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں خبردار رہو، اللہ کی پارٹی والے ہی فلاح پانے والے

ہیں۔" (المجادلہ - ۲۲)

(۹۹)

اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے الّا یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے (مظلوم ہونے کی صورت میں اگرچہ تمہیں بدگوئی کا حق ہے) لیکن اگر تم ظاہر و باطن میں بھلائی ہی کیے جاؤ، یا کم از کم برائی سے درگزر کرو تو اللہ کی صفت بھی یہی ہے کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے حالاں کہ سزا دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (النساء - ۱۴۹)

گذارش ہماری بہنیں اور ہمارے بھائی جو سچے دل سے ایمان لاکر اپنی زندگی کو قرآنی ہدایات کے مطابق ڈھالنے کی حقیقی خواہش رکھتے ہیں اور یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس عادت کو پسند فرماتا ہے اور کسے ناپسند فرماتا ہے یہ آیت قرآنی انہی کے لیے ہے۔

ہمارے معاشرے کے ایک ایک فرد میں بدگوئی کی جو قبیح عادت اس طرح رچ بس گئی ہے گویا کہ اس کے بغیر زندگی محال ہے۔ یوں کہنا چاہیے کہ ایک طرف نہ تو بدگوئی کیے بغیر بولنے والے کی قابلیت کا اظہار ہو سکتا ہے اور نہ دوسری طرف سننے والے کے لئے بدگوئی کی چاشنی کے بغیر کسی گفتگو میں کوئی دلچسپی پیدا ہو سکتی ہے۔ کسی جگہ بھی دیکھ لیجئے نظر یہی آئے گا کہ ایک شخص کسی کے حق میں بدگوئی کرتا ہے تو دوسرا بالتزام اس کی ہاں میں

بال ہلانے لگتا ہے یا پھر بدرجہ مجبوری کسی دوسرے یا تیسرے کی برائیاں گنوا کر اس "کارِ خیر" میں شریک ہو جاتا ہے۔ اس کے بغیر نہ دو مرد ایک جگہ بیٹھ کر گفتگو کر سکتے ہیں اور نہ دو عورتیں ایک جگہ بیٹھ کر بدگوئی کیے بغیر زندہ رہ سکتی ہیں۔

اسے اٹھتے بیٹھتے روزمرہ کی زندگی میں گھر کی چار دیواری کے اندر محدود کر کے دیکھ لیجئے یا چھوٹی بڑی محفلوں تک لے جائیے یا صحافت اور سیاست کے میدانوں تک وسیع کر کے دیکھ لیجئے ہر جگہ بدگوئی ہی بدگوئی ملے گی۔

یہ سارے کے سارے وہ مظلوم نہیں ہوتے جن کے لئے یہاں "الا" فرمایا گیا ہے۔ کون مظلوم ہے اور کون نہیں اس کا علم بھی اسی علیم و خبیر کو ہے جو ہر کھلی اور چھپی ہوئی بات کا جاننے والا ہے۔ خواہ وہ منھ سے نکلے یا نہ نکلے۔ لیکن جس عام بدگوئی کا ذکر یہاں فرمایا گیا ہے۔ اُسے تو ہم آپ رات دن سُنتے ہی رہتے ہیں۔

سزا دینے پر پوری قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دینے کا ذکر جو یہاں فرمایا جا رہا ہے کیا وہ ہمیں اپنے سر آنکھوں پر نہیں لے لینا چاہئے؟ یہ عظیم الشان صفت ہے اس زندۂ جاوید ہستی کی جو اس دنیا کو چلا رہا ہے اور قائم کئے ہوئے ہے اور وہ ہم سے یہی فرما رہا ہے کہ تم ظاہر و باطن میں بھلائی ہی کیے جاؤ یا کم از کم برائی سے درگزر کرتے رہو۔

کتنی عظیم المقدرت اور نا قابلِ تسخیر یہ ڈھال ہے جو باری تعالیٰ دنیا کی معاشرتی جنگ کے لئے ہمیں مہیا فرما رہا ہے۔ اب یہ کام ہمارا ہے کہ اس کو خود پہنیں اور دوسروں کو پہنائیں۔

۱۰۰

اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اُڑائیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں دُوسری عورتوں کا مذاق اُڑائیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دُوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دُوسرے کو بُرے القاب سے یاد کرو۔ (حجرات - ۱۱)

گذارش مذاق اڑانا، بُرے القاب سے یاد کرنا، یا نام دھرنا اور ایک دُوسرے پر طعن تشنیع کرنا وہ تمام اخلاقی بیماریاں ہیں جن میں ہمارے معاشرے کا ایک ایک فرد عرصہ دراز سے مبتلا چلا آرہا ہے۔ ہم آپ اگر اپنے عزیزوں کے دائرے کی طرف نظر ڈالیں گے، یا دوستوں کے حلقے کا جائزہ لیں گے، یا عام ملنے جلنے والوں کا مطالعہ کریں گے جہاں بھی دیکھیں گے یہی کچھ پائیں گے جس کے لیے رہنمائے حقیقی اور ہادیٔ برحق ہمیں منع فرما رہا ہے۔ یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ مردوں اور عورتوں دونوں کا حوالہ دیا گیا ہے اور دونوں صورتوں میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تم جن کا مذاق اُڑاتے ہو، ہوسکتا ہے کہ وہ تم سے بہتر ہوں کیوں کہ اصل حقیقت کا جاننے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کون ہوسکتا ہے؟

یعنی ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم اپنے پیدا کرنے والے اور سیدھی راہ دکھانے والے کی حکم عدولی کریں، اس کے احکام سے انحراف کریں اور سراسر اس کے خلاف کریں۔ اور ان تمام نافرمانیوں کے بعد بھی یہ توقع کرتے رہیں کہ ہم کو ذلت اور شکست اللہ

رسوائی نہ ہو۔ کیسے نہ ہو جب کہ ان بُری عادتوں میں پڑے رہنے سے ہمارا کردار وہی بنتا ہے جو ذلت اور رسوائی کا مستحق ہوتا ہے۔ کہاں سے آئے گا ہم میں اتفاق اور اتحاد اور بھائی چارہ اور سلوک و محبت ؟ کیا اسی رویے کے ساتھ ایک دوسرے کو ہم اپنا بھائی سمجھ سکتے ہیں اور مان سکتے ہیں ؟ کیا زبان کی ان تمام گل افشانیوں کے بعد ہم میں صلح اور اتحاد پیدا ہو سکتا ہے ؟ - کبھی نہیں ہو سکتا۔

پھر وہی بات دوہرانی پڑتی ہے کہ گھر کی چار دیواری ہو، چھوٹی بڑی محفلیں اور مجلسیں ہوں، یا صحافت اور سیاست کا میدان پاکستانی بھائی بہنوں کی ساری قابلیتیں اور توانائیاں اسی بدگوئی اور دوسروں کے عیب ڈھونڈنے اور پھبتیاں کسنے اور پگڑیاں اچھالنے میں صرف ہوتی نظر آئیں گی۔

ان حالات میں ہمارا فرض ہے کہ اس صحیفہ آسمانی کی ہدایت کے مطابق ہم ان گناہوں سے پہلے خود توبہ کریں اور پھر اپنے بھائی بہنوں اور طلباء کو بھی اس فتنہ و فساد سے محفوظ کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہم میں بھائی چارہ، صلح، محبت اور اتحاد پیدا ہو جائے۔

(۱۰۱)

کبھی تم نے اس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنا لیا ہو ؟ کیا تم ایسے شخص کو راہ راست پر لانے کا ذمہ لے سکتے ہو ؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں ؟ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان

سے بھی گئے گزرے۔ (فرقان - ۴۴)

گذارش اس قسم کے لوگ حکومت میں بھی نظر آئیں گے اور ہمارے معاشرے کی اکثریت میں بھی۔ جو کچھ کر رہے ہیں اپنی خواہش نفس اور اپنے اقتدار کے لیے کر رہے ہیں۔ اسلام کے احکام سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہے۔ عوام میں بھی ان گنت موجود ہیں۔ خواہش نفس کو خدا بنانے والوں کو پہچاننا بھی مشکل کام نہیں ہے۔ ہمارے آپ کے حلقوں میں بھی کم نہیں، بدقسمتی سے زیادہ ہی ملیں گے۔ یہ رب العزت کی طرف سے نہ صرف ایک مزید پہچان اور سچا تعارف فراہم کیا جا رہا ہے۔ بلکہ یہ ایک تنبیہ بھی ہے کہ ہم ان سے دور ہی رہیں جو جانوروں سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں۔ لیکن وہ جس کا عذاب بھی شدید ہے ان سب سے اسی دنیا میں بھی حساب جلد ہی لے لینے والا ہے۔ قرآن کریم کی روشنی میں جو بات بھی ہم سمجھ لیں اور مان لیں اس کا دوسروں تک پہنچانا بھی ہم پر فرض رہ جاتا ہے۔

(۱۰۲)

"اللہ اس کتاب میں تم کو پہلے بھی حکم دے چکا ہے کہ جہاں تم سنو کہ اللہ کی آیات کے خلاف کفر بکا جا رہا ہے اور اُن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہاں نہ بیٹھو جب تک کہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں۔ اب اگر تم ایسا کرتے ہو تو تم بھی انہی کی طرح ہو۔ یقین جانو کہ اللہ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں ایک

جگہ جمع کرنے والا ہے"۔ (النساء - ۱۴۰)

گذارش: قرآن کریم نے فرقوں اور گروہوں کو دو میں تقسیم کیا ہے۔ ایک رب العزت کو ماننے والے اور اس کے احکام پر چلنے والے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے منکر اور اس کا مذاق اڑانے والے (دو یہ اور منافق ان کے علاوہ ہیں جو تیسرا، اور بڑا گروہ ہے) یہاں اس دوسری قسم کا ذکر فرمایا جارہا ہے اور یہ ہدایت ہمیں دی جارہی ہے کہ ہم ایسے منافقوں سے کس طرح دور رہیں۔ کس طرح انہی جیسے نہ ہو جائیں۔ اور کیا وہ طریقہ ہو کہ ہم منافق اور کافر نہ بنیں اور جہنم میں انہی کے ساتھ نہ کر دیئے جائیں۔ (حوالہ نمبر ۷۱)

(۱۰۳)

لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین میں اکڑ کر چل۔ اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔ اپنی چال میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز پست رکھ۔

(لقمٰن - ۱۸-۱۹)

گذارش: جن فرعون صفت لوگوں کا ذکر یہاں فرمایا جارہا ہے انہیں ڈھونڈنے کیا، ان کا کھوج لگانے کی ہمیں کوئی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ گھروں میں گلی کوچوں میں، بازاروں اور دکانوں پر، محفلوں اور مجلسوں میں، اخباروں اور رسالوں میں، سیاستدانوں کی تقریروں اور تحریروں میں اور بالخصوص ارباب اقتدار کے وغیرہ

ہیں ہر جگہ بآسانی ہمیں نظر آ سکتے ہیں۔ پھر وہی عرض کرتا ہے کہ کیا ان خصوصیات اور صفات کے بعد ہم کسی عزت یا وقار یا سربلندی کے مستحق ہو سکتے ہیں ؟ یہ خود پسند اور مغرور اور متکبر لوگ ہی ہمارے اسلامی معاشرے کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہمیں اور آپ کو کافروں اور مشرکوں کی غلامی میں دھکیل دینے کی تیاریوں میں صبح و شام ہر وقت مصروف رہتے ہیں۔ یہی وہ شیطانی صفات ہیں جن سے رب العزت ہمیں منع فرما رہا ہے۔ اعتدال کی راہ اختیار کرنے کی ہدایت فرما رہا ہے اور یہ سب کچھ اسی لیے کہ ہمیں ذلت اور رسوائی اور غلامی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔

(۱۰۴)

"(پس) اپنے نفس کی پاکی کے دعوے نہ کرو۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ واقعی متقی کون ہے" (نجم - ۳۲)

گذارش نفس کی پاکی کے دعوے کرنے کا طریقہ یہی نہیں ہے کہ ہم علی الاعلان ڈینگیں مارنا شروع کر دیں کہ ہم ایسے اور ویسے اور ہم نے یہ کیا اور ہم نے وہ کر ڈالا بلکہ اس کے دعوے عام طور پر کیے ہی اس طرح جاتے ہیں کہ وہ بظاہر دعوے معلوم ہوتے نہیں۔ مثلاً اس قسم کے جملوں میں سب کچھ جتا دیا جاتا ہے کہ میں نے یہ سوچا تو یہ کیا اور جب اس نے فلاں بات کہی تو میں نے یہ جواب دیا۔ غرض یہ کہ اپنی سوچ اپنے ارادے اور اپنے بیان کی تفصیل بیان کرنے کے پردے میں اپنے نفس کی بڑائی یا پاکبازی کہیں نہ کہیں جتا ہی دی جاتی ہے۔

برابر نماز پڑھنے والوں کو، خاص طور پر مسجد میں، ہم نے سب نے دیکھا ہے کہ ایک شخص ہے کہ سورۃ فاتحہ، یا درود شریف، یا کسی اور دعا کے بعض الفاظ کو بڑی گرم جوشی کے ساتھ بالفاظ بلند ادا کرتا ہے۔ استغراق و حال کیفیت تو شاذ و نادر ہی طاری ہے۔ بالعموم نفس کی پاکی یا بڑے نمازی ہونے کا دعوٰے ہی ہوتا ہے۔ انہی سب چیزوں کو بیاں منع فرمایا گیا ہے خواہ وہ علی الاعلان ہو یا کسی بیان کی آڑ لے کر اپنی پاکبازی جتانے کی کوشش کی جائے۔ درحقیقت وہ دلوں کے بھید جاننے والا ہی خوب جانتا ہے کہ واقعی متقی ہے کون؟

۱۰۵

اے نبیؐ۔ ان سے کہو کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر واقعیٗ یہ قرآن خدا ہی طرف سے ہوا اور تم اس کا انکار کرتے رہے تو اس شخص سے بڑھ کر بھٹکا ہوا اور کون ہو گا جو اس کی مخالفت میں دُور تک نکل گیا ہو؟ (سجدہ - ۵۲)

گذارش یہ انہی شیطانی وسوسوں اور اسلام دشمن عقلمندیوں کا ایک اور جواب ہے جو لوگوں کے دل میں کلام الٰہی کے خلاف ابھرتے رہتے ہیں۔ انسانوں کو اور اس کے ساتھ انسانی دماغ کو پیدا کرنے والا خالقِ کائنات ہی تو ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ شیطان کس قسم کے شبہات کلام الٰہی کے متعلق پیدا کرتا رہتا ہے۔ یہ اُنہی باغیانہ خیالات کو بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے سمجھایا گیا ہے۔

(۱۰۶)

اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور فخر جتاتے ہیں جو خود بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل کرنے پر اکساتے ہیں۔ (حدید - ۲۳ - ۲۴)

گذارش اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھنا، اور فخر جتانا، کفایت شعاری کا نام دے کر خود بخل سے کام لینا اور دوسروں کو بخل کرنے کی ترغیب دینا وہ صفات ہیں جو ایک طرف فرعونیت پیدا کرتی ہیں تو دوسری طرف یہودیت۔ اور یہ فردِ واحد کو اور پوری قوم کو تباہ و برباد کر دینے کے لئے کافی سے بھی بہت زیادہ ہیں۔ اب ہم اپنے حلقۂ احباب و اعزا پر ذرا نظر ڈال کر دیکھیں کہ کتنے ایسے ہیں جو اپنے حسن و جمال کے آگے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے، یا جو اپنی خاندانی بڑائی کو لیے پھرتے ہیں، یا جو یونیورسٹی کی ڈگریوں پر اکڑے ہوئے ہیں یا دولت، موٹر اور سجی ہوئی کوٹھی پر اتنے پھولے ہوئے ہیں کہ دوسروں سے بات چیت کرنا اور ملنا جلنا بھی کسرِ شان سمجھتے ہیں یہی وہ بدترین عادتیں ہیں جن کو اللہ عزوجل پسند نہیں فرماتا۔

(۱۰۷)

"اور اے مسلمانو! تم اپنی قسموں کو آپس میں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کا ذریعہ بنا لینا" (النحل - ۹۴)

گذارش جھوٹی قسم کھانے کی ضرورت پیش ہی آتی ہے اس وقت جب آدمی

دوسرے کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ اسی دھوکہ دہی کو منع فرمایا ہے۔ اب ہم آپ بڑے بڑے "متقی پرہیزگار" مسلمانوں کو دیکھ لیں کہ وہ اپنی قسموں سے اپنی کیا کیا ضروریات پوری نہیں کرتے رہتے ہیں۔ گویا جھوٹ بولے اور قسمیں کھائے بغیر اُن کے سامنے مطلب براری کا اب کوئی اور ذریعہ باقی ہی نہیں ہے۔ جھوٹی قسموں کو روکنے کے لیے اُسی قسم کی نصیحت سے ہمیں کام لینا چاہیے جس کا ذکر نمبر ۴۳ میں کیا گیا ہے۔

۱۰۸

۱۔ "اے اہل کتاب کیوں حق کو باطل کا رنگ چڑھا کر مشتبہ بناتے ہو؟ کیوں جانتے بوجھتے حق کو چھپاتے ہو؟"

(آل عمران - ۷۱)

۲۔ "تم دوسروں کو تو نیکی کا راستہ اختیار کرنے کے لئے کہتے ہو مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالاں کہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو۔ کیا تم عقل سے بالکل ہی کام نہیں لیتے؟"

(البقرہ - ۴۴)

۳۔ "تو کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ تم میں سے جو

لوگ ایسا کریں ان کی سزا اس کے سواء اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیے جائیں۔ اللہ ان حرکات سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو گے (بقرہ - ۸۵)

گذارش

۱- جس قسم کے لوگوں کا بیاں ذکر فرمایا گیا ہے یہ ہمارے آپ کے حلقوں میں بھی موجود ہیں۔ ہمارا آپ کا اور نوجوانوں کا کام بس اتنا ہی ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کے ان سوالیہ جملوں کو ان تک پہنچا دیں اور دست بستہ عرض کر دیں کہ خدارا ایسا نہ کیجیے۔

۲- یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جن میں وہ حلقے والے اور ہم آپ سب آجاتے ہیں اللہ عزوجل کی اس تنبیہ کے بعد ہمیں ہوش میں آجانا چاہیے۔ اور دوسرے دل کو نیکی کے راستے پر چلانے سے پہلے خود اس رستے پر چلنا چاہیے۔ یعنی پہلے اس نیک کام پر خود عمل کریں جس کی نصیحت دوسروں کو کر رہے ہیں اس کے بعد دوسروں کو نیک راہ اختیار کرنے کی تلقین کریں۔

۳- ان میں وہ مغرب زدہ بھائی بند آجاتے ہیں جو کبھی رسمی نماز پڑھ لیتے ہیں اور بینکوں سے سود لیتے رہتے ہیں، جو روزہ بھی دیکھا دیکھی رکھ لیتے ہیں اور سود

کا گوشت کھانے میں تامل نہیں کرتے۔ یوں کہنا چاہیے اس ضمن میں وہ سب آجاتے ہیں جو احکامِ الٰہی میں اپنی پسند، اپنی عقل اور اپنی مصلحت کو دخل دے کر اس کے کسی ایک حصے پر عمل کرتے ہیں اور باقی دوسرے حصول کو چھوڑتے رہتے ہیں۔ آخرت میں عذاب تو آخرت میں حساب لینے والا ہی دے گا لیکن دنیا کی جس ذلت اور خواری کا بیان اوپر کیا گیا ہے اسے ہماری آپ کی آنکھیں بھی مشاہدہ کر سکتی ہیں۔ آخرت کے عذاب اور دنیا کی ذلت اور خواری سے بچانے کی کوشش اسی طرح کی جا سکتی ہے کہ ہم آپ یہ حکمِ الٰہی اپنے ان بھائیوں تک ضرور پہنچاتے رہیں۔

(۱۰۹)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسّس نہ کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔ (حجرات - ۱۲)

گذارش	غلط فہمیاں بالعموم جلد بازی سے جنم لیتی ہیں اور گمان اور قیاس آرائی

کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اپنے گھر میں، دوستوں اور عزیزوں کے متعلق صبح و شام کی مجلسوں میں جتنی کچھ قیاس آرائیاں ہم کرتے رہتے ہیں اگر انہی کو لیا جائے تو ان کا کوئی شمار اور حساب نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا بدگمانی ہمارے مزاج اور کردار کا ایسا جزو بن گئی ہے جس سے اب کسی طرح مفر نہیں۔ یہ بدگمانی اگر ذہن یا دماغ میں ہی گردش کر کے ختم ہو جاتی تو بھی شاید قابلِ مواخذہ نہیں ہوتی لیکن یہ بدگمانی بدزبانی میں بدلتی ہے اور برائیاں نکال لینے اور کیڑے ڈالنے پر ختم ہوتی ہے۔ جس تجسس کو منع فرمایا گیا ہے وہ معلومات عامہ یا کسی ایک مخصوص علم یا علوم کو حاصل کرنے سے متعلق نہیں ہے بلکہ لوگوں کے اندرونی معاملات کی ٹوہ لگانے سے منع فرمایا گیا ہے۔ یہ عادت ہم سب میں بالخصوص ہماری خواتین میں اس درجہ پائی جاتی ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں ہے۔ آج تک ہم میں سے کسی نے اس طرف توجہ کی ہی نہیں کہ جب قرآن نے ہمیں نماز، روزے، حج اور زکوٰۃ کے احکام دیئے ہیں اسی رہنما قرآن نے بہت گمان کرنے سے بھی ہمیں منع فرما دیا ہے۔ تجسس کرنے کی حرکت سے روک دیا ہے اور غیبت کرنے والے کی اتنی گھناؤنی اور سخت مثال دے کر منع فرما دیا ہے۔ اور پھر بھی ہم صبح شام بلکہ اٹھتے بیٹھتے اسی عالمگیر مرض میں مبتلا رہنا پسند کرتے ہیں۔

دوستوں اور عزیزوں کی ان مجلسوں کے بعد سب سے زیادہ گری ہوئی حالت ہماری سیاسی زندگی میں نظر آتی ہے۔ ان رہنماؤں کو دیکھیے کہ ان کا کوئی بیان ۔۔۔۔۔۔ یا کوئی تقریر دوسرے کو برا کہے بغیر پوری نہیں ہوتی جب تک یہ نہ کہہ لیں کہ فلاں اتنا برا ہے، اتنا جھوٹا ہے، شرابی کبابی

اور نرالی ہے اُس وقت تک وہ گویا یہ ثابت ہی نہیں کر سکتے کہ ہم خود کتنے اچھے ہیں۔ بالفاظِ دیگر دوسروں کی بُرائی ہی ان کے اچھے ہونا کا ثبوت ہے۔ سالہا سال سے یہ گالیوں اور غیبت کا طوفان ہمارے ملک میں اُمنڈ رہا ہے اور موجودہ دور میں تو اپنے شباب پر ہے۔ منافقوں کو بے نقاب کرنا اس ضمن میں نہیں آتا۔ مزید برآں حقائق کے انکشافات کے لیے بدگوئی، بدگمانی اور دشنام طرازی کی کبھی ضرورت نہیں ہوتی۔

ان سیاسی رہنماؤں سے بھی بڑھ کر ہمارے وہ صحافی ہیں جو غیبت کر کے اور قلم فروشی سے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ ان کا اپنا کوئی پیمانہ نہ اخلاق کا ہے اور نہ حق و انصاف کا۔ جس کسی کے اندرونی حالات آپ چاہیں ان سے چھپوا لیجئے۔ ان کا کام بدگمانی کرنا، تجسس کرنا اور بدنام کرنا جو ٹھیرا۔ دو چار آدمی بس اتنا کہہ دیں کہ فلاں فلاں نے یہ بُرا کام کیا بس ان کے لیے کافی ہے۔ ان سے تصویریں بھی چھپوا لیجئے اور قصے کہانیاں بھی سُن لیجئے۔ ایک دو دفعہ نہیں مہینوں تک سُنتے رہیے۔

یہ بہت گمان کرنے والے اخبار اور رسالے وہی ہیں جو اپنے صفحات میں ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو پیش کرتے رہتے ہیں نیم برہنہ اور انتہائی فحش تصویریں بھی چھاپتے رہتے ہیں۔ اور اسی پرچے میں انتہائی بے شرمی اور بے حیائی کے ساتھ خدا اور رسولؐ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ اسلامی نظام قائم کرنے اور کروانے کے لیے مضامین اور اداریے بھی لکھتے رہتے ہیں۔ ان سے زیادہ ہمارے معاشرے میں شاید ہی کوئی دوغلا اور منافق اور بے ایمان ایسا ہو

جو اپنے پیٹ کو ممنوع اور فحش اشتہاروں کی اُجرت سے بھرتے رہتے ہوں اور پوری قوم کو گمراہ کرنے میں سب سے آگے رہتے ہوں۔ ان بدنصیبوں کو اپنی عاقبت اور وہاں کی بربادی کا کچھ بھی تو خیال نہیں۔ اور وہ بھی از روئے قرآن یقیناً قابلِ مواخذہ ہیں جو ان کو خرید کر بے حیائیوں میں اضافہ کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔

آخر میں ان سب قیاس آرائیاں کرنے والوں سے، دوسروں کے حالات کا کھوج لگانے والوں سے، اور اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے والوں سے غفور الرحیم خود فرما رہا ہے کہ یہ ان تمام گناہوں سے باز آجانے والوں کے لیے موجود ہوں۔ مجھ سے ڈرو۔ میں توبہ قبول کرنے والا رحمٰن و رحیم ہوں۔ اب بھی اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ اور آخرت کے لیے سزاؤں کا ذخیرہ مت سمیٹو۔ یہی مفہوم ہم سب کو اُن تک پہنچا دینا چاہیے جو اسے اب تک نہیں سمجھ سکے ہیں۔

غیبت کی تعریف و تشریح شارح اعظم سرورِ کونین سرورِ دوعالم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

> غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرے جو اسے ناگوار ہو۔ سوال کیا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات پائی جاتی ہو جو میں کہہ رہا ہوں تو اس صورت میں آپکا کیا خیال ہے فرمایا اگر اس میں وہ بات پائی جاتی ہو تو تُو نے غیبت کی اور اگر اس میں وہ موجود نہ ہو تو تُو نے اس پر بہتان لگایا۔" (ابو ہریرہؓ سے، مسلم، ابوداؤد، ترمذی نسائی)۔ (جن مخصوص حالات میں غیبت کی اجازت دی گئی ہے

اسے ہمیں ہم سب کو پڑھ کر سمجھ لینا چاہیے)۔

غیبت کی اس حدیث نبویؐ کو بھی ہمیں اپنے بھائی بہنوں تک ضرور پہنچا دینا چاہیے۔

(۱۱۰)

وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ جو کام بھی تم کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔ (حدید - ۴)

گذارش | مسلمان کو مومن بنا دینے کے لیے یہی ایک فرمانِ الٰہی بہت کافی ہے اتنا ہمیں اور یاد کر لینا چاہیے کہ:

"وہ مومنوں پر بہت مہربان ہے"

(حوالہ نمبر ۵۸)

(۱۱۱)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔ (توبہ - ۱۱۹)

"جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو" (حج - ۳۰)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ سے ڈرو اور ٹھیک

بات کیا کرو۔ اللہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا۔"

(احزاب۔۷۰۔۷۱)

گذارش یہ وہ پند و نصائح نہیں ہیں جو کسی آدمی کی تصنیف کردہ کتاب سے لئے گئے ہیں۔ بات یاد رکھنے کی صرف اتنی ہے کہ یہ حکم ہے اُس کا جس نے نماز فرض کی ہے، یہ ہدایت ہے اُس کی جس نے روزہ رکھنے اور زکوٰۃ دینے کا فرمان جاری کیا ہے اور یہ احکام اُس صحیفۂ آسمانی میں سے لئے گئے ہیں جس کا نام قرآن مجید ہے اس پر عمل کرنے کے بعد وہ علیم و خبیر ہمارے حالات درست کردے گا اور وہ رحمٰن و رحیم ہمارے قصوروں کو بھی معاف فرما دے گا جھوٹی باتوں سے پرہیز کرنے پر، ٹھیک بات کرنے پر اور سچے لوگوں کا ساتھ دینے پر اتنے بڑے انعامات اُس رب العالمین اور رحمٰن و رحیم کے سواء اور کون دے سکتا ہے؟

(۱۱۲)

"خبردار ہو جاؤ۔ اللہ سزا دینے میں بھی بہت سخت ہے۔ اور اس کے ساتھ بہت درگزر اور رحم بھی کرنے والا ہے۔"

(مائدہ۔۹۸)

گذارش روزِ جزاء کا مالک اور غفور و رحیم کسی طرح یہ نہیں چاہتا کہ اُس کے بندے عذاب میں مبتلاء کئے جائیں۔ اسی واسطے وہ رب العزت گناہ کی طرف دوڑنے والوں کو بار بار تاکید فرماتا ہے کہ دیکھو میں سزا بھی بہت سخت دیا کرتا ہوں۔ دوسرے درجے پر وہ باقی رہ جاتے ہیں جن سے غلطی اور

نادانی کے باعث گناہ سرزد ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اپنے بندوں سے بے پناہ محبت رکھنے والا اور بزرگی اور اعلیٰ ترین شرف کا مالک یہ فرماتا ہے کہ توبہ کر لو میرے رحم و کرم کے دروازے تمہارے لیے بھی کھلے ہوئے ہیں۔

(۱۱۳)

مگر جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو۔ اور اس حالت میں اُن کے مبتلاء ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی چیز ہے حالاں کہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے۔ (البقرہ۔ ۲۷۵)

گذارش سود خواری کے معاملے میں ہمارے بدقسمت بھائیوں نے جس قدر بے غیرتی، بے شرمی اور کافرانہ ذہنیت کا ثبوت دیا ہے شاید ہی کوئی دوسرا مسئلہ ایسا ہو جسے انھوں نے اپنی ضروریات اور مصلحتوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہو۔ ایڑی چوٹی کا پورا زور اسی بات پر لگا دیا ہے کہ کسی طرح اسے اپنے لئے جائز ٹھیرا لیا جائے۔ کہیں یہ کہتے ہیں کہ سود وہ حرام ہے جو کسی کو ذاتی ضروریات پر قرض دینے کے بعد لیا جائے کہیں یہ کہتے ہیں کہ یہ بھی تجارت ہی کی ایک شکل ہے۔ لیکن اصل بات اتنی ہی ہے کہ مغرب

آقاؤں کی اندھی تقلید نے انہیں ٹھٹھرا دیا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ساری دنیا کے بڑے بڑے شہروں میں لاکھوں بلکہ کروڑوں بینک جو کام کر رہے ہوں اُن کو غلط تسلیم کر دیا جائے؟ ہمارے ڈگری یافتہ مسلمانوں کے پاس اس سے بڑی دلیل اور کوئی ہے نہیں کہ دنیا کا ساتھ دیے بغیر ہم جئیں کیسے؟ جس ساتھ کا یہ حضرات ذکر کرتے ہیں وہ اقتصادی ہے۔ اور خوبی یہ کہ وہ بھی یک طرفہ ہے۔

احکامِ قرآنی کے خلاف دنیا کی گمراہی کا جواز پیش کرتے ہوئے مسلمانوں کو شرم بھی نہیں آتی۔ دنیا کے ساتھ ہونے میں سیاسی زندگی بھی ہے۔ سیاسی ساتھ کا جو ذلّت آمیز اور رسوائکن تجربہ پوری قوم کو ہوا ہے اس سے بھی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ اس تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ نام نہاد مہذّب ملکوں اور قوموں نے وہی کچھ کیا اور کروایا جو سراسر راستی اور حق کے خلاف تھا۔ ہمارے بھائی انہی ظالموں اور غاصبوں کی ریت میں اسی فاسد نظام سے چمٹے رہنا چاہتے ہیں جس کو رزاق اور کارسازِ حقیقی قرآن کریم میں ممنوع قرار دے رہا ہے۔ جس طرح شرابی اور جواری یہ سمجھتا ہے کہ میں اپنی اس عادت کو جاری رکھے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح معیشت کے مغرب زدہ ماہرین یہ سمجھتے ہیں کہ اس حرام خوری کے بغیر نہ پاکستانی زندہ رہ سکتا ہے اور نہ پاکستان کی تجارت چل سکتی ہے۔ یہ غلط اور سراسر غلط ہے۔ ہمارے ماہرین پہلے اپنی ذہنیت پوری اسلامی بنالیں۔ پھر اُن کے ہی ہاتھوں پاک صاف اور ستھرا نظام قائم ہو جائے گا۔

۱۱۴

اے ایمان لانے والو۔ یہ شراب اور جُوا اور یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔ ان سے پرہیز کرو۔ امید ہے تمہیں فلاح نصیب ہوگی شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور بُغض ڈلوا دے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے۔

(مائدہ - ۹۰ - ۹۱)

گذارش

آستانوں۔ سے مراد وہی چھوٹے بڑے مزارات اور وہ دوسرے ٹھکانے ہیں جہاں ہمارے بھائی بہنیں نذر نیاز چڑھاتے اور منتیں مانگتے ہیں۔ بدعت اور گناہ تو معمولی باتیں ہیں یہ تو کھلا ہوا شرک ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ناقابلِ معافی فرمایا ہے۔ خود فریبیوں کی مشق کرنے والوں نے ہندوؤں کی بُت پرستانہ ذہنیت کو بھی کسی نہ کسی طرح اپنا لیا ہے۔ دنیا کی سفارشوں کی مثال دے کر قبروں اور مزاروں کے ذریعے سفارش در سفارش کا نیا مفہوم اور نئی تاویل پیش کر دی اور ہر طرف گمراہی اور بُت پرستی اور شرک پھیلا دیا۔ یہ تاویل اور یہ مفہوم خود ساختہ ہے، سرتاسر غلط اور گمراہ کُن ہے اور احکامِ قرآنی کے صریحاً خلاف ہے۔ پانسو سے مراد صرف پانسے ہی نہیں بلکہ وہ تمام علوم اور طریقے ہیں جن کے ذریعے غیب یا مستقبل کے متعلق پیشنگوئی کی جائے۔

شراب اور جوئے کو کھلے الفاظ میں منع کرنے کے بعد اب یہاں ان نقصانات کی نشاندہی بھی فرمائی جارہی ہے جسے ہم اپنے عزیزوں یا دوستوں یا جاننے والوں کے حلقے پر ایک نگاہ ڈال کر ہر وقت دیکھ سکتے ہیں۔ یعنی یہی بات کہ شراب پینے والے، جوا کھیلنے والے دو آدمی کبھی ایک دوسرے کے تادیر دوست نہیں رہ سکتے۔ ان میں آپس میں بغض پیدا ہو جانا اور عداوت قائم ہو جانی یقینی ہے۔ اور یہ بات بھی طے ہے کہ شرابی اور جواری نہ اللہ کو یاد کرتا ہے اور نہ نماز میں سرِ نیاز جھکاتا ہے۔ اور اگر کبھی ایسا کرتا بھی ہے تو عملاً منافقت، بغاوت اور حکم قرآنی سے منکر ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ (وہ لوگ بے شک الگ ہیں جو اپنی غلطیوں کا اقرار کر لینے کے بعد تائب ہو جاتے ہیں اور غفور و رحیم کے آگے جھک جاتے ہیں۔)

ہمارا کام ہماری زندگی کے آخری سانس تک یہی باقی رہتا ہے کہ ہم انہیں اللہ کی راہ پر لانے کی کوشش کرتے رہیں۔

۱۱۵

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک دُوسرے کے ہم رنگ ہیں۔ بُرائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ خیر سے روکے رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کو بھُول گئے تو اللہ نے بھی انہیں بھُلا دیا۔ یقیناً یہ منافق ہی فاسق

ہیں۔ ان منافق مردوں اور عورتوں اور کافروں کے لئے اللہ نے آتشِ دوزخ کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وُہی اُن کے لئے موزوں ہے۔ ان پر اللہ کی پھٹکار ہے اور اُن کے لئے قائم رہنے والا عذاب ہے۔ (توبہ ۶۷-۶۸)

"مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی۔ یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم اور دانا ہے۔ ان مومن مردوں اور عورتوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں ایسے باغ دیگا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان سدا بہار باغوں میں ان کے لیے پاکیزہ قیام گاہیں ہوں گی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کی خوشنودی حاصل ہو گی۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔" (توبہ ۷۱-۷۲)

گذارش

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدمی کے کردار کی تصویر کے دونوں رُخ دکھائے ہیں۔ ایک وہ رُخ جب وہ منافق کا کردار ادا کرکے دوزخ کی آگ کا ایندھن بنتا ہے۔ دوسری وہ صورت جب وہ مومن بن کر خالقِ کائنات کی خوشنودی حاصل کرتا ہے۔ قرآن کریم کی ان آیات نے منافق و مومن کا جس طرح موازنہ اور مقابلہ کیا ہے اُسے پڑھ کر ہماری آنکھوں کے سامنے بھی بہت سے منافق اور بہت

کہ مومن آجاتے ہیں اور ہمیں انہیں پہچاننے میں ذرا سی دقت پیش نہیں آتی۔ منافقوں اور مومنوں کی اس سے بہتر تعریف اور تشریح اور تصویر اور کیا ہو سکتی ہے؟ جس طرف یہ جا رہے ہیں اور آخرت کے لیے جو کچھ سمیٹ رہے ہیں اُس کی تفصیل بھی آخرت کے مالک نے ہمارے سامنے رکھ دی ہے۔

ہمارا کام اب اتنا ہی رہ جاتا ہے کہ ہم اپنے لیئے اور اپنے بھائی بہنوں اور طلباء کے لیے کیا پسند کرتے ہیں۔ صرف پسند کرنا ہی اگر کافی ہوتا تو:۔ "برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں،" "بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں،" منافق اور مومن کے لیے الگ الگ نہ فرمایا جاتا۔ سوال پسند کا نہیں ہے۔ حکم کے بجالانے کا ہے۔ حکم بجالانے کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم خود اس پر عمل کریں۔ دوسرے یہ کہ اپنے بھائی بہنوں اور خصوصیت سے نوجوانوں کو بھی یہی دعوتِ عمل دیں۔

(۱۱۶)

مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔ (حجرات - ۱۰)

گذارش مومنوں کے درمیان جو رشتہ دنیا کے پیدا کرنے والے نے بتایا ہے وہ اتنا ہی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ پھر

اس رشتے کے ماننے کے بعد کیا ذمہ داری ہم پر عائد کی جارہی ہے اسے بھی واضح فرمادیا گیا ہے۔

اگر ہم ایک دوسرے کے بھائی بن گئے تو آپس کے تعلقات بڑی حسن وخوبی کے ساتھ خود بخود درست ہو جائیں گے۔ تعلقات کو درست کرنے کا ذریعہ ایک دوسرے کو بھائی سمجھنا ہے اور بھائی سمجھنے کا مدار اس بات پر ہے کہ ہم اللہ عزوجل سے ڈریں۔ اور اللہ سے ڈرنے والے کبھی اس کے حکم کی سرتابی نہیں کر سکتے اور ان کو ہی یہ توقع دلائی جارہی ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔

یہ حکم ان تمام سیاسی نعروں کی نفی کرتا ہے جن میں مسلمانوں کو کافر ومشرک کا بھائی بتایا اور پکارا جاتا ہے۔ "ہندی چینی بھائی بھائی" کا مطلب پرست نعرہ تو درست ہو سکتا ہے لیکن "ہندو مسلم بھائی بھائی" کا کبھی نہیں ہو سکتا۔ نہ حق و باطل کبھی ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں اور نہ خدا پرست اور بُت پرست کبھی ایک دوسرے کے بھائی بن سکتے ہیں۔

(۱۱۷)

"اور معافی مانگو اپنے قصور کے لئے بھی اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی" (محمد-۱۹)

گذارش مومن مردوں اور عورتوں کی تعریفی وضاحت تو خود ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمادی ہے (نمبر ۱۱۵) اب قصوروں

کی معافی مانگنے میں بھی انہیں شریک کرنے کا حکم فرمایا جا رہا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم دل سے اُن کے قصوروں کی معافی ارحم الرّاحمین سے مانگتے رہیں اور خود اُنہیں دل سے دُور رکھتے رہیں؟ دنیا میں حسنِ سلوک، محبت، یک جہتی، اتحاد اور آخرت کی نعمتوں کی راہ انہی دعاؤں سے کھلتی ہے۔ ہمیں اتنی بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ یہ مومن وہی ہیں جن کو ہمارا اور ایک دوسرے کا بھائی بتایا گیا ہے۔ اور انہی بھائیوں کے قصوروں کی معافی مانگنے کی ہدایت فرمائی جا رہی ہے۔ ہم سب کو اپنی دعاؤں میں ایسے تمام مسلمان بھائی بہنوں کو ہمیشہ شریک رکھنا چاہیے۔

۱۱۸

"(اے محمدؐ) یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف برحق نازل کی ہے۔ لہٰذا تم اللہ ہی کی بندگی کرو دین کو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے۔ خبردار۔ دین خالص اللہ کا حق ہے۔"

(الزّمر - ۱ - ۲)

گذارش اقامتِ دین کے سلسلے میں جو حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے وہی ہمارے یعنی حضورؐ کی امت کے ایک ایک فرد کے لئے بھی ہے۔ اور وہ اتنا ہی ہے کہ ہم سب ربّ السمٰوات والارض کی بندگی اور فرمانبرداری کریں اور اپنے دین کو اس کے لئے مخصوص اور خالص کر دیں۔ اس تاکید اور تنبیہ پر کہ: "خبردار۔ دین خالص اللہ کا حق ہے" ہمیں

اپنا دل، دماغ، رائے، ارادہ، عمل، موت وزیست سب کچھ اس کے آگے جھکا دینا چاہیے۔

(۱۱۹)

جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔

(مائدہ - ۴۴)

جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

(مائدہ - ۴۵)

جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔

(مائدہ - ۴۷)

گذارش اللہ عزوجل اور ہادیِ مطلق خود اپنے قرآن میں تشریح فرمارہا ہے کہ کافر کی تعریف کیا ہے۔ ظالم کس کو کہتے ہیں اور فاسق ہونا کب ثابت ہوتا ہے۔ تینوں الفاظ اپنی صفت اور معنیٰ میں ایک ہی ہیں۔ یعنی جو لوگ بھی اللہ تعالےٰ کے قرآن کے ذریعے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں وہی ظالم ہیں اور وہی کافر ہیں۔ ان کے لیے جو سزا اور عذاب فراہم کیا جائے گا۔ اس کا احوال بھی ہم قرآن کریم میں دیکھ چکے ہیں۔

اللہ کے قوانین کے مطابق فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کی طاقت یا اہلیت

صاحبانِ اقتدار یعنی حکومت وقت کو ہوتی ہے۔ اب ہمیں اچھی طرح سے یہ دیکھ لینا چاہیے، سمجھ لینا چاہیے اور پہچان لینا چاہیے کہ کون اللہ کے نازل کردہ قوانین کے مطابق فیصلے کروانے کے حق میں ہے اور کون زبان سے مخالفت اور عملاً خلاف کر رہا ہے۔

یہ مومنوں کی تعلیم اور ہم سب کی رہنمائی کے لئے فرمایا گیا ہے۔ تلقین یہ نہیں کی گئی ہے کہ ہم اگر اپنے گمراہ بھائیوں کو اس بغاوت میں مبتلا پائیں تو اُن پر نام تو دھریں لیکن ان کو راہِ راست پر لانے کی کوششوں سے دست بردار ہو جائیں۔ نہیں۔ ہمارا فرض یہی ہے کہ عمدہ نصیحت کو حکمتِ عملی کے ساتھ کام میں لائیں، بھائی بہنوں کو اس کے ایک ایک لفظ کے معنیٰ اور مفہوم سے باخبر کریں۔ اور کسی حالت میں کافروں اور ظالموں کو اپنی قوم اور ملک پر مسلط نہ ہونے دیں۔ ہمیں آپ کو فرداً فرداً اس کا جواب بارگاہِ الٰہی میں دینا پڑے گا کہ ہم نے ان کو روکنے کے لیے فرداً فرداً کیا کیا۔ یہی راہ ہے اللہ عزوجل کی بتائی ہوئی۔ اسی راہ میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور دین اور دنیا کی سربلندی ہے۔ اور اسی راہ پر چلنے سے پاکستان کی سالمیت کا تحفظ ممکن ہے۔ قرآن کریم کی روشنی میں جوبات بھی ہم سمجھ لیں اور مان لیں اُس کا اپنے بھائی بہنوں تک پہنچا دینا بھی ہمارا فرض ہو جاتا ہے۔

۱۲۰

ہر شخص جو کماتا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ (انعام - ۱۶۴)

گذارش ماضی میں جھانک کر دیکھیں یا حال کو آنکھیں کھول کر دیکھ لیں نظر یہی آئے گا کہ اس دنیا میں ایک فرد یا افراد بلکہ قوموں کے ساتھ جو کچھ ہوتا چلا آیا ہے اور جو کچھ اب ہو رہا ہے وہ اُس مقرر کردہ قانونِ فطرت کی عملاً ترجمانی ہے جس کا ذکر یہاں فرمایا جا رہا ہے ۔سب کی اپنی کمائی خود اُن کے اپنے ہی آگے آ رہی ہے ۔

"کرے کوئی اور بھرے کوئی" کہنے والے ظاہر بین اور کوتاہ نظر ہوتے ہیں انہیں کیا معلوم کہ جو بھر رہا ہے اُس نے ماضی میں گناہوں کے کتنے بوجھ پہلے سے اٹھا رکھے ہیں ۔ اسی واسطے اس بات کو کھول کر پوری طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ دنیا کی ریت کے گھمنڈ میں نہ رہنا ۔گناہوں کا جو بوجھ ہم سمیٹ رہے ہیں اس کا اُٹھانے والا دوسرا نہیں ہوگا بلکہ ہم ہی ہوں گے ۔ نہ ہم کسی کا بوجھ اُٹھائیں گے اور نہ ہمارا بوجھ کوئی دوسرا اُٹھا سکے گا ۔ ہمیں اپنے کیے کی سزا بھگتنے کے لیے خود ہی تیار رہنا پڑے گا ۔ دنیا اور آخرت دونوں میں ۔ یہاں ضروری نہیں لیکن وہاں لازمی طور پر ۔

(۱۲۱)

دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمان جیسی ہے اور وہ اُن خدا ترس لوگوں کے لئے مہیا کی گئی ہے جو ہر حال میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہوں یا خوش حال؛

جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دُوسروں کے قصُور معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔ اور جن کا یہ حال ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام اُن سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر کوئی ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً انہیں اللہ یاد آ جاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصُور کی معافی چاہتے ہیں کیوں کہ اللہ کے سوا کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو۔ اور وہ دیدہ و دانستہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی جزاء اُن کے رب کے پاس ہے کہ وہ ان کو معاف کر دے گا اور ایسے باغوں میں انہیں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔ کیسا اچھا بدلہ ہے نیک عمل کرنے والوں کے لیے۔

(آل عمران۔ ۱۳۳-۱۳۶)

گذارش جس راہ پر دوڑ کر چلنے کے لئے ہمیں حکم دیا جا رہا ہے وہ راہ ہمیں قرآن کریم کی ایک ایک آیت میں اور حضور سرورِ کائنات کے اسوہ حسنہ میں نظر آ رہی ہے۔ اسی راہ پر چلنے والوں میں سے صرف چند کا بیان

ذکر فرمایا جارہا ہے یعنی: خوشحالی اور تنگدستی دونوں حالتوں میں اپنا مال خرچ کرنے والے۔ غصّے کو پی جانے والے۔ اور دُوسروں کا قصور معاف کر دینے والے۔ کتنی مختصر فہرست ہے اِن راہ نوردوں میں سے چند کی۔ اور یہ بھی قابلِ دید ہے کہ یہ تینوں خصوصیات رکھنے والے رب العزت کو بہت پسند ہیں۔

لیکن جو زندۂ جاوید ہستی ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ ہم سے قریب ہے اور ہمارے دل میں اٹھنے والے تمام وسوسوں سے واقف ہے (نمبر ۱۶) وہ ہم کو یہ بھی بتائے دے رہا ہے کہ ان میں بھی ایسے لوگ ہوتے ہیں جن سے کچھ غلطی کبھی نہ کبھی ہو ہی جایا کرتی ہے۔ اور جب اس قسم کی کوئی لغزش ہو جاتی ہے تو پھر ایسے لوگ کیا کرتے ہیں؟ یعنی ہم جب اس راہ پر چلیں گے تو ہم سے بھی ایسی ہی کوئی بھول چوک ہو جانی ہر وقت ممکن ہے اور جب ایسا موقع آجائے تو ہمیں بھی وہی کرنا چاہیے جس کا ذکر یہاں فرمایا گیا ہے یعنی فوری طور پر اللہ تعالےٰ سے معافی مانگ لینا۔ کوئی مرحلہ اور کوئی قدم دنیا کی اس زندگی میں ایسا نہیں ہے جس سے گزر جانے کا طریقہ اور جس کا اُٹھانے کا گر ہمیں نہ بتا دیا گیا ہو۔

(۱۴۲)

حالاں کہ بُری چالیں اپنے چلنے والوں ہی کو لے بیٹھتی ہیں ۔ اب کیا یہ لوگ اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ پچھلی قوموں کے ساتھ اللہ کا جو طریقہ رہا ہے وہی ان کے ساتھ بھی برتا

جائے ۔یہی بات ہے تو تم اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤگے اور تم کبھی نہ دیکھوگے کہ اللہ کی سنّت کو اس کے مقرر راستے سے کوئی طاقت پھیر سکتی ہے ۔ (فاطر-۴۴)

گذارش چالبازوں کا خود ہی اپنی چالوں میں پھنس جانے اور شکار ہو جانے کا ذکر اتنی بڑی حقیقت کا انکشاف ہے کہ آنکھوں کے اندھے ہی اس سے انکار کر سکتے ہیں ۔ ورنہ ہم آپ خود اپنی آنکھوں سے صبح اور شام اور رات دن دیکھتے ہی رہتے ہیں کہ کس طرح یہ لوگ اپنی قبریں خود کھودتے رہتے ہیں ۔ پھنسنے اور شکار ہونے کی مدت کی طرف ہمیں اپنی عقل کے گھوڑے نہیں دوڑانے چاہییں ۔

یہاں بھی حکیم و قدیر اپنے طریقوں کی نشاندہی فرما رہا ہے جو چالبازوں کے ساتھ اختیار کیے گئے ہیں اور یہ بھی فرما رہا ہے کہ اگر تم بھی انہی کے نقشِ قدم پر چلنا چاہتے ہو تو شوق سے ضرور چلو ۔ لیکن یہ یاد رکھنا کہ میرے طریقے میں تبدیلی نہیں پاؤگے ۔ اس طریقہ اظہار پر ہمیں اپنے دل، دماغ، رُوح سب کو مرکوز کر دینا چاہیے کہ "تم کبھی نہ دیکھوگے"، اور یہ کہ اللہ عزّ وجل کے مقرر کردہ قوانین کو کوئی طاقت پھیر نہیں سکتی ۔ آدمی اپنی ناقص عقل اور قلیل علم کی بنیادوں پر حکومتوں کے دستور بناتا رہتا ہے اور ان کو گمراہوں کی اکثریت کے مطالبات کے آگے بدلتا بھی رہتا ہے ۔ لیکن یہ دستور الٰہی ہے ۔ ازل سے قائم ہے ۔ اور ابد تک جاری رہے گا ۔ ہمیں آپ کو طے یہی کرنا ہے کہ آدمی کے بنائے

ہوئے دستور پر چلتا ہے یا آدمی اور دنیا دونوں کے بنانے والے کے اُس
دستور پر چلتا ہے جو ہماری رہنمائی کے لیے واضح ترین ہدایات ہمیں دے
رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اُس طریقے اور سلوک سے محفوظ رکھے جو اس نے
پچھلی باغی اور نافرمان قوموں کے ساتھ روا رکھا۔

(۱۲۳)

اے نبیؐ۔ ہم نے تم کو شہادت دینے والا، بشارت دینے والا اور خبردار کر دینے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔ اُس کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اُس کی تسبیح کرتے رہو۔

(الفتح - ۸-۹)

گذارش سرکارِ دو عالم سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیاتِ طیبہ حق کی شہادت دینے والی تھی، آپؐ کا ہر گفتہ اور قول بشارت دینے والا تھا اور آپؐ کی ہر ہدایت اور تنبیہ خبردار کر دینے والی تھی اور حضورؐ پر نازل کیا ہوا پورا قرآن مجید انہی بشارتوں اور شہادتوں سے بریز ہے۔ اسی فرمان کے بعد یہ ارشاد باری ہے کہ اے لوگو تم مجھ پر اور میرے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔ تعظیم و توقیر کرنے اور صبح و شام تسبیح کرتے رہنے کی

ہدایت اسی فرمانِ الٰہی کا ایک جزو ہے۔

(۱۲۴)

ان سے کہو اللہ بے حیائی کا حکم کبھی نہیں دیتا۔

(اعراف ۔ ۲۸)

گذارش ہمارا آپ کا سب کا فرض یہ ہے کہ ہم اپنے تمام عزیزوں اور دوستوں کو پہلے ذہن میں لائیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کو مانتے ہیں اور قرآن کریم کو اپنے لئے قابلِ عمل بھی سمجھتے ہیں۔ پھر ان سب سے بڑی دردمندی اور دل سوزی کے ساتھ یہ پوچھنا ہے کہ آپ کن چیزوں کو بے حیائی سے تعبیر کرتے ہیں؟ اپنی عقل اور معلومات کے مطابق بے حیائیوں کی ایک فہرست مرتب کر لیں۔ پھر یہ غور کریں کہ اللہ تعالٰے ان میں سے کسی کا حکم نہیں دیتا ہے، یقیناً کسی کا بھی نہیں۔

گھروں کو چھوڑتے ہوئے معاشرے کی عام بے حیائیاں یہ ہیں: ٹی۔وی کی بے حیائی، ریڈیو کی موسیقی نواز، ڈرامہ نواز، بے حیائی، سینما کی بے حیائی اور ان اخبارات اور رسالوں کی بے حیائیاں جو سر ورق ہماری لڑکیوں کی تصویریں چھاپتے رہتے ہیں۔ جو فحش ترین اشتہارات سے اپنا پیٹ پالتے اور قوم کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ ٹی۔وی اور ریڈیو کی بے شرمی کے لیے حکومت سے رجوع کیجیے۔ سینما جانے والوں کو بے حیائی کے نقصانات بتا کر روکئے۔ اخبارات اور رسائل کو پہلے لکھیے کہ وہ یہ ایمان فروشی ترک کر دیں۔ ڈھٹائی اور بے غیرتی کرنے

پر اُن کا خریدنا اور پڑھنا بند کر دیجیے اور دوسروں سے بھی کہیے کہ وہ بے حیائی اور بے شرمی کے پھیلانے میں خریدار بن کر سہارا نہ دیں۔

ان تمام بے حیائیوں کو روا رکھنا رب العالمین کے حکم کے خلاف کرنے کے برابر ہوا یا نہیں؟ معمولی سی فکر و کاوش کے بعد نتیجہ اس کا یہی نکلتا ہے کہ جہاں بھی بے حیائیوں کا مظاہرہ ہو رہا ہو اسے ہم روکیں اور اپنے سب بھائی بہنوں سے دست بستہ عرض کریں کہ وہ بھی رکوائیں۔ حوالے کے لئے دیکھئے نمبر (۳۴)

(۱۲۵)

”شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور شرمناک طرزِ عمل اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے“

(بقرہ - ۲۶۸)

گذارش ایسے لوگ بھی بہت ملیں گے جو غربت اور مفلسی سے ڈر کر شرمناک طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔ اللہ عزّ و جل جو انسان کے تمام حالات سے باخبر ہے اسی لیے فرما رہا ہے کہ تم مفلسی سے نہ ڈرنا، اور اس ڈر کی وجہ سے دنیا کے اس دار الامتحان میں کوئی شرمناک طریقہ مفلسی کو دور کرنے کا ہرگز اختیار نہ کرنا۔ برتھ کنٹرول یا خاندانی منصوبہ بندی بھی اسی ضمن میں آجاتی ہے جس کا مشورہ مفلسی کے خوف کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔ بھوکے مر جانے کے خوف سے بدکاریوں میں اضافہ بھی ہو جاتا ہے مفلسی اور

تونگری کی تقسیم تو رزاق حقیقی کی طرف سے ہوتی ہے۔ اُسی سے تمہیں ڈرنا چاہیے۔ تم نیک اور صالح طریقے اختیار کرنا۔ وہی رب العزت تنگدستی کو بھی دور فرما دے گا۔

۱۲۶

وہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے ان شیاطین کو ہم نے ان لوگوں کا سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

(اعراف - ۲۷)

گذارش بے حیائی، گمراہی، گناہ پرستی کے جتنے بھی مناظر اور راہیں ہیں وہاں قدم قدم پر شیاطین موجود ہیں۔ اور ایسی جگہوں سے ہمیں تاکتے اور دیکھتے رہتے ہیں جہاں نہ ہم انہیں دیکھ سکتے ہیں نہ اُن کے وہاں ہونے کا گمان کر سکتے ہیں۔ وہاں کے کیا معنیٰ ہم کسی جگہ سے بھی انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن ہم ایسے تمام اشتعال انگیز موقعوں کا اندازہ ضرور کر سکتے ہیں کہ کس جگہ سے ہمارے پیر پھسلنے والے ہیں۔ اس لاعلمی کے بعد اُن کا ہر ایسی جگہ موجود رہنا، گمراہ کرنے کی طاقت بشکل وسوسہ رکھنا (اس لیے کہ اللہ جل شانہٗ نے اس مردود و ملعون کی اس خواہش کو رد نہ فرمایا کہ تو ہمارے نیک بندوں کو تاقیامت گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہ) کتنی بڑی ہمارے ازلی

دشمن کی وہ چھپی ہوئی گھات تھی جس سے باری تعالٰے نے ہمیں خبردار فرمادیا۔ اس کے بعد بھی ہمیں ہوش نہ آئے تو پھر ہم ایمان نہ لانے والوں میں ہی شمار ہو جائیں گے اور پوری سرپرستی اور اقتدار اسی شیطان کا ہم پر ہو جائے گا جو دنیا میں بھی ہمیں ذلیل کروا رہا ہے اور آخرت میں بھی عذاب جہنم میں مبتلا کروائے گا۔

(۱۲۷)

"زنا کے قریب نہ پھٹکو۔ وہ بہت بُرا فعل ہے اور بڑا ہی بُرا راستہ" (اسرائیل ع۔ ۳۲)

گذارش اس صریح حکم اور تنبیہ کے بعد اُن کے لیے تو قطعی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی جو دین و دنیا کے مالک کے احکام کے آگے سر جھکانے کو تیار ہیں۔ رہے مغربی تعلیمیافتہ وہ لوگ جو حلال و حرام میں تمیز کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے نہ اُن کا یہاں ذکر ہے اور نہ اُن سے خطاب فرمایا جا رہا ہے۔ وہ مُنکر ہو چکے اور شیطان کی سرپرستی میں جا چکے۔ لیکن یہ حق کی آواز اُن کے کانوں تک ایک بار تو ہمیں پہنچانی ہی ہے۔

(۱۲۸)

یہ اُس کتاب کی آیات ہیں جو حکمت و دانش سے لبریز ہے۔ (یونس ع۔ ۱)

گذارش اس حکمت و دانش سے فائدہ اُٹھا کر اپنی زندگی کو منوّر کر لینے کا راستہ یا طریقہ کیا اس کے سوا بھی کچھ ہو سکتا ہے کہ ہم اُس حکیم و دانا کی ان آیات پر عمل کرنا شروع کر دیں ؟

(۱۲۹)

درگزر کی روش اختیار کرو، بھلائی کی تلقین کرو، اور جاہلوں کے منھ نہ لگو اور اگر (ترکی بترکی جواب دینے کے لئے) شیطان تمہیں اکسائے تو اللہ کی پناہ مانگو۔

(اعراف۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰)

گذارش ایسے لوگ ہم سب کے علم میں ہیں کہ جنہیں ہزار طریقے سے بھی سمجھائیں تو وہ الجھتے ہی رہیں گے اور نیکی کی اور حق بات کو مان کر نہیں دیں گے۔ ایسے ہی جاہلوں سے متعلق ہمیں ہدایت فرمائی جا رہی ہے کہ ان کے منہ نہ لگو۔

ایک طرف تو وہ ہمارا ہادئ مطلق اور خالق ازل ہے جو ہمیں چشم پوشی کی ہدایت فرما رہا ہے، معاف کر دینے کی تلقین فرما رہا ہے اور درگزر کرتے رہنے کی روش کی نشاندہی فرما رہا ہے اور دوسری طرف ہمارے بھائی بہنوں کا یہ حال ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں جھگڑے ہوئے ہیں، روٹھے ہوئے ہیں، ان بول چال قائم ہے۔ ملنا جلنا بند ہے یہاں تک کہ ایک دوسرے کی صورت دیکھنے کے بھی روادار

نہیں ۔ اور رنجیدگی اور دشمنی عارضی یا چند روزہ بھی نہیں ہوتی بلکہ مہینوں اور برسوں کی جدائیاں بن جاتی ہیں ۔ طرفہ تماشہ ایک یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے لوگ اصل وجہ اختلاف کو تو بھول جاتے ہیں مگر کشیدگی اور دشمنی برقرار رہتی ہے !

کیا یہ ہمارا آپ کا کام نہیں ہے کہ ہم اپنے ایسے تمام بھائی بہنوں کو اس حکم ایزدی کی طرف متوجہ کرتے رہیں ؟ اور درگزر کرنے کی روش اختیار کرنے کی درخواست کریں ۔

(۱۳۰)

"اے ایمان لانے والو تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"

(البقرہ ۔ ۲۰۸)

گذارش باری تعالیٰ کا یہ خطاب کیا اُن گمراہوں سے نہیں ہے جو نماز صرف جمعے کی پڑھتے ہیں یا گنڈے دار ادا کرتے ہیں ؟ اور کیا اُن سے بھی نہیں ہے جو پانچوں وقت سجدہ ریز تو ہوتے ہیں لیکن سود خواری اور شراب نوشی بھی جاری رکھتے ہیں ؟ اور یہ فرمان ان کے لیے بھی ہے جو بعض احکام الٰہی پر عمل کرتے ہیں اور بعض کو اپنی مصلحت یا ضرورت یا عقل اور فیصلے کے مطابق اپنے لیے قابل عمل نہیں گردانتے (البقرہ ۔ ۸۵) انہی سب سے فرمایا جارہا ہے ۔ اسلام میں آجاؤ تم خیر و شر کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہو ۔ ایک طرف اطاعت کا ڈھونگ رچاتے

ہو اور دوسری طرف کھلی ہوئی بغاوت کا مظاہرہ کرتے ہو۔ ایسا نہ کرو۔ بلکہ پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ۔

یہ کام ہمارا ہی ہونا چاہیے کہ ہم اپنے بد نصیب بھائی بہنوں کو دردمندی اور خلوص نیت کے ساتھ ٹوکتے اور روکتے رہیں اور آخرت میں جن کے سامنے ہم سب کو جوابدہی کے لیے حاضر ہونا ہے اُس کا حکم اُن کے کانوں تک پہنچاتے رہیں۔

۱۳۱

اگر کہیں اللہ لوگوں کو ان کی زیادتی پر فوراً ہی پکڑ لیتا تو روئے زمین پر کسی متنفس کو نہ چھوڑتا لیکن وہ سب کو ایک وقتِ مقرر تک مہلت دیتا ہے پھر جب وہ وقت آجاتا ہے تو اس سے کوئی ایک گھڑی بھر بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔

(النحل۔ ۶۱)

گذارش یہ وہ حقیقت ہے جس کے شاہد ہم آپ ہی نہیں ساری دنیا ہے۔

ہماری زندگی کے انفرادی اور اجتماعی اعمال جیسے کچھ ہیں اُن کا حال ہم ہی خوب جانتے ہیں جو کچھ ہم کرتے آئے ہیں اور جو کچھ اب کر رہے ہیں وہ ہر شخص کے سامنے ہے۔ ان اعمال میں کتنے ایسے ہیں جو اللہ تعالٰے کے حکم اور

اس کی ہدایات کے مطابق ہیں اور کتنے ایسے ہیں جن سے کھلی ہوئی بغاوت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ وہ کھلا ہوا راز ہے جس کی حقیقت سب پر روزِ روشن کی طرح واضح اور عیاں ہے۔ ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ رحم، درگزر اور معافی قدم قدم پہ ہمیں مل رہی ہے۔ لیکن "مہلت" کی طرف سے ہم منہ موڑے ہوئے ہیں اور قطعی غافل ہیں۔ بس اس مہلت کی طرف ہمیں توجہ کر لینے کی ضرورت ہے جس کی مدت سے ہم بے خبر ہیں۔

۱۳۲

"جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو، ہم اُسے دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔"

(النحل۔۹۷)

گذارش نیک عمل کرنے والے اور کرنے والیاں غیر مسلموں میں بھی ممکن ہیں۔ اسی لیے مومن ہونے کی شرطیاں لگا دی گئی ہے۔ اور انہی مومنوں کے لیے جس زندگی کا یہاں وعدہ فرمایا گیا ہے وہ دولت مندی سے متعلق نہیں ہے، شہرت اور طمطراق سے آراستہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کی ایک ہی خصوصیت بیان فرمائی ہے اور وہ ہے پاکیزگی۔ وہ پاکیزگی جو تمام عیوب سے مبّرا اور پاک ہستی کی طرف سے ہمیں عنایت فرمائی جائے۔

ہمیں چاہیے کہ اس حکمِ ربانی کو سمجھ کر اسے ہی اپنا معیار بنائیں اور آخرت میں بھی اچھے انعامات اور بخشش کی توقعات رکھیں۔

(۱۳۳)

اے نبیؐ۔ ہم نے سب انسانوں کے لئے یہ کتاب برحق تم پہ نازل کر دی ہے۔ اب جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا اپنے لئے کرے گا اور جو بھٹکے گا اُس کے بھٹکنے کا وبال اُسی پہ ہوگا۔ تم ان کے ذمّہ دار نہیں ہو۔ (الزمر۔ ۴۱)

گذارش

رات کے اندھیرے میں روشنی کر دینے کے بعد اگر کوئی تاریکی کی طرف قدم بڑھائے تو بھٹکنے یا گڑھوں میں گرنے کی ذمّہ داری اسی پہ ہوگی جو روشنی سے منہ موڑنے کے بعد تاریکی کی طرف بڑھے گا۔ حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جا رہا ہے کہ اس برحق کتاب کے تم پہ نازل کر دینے کے بعد اور اس کی آیات لوگوں تک پہنچا دینے کے بعد بھٹکنے یا نہ بھٹکنے کی کوئی ذمّہ داری تم پہ باقی نہیں رہتی۔ یہی ذمّہ داری سردارِ دو عالم سرورِ کائنات سید المرسلین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے ایک ایک فرد پہ عاید ہوتی ہے کہ وہ اس کلامِ برحق کی ایک ایک آیت کو پوری اُمّتِ مسلمہ اور دوسری قوموں کے زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچا دے۔

(۱۳۴)

جو کوئی عزت چاہتا ہو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ عزت ساری کی ساری اللہ کی ہے۔ اُس کے ہاں جو چیز اوپر چڑھتی ہے وہ صرف پاکیزہ قول ہے اور عملِ صالح اُس کو اوپر چڑھاتا ہے۔ رہے وہ لوگ جو بے ہودہ چالبازیاں کرتے ہیں اُن کے لیے سخت عذاب ہے اور اُن کا مکر خود ہی غارت ہونے والا ہے۔

(فاطر - ۱۰)

گذارش ایمان لے آنے والوں کے لئے سب سے پہلے تو یہی بات غور طلب ہے کہ عزت کا تعلق آدمی سے براہِ راست ہے ہی نہیں اس لیے کہ ساری عزت اُسی کی ہے جو زمین کو، آسمانوں کو اور خود انسانوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ عزت آدمی کو اگر حاصل ہو سکتی ہے تو وہ رب العزت کے ذریعے سے ہی ممکن ہے اور اُس کے ساتھ بھی یہ شرط ہے کہ آدمی سب سے پہلے اللہ سے ڈرتا ہو۔

یہاں سب سے بڑے عزت والے کے دربار میں جو چیز شرفِ قبولیت حاصل کرتی ہے اور جس کا ذکر یہاں فرمایا جا رہا ہے وہ "پاکیزہ قول" ہے۔ اچھی بات، صحیح بات، دل موہ لینے والی بات، ایمانداری اور حق کی بات کے سوا اس کا مطلب اور کیا ہو سکتا ہے؟ لیکن گرہ میں باندھ لینے والی بات جو فرمائی گئی ہے یہ ہے کہ پاکیزہ قول عملِ صالح کے ساتھ ہو۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہر منہ سے نکلنے والی بات تو ہر ایک پاکیزہ

ہو لیکن عمل احکام الٰہی کے سراسر خلاف ہو لہٰذا باری تعالیٰ تک جو پاکیزہ قول پہنچتا ہے وہ وہی ہوتا ہے جو عملِ صالح کے ساتھ زبان تک آیا ہو۔

قرآن کریم نے ساتھ ساتھ تصویر کا دوسرا رُخ بھی ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ اسی لیے بے ہودہ لوگوں اور چالبازوں کا حوالہ بھی یہاں دیا جا رہا ہے کہ اُن کا مکروفریب خود اُنہی کو لے کر ڈوبنے والا ہے اور اُن کے لئے سخت عذاب بھی موجود ہے۔

پاکیزہ قول اور عمل صالح کے حامیوں کا یہ کام بھی ہونا چاہیے کہ وہ اپنے بھائی بہنوں میں بھی یہی خوبیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

۱۳۵

ہم نے عذاب سے بچا لیا اُن لوگوں کو جو بُرائی سے روکتے تھے اور پکڑ لیا ظالموں کو سخت عذاب میں اس فسق کے بدلے جو وہ کرتے تھے۔ (اعراف - ۱۶۵)

گذارش ہماری آپ کی آنکھیں ماضی وحال دونوں میں اس حقیقت کا شاہدہ اُسی وقت کر سکتی ہیں جب ہمارے آپ کے دل بھی اس بات کی گواہی دیتے ہوں کہ اللہ جل شانہٗ علیم وخبیر بھی ہے۔ وہی خوب جانتا ہے اور وہی اب بھی خوب جانتا ہے کہ دراصل بُرائی سے روکنے والے کون ہیں اور فسق وکفر کرنے والے کون۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کا یہی طریقہ ہے

کہ ہم، آپ اور تمام نوجوان طلباء ہر قسم کی برائیوں کو روکنے کے لیے پہاڑ کی طرح جم کر کھڑے ہو جائیں۔ اس لیے کہ: "اللہ کو تو وہ لوگ پسند ہیں جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں" اور جو نیکی کا حکم دیتے ہیں، بُرائی سے روکتے ہیں اور اپنے رب کے راستے کی دعوت دیتے ہیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں کے ساتھ مباحثہ کرتے ہیں ایسے طریقے پر جو بہترین ہوتا ہے۔

۱۳۶

تم دیکھتے ہو کہ ان میں بکثرت لوگ گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں اور حرام کے مال کھاتے ہیں۔ بہت بُری حرکات ہیں جو یہ کر رہے ہیں کیوں کہ ان کے علماء اور مشائخ انہیں گناہ پہ زبان کھولنے اور حرام کھانے سے نہیں روکتے۔ یقیناً بہت ہی بڑا کارنامہ زندگی ہے جو وہ تیار کر رہے ہیں۔ (مائدہ - ۶۳)

گذارش گناہ اور ظلم اور زیادتی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرنے والوں اور حرام کے مال کھانے والوں پہ ہم آپ بھی اپنی دنیا میں نظر ڈالیں۔ ایک دو نہیں بہت سارے نظر آجائیں گے۔ ہمارا کام یہی ہونا

چاہیے کہ نمبر (۴۴) کے مطابق اس بدی کو روکنے کی پوری کوشش جاری رکھیں۔

لیکن یہاں خصوصیت کے ساتھ علماء اور مشائخ کا بھی ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اپنی غیر معمولی ذمہ داریوں سے قطعی غافل ہیں اور اپنی دینی معلومات کے باوجود گناہ کی طرف جانے والے اپنے مسلمان بھائیوں کو نہ ٹوکتے ہیں اور نہ روکتے ہیں۔ اسی گریز اور فرار کو ایک بہت ہی برا کارنامۂ زندگی فرمایا گیا ہے جو ہمارے دینی رہنما اپنے لیے تیار کر رہے ہیں۔ کیا ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ ہم اپنے علماء اور مشائخ کو اُن کا فرض بھی اس حکم الٰہی کی روشنی میں یاد دلاتے رہیں؟

(۱۳۷)

"کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ "ہم ایمان لائے" اور اُن کو آزمایا نہ جائے گا۔ حالاں کہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔" (عنکبوت - ۳)

گذارش اس سے زیادہ صاف اور واضح یاد دہانی اور کیا ہو سکتی ہے؟ آزمائشیں ہوتی رہی ہیں۔ ابھی حال میں بھی ہو چکی ہے اور آئندہ

بھی ہونے والی ہیں۔ ہمیں انہی آزمائشوں کے لئے ایسی تیاری کرنی چاہئے کہ بدنامی اور رسوائی اور ذلت کے بجائے سرخروئی، سربلندی اور وہ کامیابی حاصل ہو جس سے ہم بارگاہِ الٰہی میں سچے ثابت ہو سکیں۔ کیا اس کا طریقہ اس کے سوا بھی کچھ ہو سکتا ہے کہ ہم قرآنِ کریم کے ایک ایک حکم پر پوری تندہی اور پورے خلوص کے ساتھ عمل کریں؟

(۱۳۹)

پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائے گا حالاں کہ ابھی تم پر سے وہ سب کچھ نہیں گزرا ہے جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے۔ ان پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، ہلا مارے گئے۔ حتیٰ کہ وقت کا رسول اور اس کے ساتھی اہلِ ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ اُس وقت انہیں تسلی دی گئی کہ اللہ کی مدد قریب ہے۔

(بقرہ - ۲۱۴)

گذارش جنت میں جانے کی تمنا رکھنے والوں کو جن آزمائشوں سے ماضی میں گزرنا ہوا اُسی کی مختصر تفصیل بتاتے ہوئے یہ فرمایا جارہا ہے کہ اب بھی جو لوگ جنت میں جانے کا ارمان دل میں رکھتے ہیں انہیں بھی انہی دشوار گزار

گھاٹیوں سے ہو کر نکلنا ہوگا اور جب بھی انہیں یہ اندیشہ ہو کہ ہم ان مصائب کو سر نہیں کر سکیں گے تو انہیں بھی یہی کہہ کر اطمینان اور یقین کر لینا چاہیے کہ اللہ بزرگ و برتر اور مسبب الاسباب کی مدد قریب آگئی ہے اور کامیابی اور سرخروئی یقینی ہے۔

(۱۳۹)

"سنو خدا کی لعنت ہے ظالموں پر۔ اُن ظالموں پر جو خدا کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں، اُس کے راستے کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہیں اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔" (ہود ۱۸-۱۹)

گذارش | جو لوگ خدا کے راستے سے دوسروں کو روکتے ہیں انہیں ظالم قرار دیا گیا ہے۔ اور انہی پر لعنت ہے خدائے ذوالجلال کی۔ ہمارے آپ کے حلقۂ معلومات میں ایسے لوگ مل جانے کچھ زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم انہیں نرمی سے یہ بتاتے رہیں کہ تم اپنی حرکتوں سے کس قسم کا سرمایۂ عذاب اکٹھا کر رہے ہو۔

(۱۴۰)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا۔ لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ (یونس ۴۴)

گذارش | تمام دنیا کے سربستہ رازوں کے جاننے والے نے یہاں اُس حقیقت

کا اظہار فرمایا ہے جس کے گواہ اور تصدیق کرنے والے خود وہی لوگ ہیں جو اپنے اوپر ظلم کرتے رہتے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ان کے اپنے اعمال خود ہی گواہ بنتے رہتے ہیں۔ اُس ظلم کے جو وہ اپنے اوپر روا رکھتے ہیں۔ یہ وہی ظلم ہے جس میں ہر قسم کی زیادتی اور گمراہی کا مفہوم مضمر ہے۔ لوگ اپنے ماضی اور حال میں جھانک کر دیکھ لیں کہ زیادتیوں اور گمراہیوں کا ظلم انہوں نے خود اپنے اوپر کیا ہے یا (نعوذ باللہ) آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے اور قائم رکھنے والے نے کیا ہے؟ کیا اس انکشاف کے بعد بھی ہم ظلم و زیادتی سے ہاتھ نہیں کھینچیں گے؟۔

(۴۱)

اگر ہم فرشتے بھی ان پر نازل کر دیتے اور مُردے اُن سے باتیں کرتے اور دنیا بھر کی چیزوں کو ہم اُن کی آنکھوں کے سامنے جمع کر دیتے تب بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے۔

(انعام - ۱۱۱)

گذارش

جن ڈھیٹ، ہٹ دھرم اور ملعون لوگوں کا یہاں ذکر فرمایا گیا ہے وہ موجودہ معاشرے میں ہمارے اردگرد اب بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ اُن کے ساتھ ہمیں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے البتہ ان کے لیے دعائے خیر میں کمی نہیں کرنی چاہیے۔

(۱۴۴)

انسان کا حال یہ ہے کہ جب اُس پر کوئی سخت وقت آتا ہے تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہم کو پکارتا ہے مگر جب ہم اُس مصیبت کو ٹال دیتے ہیں تو ایسا چل نکلتا ہے کہ گویا اس نے کبھی اپنے کسی بُرے وقت پر ہم کو پکارا ہی نہ تھا۔

(یونسؑ - ۱۲)

گذارش انسان کے ابن الوقت ہونے اور طوطا چشم بنتے رہنے کا جو ذکر یہاں فرمایا گیا ہے وہ کوئی خفیہ راز نہیں ہے بلکہ وہ خود ہماری ہی صبح شام کے مشاہدے اور تجربے کی باتیں ہیں۔ ہماری گڑگڑاہٹ اور توبہ تِلّا دیکھنے اور سننے کی چیز ہوتی ہے۔ جب کسی کٹھن گھڑی سے ہم گزرتے ہیں اور جب مجیبُ الدعوات اسے شرفِ قبولیت عطا فرما دیتا ہے تو کس طرح تھوڑے ہی وقفے کے بعد ہم اسے کلیتاً بھلا بیٹھتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ جب کبھی رحیم و کریم اپنی رحمت سے نوازتا ہے اور مصیبت ٹل جاتی ہے تو اسے اپنی ہی قابلیت اور لیاقت کی طرف محمول کر کے اکڑ جاتے ہیں اور پھولے نہیں سماتے۔ دوسری طرف ہمارا یہ حال ہے کہ اگر اپنے ہی کرتوتوں کی سزا ہمیں ملتی ہے تو قصور اور خطا اپنی نہیں ڈھونڈتے بلکہ رب العالمین کے ناشکرے بن جاتے ہیں۔ گویا بالفاظ دیگر الزام رحمٰن و رحیم پر رکھتے ہیں۔ یہی وہ حقائق ہیں جنہیں ہم سب کو ایک مرتبہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینے کی ضرورت ہے۔ ذہن نشین کر لینے کے بعد ہی ہم اپنے بھائی بہنوں کو بتانے اور سمجھانے کے قابل

ہو سکتے ہیں۔

(۱۴۳)

"اے نبیؐ، ہم نے تم کو شہادت دینے والا، بشارت دینے والا اور خبردار کر دینے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔ اُس کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔" (الفتح ۔۸-۹)

گذارش سرکارِ دوعالم سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیاتِ طیبہ حق کی شہادت دینے والی تھی، آپؐ کا ہر گفتہ اور قول بشارت دینے والا تھا اور آپؐ کی ہر ہدایت اور تنبیہ خبردار کر دینے والی تھی اور حضورؐ پر نازل کیا ہوا پورا قرآن مجید انہی بشارتوں اور شہادتوں سے لبریز ہے۔ اسی فرمان کے بعد یہ ارشادِ باری ہے کہ اے لوگو تم مجھ پر اور میرے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔ تعظیم و توقیر کرنے اور صبح و شام تسبیح کرتے رہنے کی ہدایت اسی فرمانِ الٰہی کا ایک جزو ہے۔

(۱۴۴)

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اُس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اُس نے گویا

تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔ (مائدہ - ۳۱)

گذارش اس حکمِ قرآنی سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں قتل کی اجازت دو صورتوں میں دی جا رہی ہے۔ ایک اس طرح کہ کسی نے کسی کا خون بہایا ہو یا پھر اس صورت میں کہ کوئی زمین میں فساد پھیلانے کا باعث ہوا ہو اس کے علاوہ جو بھی صورت ہو اس کے لیے فرمانِ الٰہی یہی ہے کہ ایک آدمی کا قتل پوری انسانیت کا قتل مانا جائے گا اور اسی طرح جس نے کسی کو قتل سے بچا کر زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانیت کو زندگی دے دی۔ (شارحِ اعظم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق قتل کا جواز تین صورتوں میں ہے ایک خونِ ناحق، دوسرے مرتد ہو جانا تیسرے شادی شدہ مرد یا عورت سے زنا کا ارتکاب۔ دوسری اور تیسری صورت درحقیقت زمین میں فساد پھیلانے کے تحت آجاتی ہیں۔ بحوالہ: مولانا مفتی محمد یوسف صاحب)۔

یہاں کچھ اور لوگوں کا بھی خیال آجاتا ہے۔ ایک آدمی اگر دو آدمیوں کا خون بہانے کے بعد قتل کر دیا جائے تو ایک کا بدلہ یا حساب تو اسی دنیا میں گویا چکا دیا گیا لیکن دوسرے آدمی کے خون کا خون تو قاتل پر رہ ہی گیا۔ آخرت اسی حساب کے چکانے کے لیے رکھی گئی ہے کہ وہ ہرگز اس کی سزا اور عذاب سے نہیں بچ سکے گا۔ جیسے بے باق کیے بغیر وہ یہاں سے رخصت ہو گیا۔ کسی قسم کی زیادتی ہو، دھوکہ ہو، چوری ہو، حق العباد کو کسی طرح غصب کرنا ہو، غداری ہو یا کچھ اور اگر یہاں بچ گیا یا پکڑا نہ جا سکا تو روزِ حساب پر پائی پائی اور رتی رتی اسے چکانا ہوگا۔ وہاں وکیلوں اور گواہوں کی ضرورت نہیں پڑے گی ہمارے ہاتھ اور پاؤں خود بول لیں گے اور گواہی دیں

گے کہ ہم نے اس دنیا میں کیا کیا تھا۔ یہاں اُن مجرموں کا بھی خیال کر لینا چاہیے جو اپنی گردن پر ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کا خونِ ناحق اس دنیا سے لے کر جائیں گے وہ کسی طرح بھی عذابِ الیم سے نہیں بچ سکیں گے۔ اس لیے کہ: "سب پر وہ محیط ہے اور اس نے اُن کو شمار کر رکھا ہے۔ سب قیامت کے روز فرداً فرداً اُس کے سامنے حاضر ہوں گے۔" (مریم - ۹۳ - ۹۵)

(۱۴۵)

لہٰذا آئندہ تم انسانوں سے نہ ڈرنا، مجھ سے ڈرنا اگر تم حقیقت میں صاحبِ ایمان ہو۔

(آل عمران - ۱۷۵)

گذارش جماعتوں کے نمائندے ہوں، وزارتِ عظمیٰ ہو، یا صدارت کے عہدے یا ملک اور قوم کے سربراہ ہوں جو بھی ہوں گے وہ ہوں گے انسانوں ہی کی شکل میں۔ اگر "اولی الامر" ہوں گے تو لازمی حق پر ہوں گے اور اُن کے ساتھ ہدایت اطاعت کی فرمائی گئی ہے، ڈرنے کا ذکر نہیں کیا گیا ہے ڈرنے کا سوال پیدا ہی اُس وقت ہوتا ہے جب شیطان کے پیرو انسان طاقت اور اقتدار کے زعم میں کسی کو ناحق دبانا چاہیں۔ اُسی وقت کے لیے یہ ارشاد ہو رہا ہے کہ تم انسانوں سے نہ ڈرنا بلکہ انسانوں کو موت و زیست دینے والے سے ڈرنا۔

اللہ سے ڈرنا ہمارا اسی وقت بامعنی ہو گا جب ہم اپنے پیدا کرنے والے پر ایمان رکھتے ہوں۔ انسانوں سے نہ ڈرنے کی جو سب سے بڑی ڈھال ہمارے پاس ہو سکتی ہے وہ ہے احکامِ الٰہی پر پورا پورا عمل۔ اس عمل کے بعد ہی ہم درحقیقت

صاحبِ ایمان ہو سکتے ہیں۔ یہ حکم اُن لوگوں کو ضرور سنا دینا چاہیے جو بڑی معصومیت یا ڈھٹائی کے ساتھ سیاست کو دینِ اسلام سے الگ کر دیتے ہیں۔

(۱۴۶)

"اس زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے۔ اسی میں تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔" (طٰہٰ - ۵۵)

گذارش | پہلی دو باتیں تو آدمی اپنی "عقل اور علم" کے زور پر مان لیتا ہے لیکن تیسری پر آکر اٹک جاتا ہے۔ اٹکتا ہے تو اٹک جائے۔

اُس کے اٹکے رہنے سے اس فرمانِ الٰہی میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ اب مان لے گا تو دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گے۔ نہیں مانے گا تو خود ہی خسارے میں رہے گا۔ جیتے جی بھی اور اُس وقت بھی جب مر کھپ جانے اور خاک میں مل جانے کے بعد اسی زمین میں سے دوبارہ زندہ نکالا جائے گا۔ دراصل یہ تینوں باتیں انہی کے لیے فرمائی گئی ہیں جن کا ذکر نمبر (۲) میں گزر چکا ہے۔

(۱۴۷)

اے نبیؐ، یقین جانو کہ جس نے یہ قرآن تم پر فرض کیا ہے وہ تمہیں ایک بہترین انجام کو پہنچانے والا ہے۔ ان لوگوں

سے کہہ دو: " میرا رب خوب جانتا ہے کہ ہدایت لے کر کون آیا ہے اور کھلی گمراہی میں کون مبتلاء ہے۔ (قصص۔ ۸۵)

گذارش ہم بھی سرورِ دو عالم سید المرسلین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہیں۔ ہمیں بھی دل و جان سے یہ یقین کر لینا چاہیے کہ قرآن کریم ہم پر بھی فرض کیا گیا ہے اور یہ یقیناً ہمیں بھی ایک بہترین انجام کو پہنچانے والا ہے۔ لیکن اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے بعد ہی ہم اس بہترین انجام تک پہنچ سکتے ہیں جس کا ذکر یہاں فرمایا گیا ہے۔

(۱۴۸)

اپنے گھروں میں ٹِک کر رہو۔ (احزاب۔ ۳۳)

" اے نبیؐ، اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلّو لٹکا لیا کریں۔"

(احزاب۔ ۵۹)

گذارش گھروں میں ٹِک کر رہنے کے حکم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ عورتوں کی اصل جگہ گھر کی چار دیواری ہے بازار نہیں ہیں یعنی عورتوں کا گھروں میں رہنا زندگی کے عام دستور اور معمول میں شامل کیا گیا ہے اور ناگزیر

ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے گھر سے باہر جانے کی اجازت بھی دی گئی ہے بہ شرط کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں اسی اجازت کی وضاحت کر رہی ہے۔

(جلباب: بڑی چادر: عام زبان میں گھونگھٹ۔ لہذا ان دنوں نقاب اور برقع)

اب ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈال کر دیکھیں کہ عورتیں خود کیا کر رہی ہیں اور مرد انہیں کن کن باتوں کی اجازت دے رہے ہیں۔ گلی کوچوں اور بازاروں میں انتہائی بے حیائی اور بے شرمی کے ساتھ پورے بناؤ سنگھار کے ساتھ نکلنا اور متواتر نکلتے اور چلتے پھرتے ہی رہنا۔ اس سے آگے جائیے تو درسگاہوں اور دفتروں میں بھی موجود ہیں، معاشرتی اور سیاسی سرگرمیوں میں بھی پیش پیش ہیں یہ سب کچھ احکام قرآنی کے صریحاً خلاف ہو رہا ہے۔

جن عورتوں اور مردوں نے دیدہ و دانستہ قرآن مجید سے منہ موڑا ہے اُن سے مواخذہ تو حساب لینے والا ہی خوب کرے گا۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے خود فریبی میں مبتلا ہو کر اپنے اطمینان کے لیے بعض تاویلیں اس کے خلاف گھڑ لی ہیں۔ ان میں سے چند کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

پہلے تو یہی کہا جاتا ہے کہ عورت علوم و فنون سے کیوں محروم رہے۔ ترقی کا اُسے بھی حق ملنا چاہیے اور سب چیزوں میں اسے برابر کا شریک رہنا چاہیے۔ اسلام نے کہیں یہ نہیں کہا کہ عورتیں جاہل رکھی جائیں وہ عورت جس کی

گود میں مسلمان بچوں کی نسلیں تربیت پائیں - وہ جتنا علم اور تجربہ حاصل کرے
اسے اپنی اولاد پہ اور شوہر پر صرف کرتی جائے - اور شرم وحیا کے جس مجسمے
کو اسلام عورت کہتا ہے اسے قائم رکھتے ہوئے ہر قسم کی ترقی میں قدم آگے
بڑھائے - اس ترقی کے لیے اسے عورتوں کی اپنی دنیا بنانی چاہئے - مردوں کی
دنیا میں گھسنے کی اُسے قطعی کوئی ضرورت نہیں ہے - رہی برابری تو وہ شاید
اُن مغربی ممالک میں یا دوسری مشرک قوموں میں مل جائے جہاں عورت بغولیکہ
ٹکے سیر بکتی ہے - اللہ تعالیٰ نے نہ عورت کو اتنا سستا بنایا ہے اور نہ اسلام
میں اتنی سستی عورت کی کہیں کوئی گنجائش ہے - قرآن کریم کے ماننے والوں
کو یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ قرآن نے عورت کو مرد کے برابر تسلیم نہیں کیا
ہے - اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کے برابر پیدا ہی نہیں کیا ہے - پھر برابری ممکن
کیسے ہے ؟ اُس کے ذمے نسل خیزی کا کام ہی اتنا بڑا اور اہم سپرد کر دیا
گیا ہے جس کے بعد برابری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا -

ہماری پڑھی لکھی بہنیں جس غلط فہمی میں مبتلا ہیں اُس کی رو سے
عورتوں کے لیے جملہ کام بے پردہ ہو کر اور مردوں کی دنیا میں گھسنے کے بعد ہی
کئے جا سکتے ہیں - کیا تقریر و تحریر کا کام ، اور معاشرے کو سدھارنے کی تدابیر
عورتوں کے اپنے الگ حلقوں میں ممکن نہیں ہیں ؟ قطعی ممکن ہے بشرطیکہ ہماری
بہنیں مغربی عورتوں کو دیکھنے کے بجائے اپنی ذہنیت اسلامی بنالیں -

بعض جاہل اور ناواقف عورتیں اور مرد ایک عجیب بات یہ کہا کرتے
ہیں کہ فلاں فلاں خاتون کو دیکھ لیجیے - سالہا سال سے بے پردہ پھرتی ہیں لیکن بہت

شریف ہیں۔ پہلی بات تو یہی ہے کہ فلاں فلاں خاتون نے سالہا سال احکامِ قرآنی سے منھ موڑا یا نہیں ؟ دوسری بات یہ کہ ایسی شرافت تو کافروں اور مشرکوں کی عورتوں میں بھی مل جائے گی۔ ہمیں اس شرافت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں ضرورت ہے اس شرافت اور حیا کی جو گھروں میں ٹک کر رہنے اور منھ چھپا کر چلنے کے بعد اُن میں پائی جائے۔ یہ آنکھوں کے اندھے اپنی شرافت کو لیے پھرتے ہیں لیکن یہ ہرگز نہیں جانتے کہ فلاں فلاں خاتون نے سالہا سال بے پردہ پھر کر کتنے جوانوں اور کتنے بوڑھوں کو بدنگاہ بنا دیا۔ بدچلن کر دیا۔ اس کی ذمّہ داری کس پر عائد ہوتی ہے ؟

ہمارے صحافیوں نے عورت یا عورت کی تصویر کو عریاں اور برہنہ کر کے اپنا ذریعہ معاش بنا لیا ہے۔ ہم تھے "خیر الامت" اور ہم ہی ہیں یہ لوگ جو بے شرمیاں اور بے حیائیاں بیچ بیچ کر اپنا پیٹ پال رہے ہیں کیا ذمّہ داری تھی ان کی اور کیا فرض نبھا ان کا اور کن ناقابلِ معافی جرائم کا یہ ارتکاب کر رہے ہیں آخرت تو ہے ہی لیکن دنیا میں بھی اس کی عبرتناک سزا ضرور مل کر رہے گی۔

جن قوموں نے عورتوں کو آزادی دی ہے وہاں شراب خواری آئی قتل اور زنا کا رواج ہوا اور پھر ساری قوم کھوکھلی ہو کر ختم ہو گئی۔ اتنی بات سُن کر ان مغربی ممالک کا خیال آتا ہے جو بقول کیے ابھی ختم نہیں ہوئے بلکہ آگے بڑھ رہے ہیں۔ اوّل تو یہ خیال بالکل سطحی ہے۔ پھر جس چیز کو " آگے " کہا جاتا ہے۔ وہ آگے بھی نہیں ہے۔ صرف اقتدار اور ملک گیری کی نہ بجھنے والی ہوس ہے۔ اُن کی اندرونی اور داخلی خباثتیں اتنی ہیں کہ اُن کو گنوایا بھی نہیں جا سکتا۔ ان

آگے بڑھنے والوں کے سیاسی کردار کو دیکھیے۔ ہے کوئی حد ان کے ظلم اور ان کی بے ایمانیوں کی جہاں تک وہ پہنچ نہیں گئے۔۔؟

ہمارے معاشرے کے ایک ایک فرد کا یہ فرض ہے کہ وہ دنیا کے شیطانی بہاؤ سے مرعوب نہ ہوں۔ اپنی عورتوں کو اپنے ہی گھر کی زینت بنائیں اور ان میں وہ صفات پیدا کریں۔ اور کروائیں جن کا حکم قرآنِ حکیم نے دیا ہے۔

(۱۴۹)

اور اے نبی ﷺ، مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے کہ جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔ وہ اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے: شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے مملوک، وہ زیر دست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ

جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔

(النور - ۳۱)

گذارش آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا، انسانوں کو اشرف المخلوقات ٹھیرانے والا، حلال و حرام میں تمیز کروانے والا جہاں مومن عورتوں کو اپنی عصمت و عفت کی حفاظت کا حکم دے رہا ہے اسی جگہ وہ اہم ترین ہدایات بھی دے رہا ہے جس سے مومن عورتیں اپنی عزت محفوظ رکھ سکیں۔

نظریں لڑانے یا نظروں کو بے باک کرنے سے عشق و محبت کی جتنی داستانوں سے دنیا واقف ہو چکی ہے۔ اُن کا کوئی شمار اور حساب ہی نہیں ہے۔ اور اتنی ہی بے شمار اور بے حساب ہیں وہ زندگیاں جو اس غلط روش پر چل کر تباہ و برباد ہو گئیں۔ اُن تمام گمراہیوں اور بدقسمتیوں کے دروازے صرف اس حکم پر عمل کرنے سے بند ہو جاتے ہیں کہ نظریں بچا کر رکھو۔ ہر لڑکی اور ہر عورت خوب جانتی ہے کہ نظریں بچانے سے مراد کیا ہے۔

ملبوس حالت میں بھی عورت کے جسم کا سب سے بڑا مظاہرہ سینوں کو کھلا رکھنے سے ہوتا ہے۔ اسی واسطے دوپٹوں سے، کپڑوں سے یا اوڑھنیوں سے انہیں ڈھکنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

بناؤ سنگھار میں آج کل انگلیوں اور ہونٹوں کی سرخی بھی شامل ہے۔ بالوں اور بھنوؤں کی تراش خراش بھی آجاتی ہے۔ پیروں کی وہ جوتی بھی اسی فہرست میں آتی ہے جو چمکدار ناخنوں کو یا پیر کی عمدگی کو دکھائے۔ پھر فوق البھڑک اور دیدہ زیب

کپڑے میں اور ان کے ساتھ دیسی بلکہ ولایتی خوشبوؤں کی بھرمار۔ غرض بناؤ سنگھار میں سر سے پاؤں تک وہ سب کچھ آجاتا ہے جو اصل صورت کو چھپائے یا خوب صورتی کو بڑھائے۔

پیر مار کر چلنے کا پرانا دستور جو بھی ہو مراد اس سے یہی ہو سکتی ہے کہ پیروں سے کوئی آواز ایسی نکالی جائے جس سے مرد متوجہ ہو سکیں۔ وہ کام آج کی عورتیں اونچی ہیل کی جوتیوں سے لے رہی ہیں۔ اسی متوجہ کرنے والی آواز کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

بدقسمتی سے ہماری بعض خواتین میں انگریزی زہر اس حد تک سرایت کر گیا ہے کہ وہ مغربی ملکوں کی آزاد اور بے حیا عورتوں کی مثالیں دینے لگتی ہیں اور یہ بھی کہنی سنی گئی ہیں کہ ہم سالہا سال سے اس روش پر قائم ہیں۔ دیکھئے کیا ہوا؟ ہمیں اُن سے یہ عرض کرنا ہے کہ آپ نے کافروں اور مشرکوں کا طریقہ اختیار کیا ہے اور حکم ربانی سے بغاوت کی ہے۔ اور آپ نے جتنے لوگوں کو اپنے بناؤ سنگھار اور بے پردگی سے بد نگاہی کا عادی کیا ہے اور بُرے راستے پر ڈال دیا ہے اس کا آپ کو ایک دن ضرور جواب دینا پڑے گا۔

نظریں بچا کر رکھنے کا حکم صرف مومن عورتوں کو ہی نہیں دیا گیا ہے بلکہ مردوں کو بھی یہی ہدایت فرمائی گئی ہے: "اے نبیؐ۔ مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں" (النور۔ ۳۰)

یہ بندش اور پابندی جب عورتوں اور مردوں دونوں پر لگا دی جائے تو پھر کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ بد نگاہی کی ابتداء کسی طرف سے بھی ہو سکے عورتیں اور

مرد جب اس حکم پر نیک نیتی کے ساتھ عمل کرنے لگیں گے تو معاشرہ بے شمار برائیوں اور لعنتوں سے پاک اور صاف ہو جائے گا۔ سب پر برکتیں نازل ہونے لگیں گی۔ اور زندگی پاکیزہ ہو جائے گی۔ یہ پاکیزہ زندگی مطالبہ کرے گی اتحاد اور اتفاق کی اور یہ اتفاق اور اتحاد زندگی کے ہر شعبے میں داخل ہو کر پوری قوم کو ہر اعتبار سے ناقابلِ تسخیر بنا دے گا۔

وہ عورتیں یا مرد جو دنیا والوں کے ڈر سے بظاہر نظریں نیچی رکھتے ہیں لیکن بباطن دل میں کھوٹ رکھتے ہیں اور چھپ کر یا کنکھیوں سے وہی بات کرتے ہیں جن سے انہیں منع کیا جا رہا ہے اُن کو بھی سب کچھ پیدا کرنے والے اور سب کچھ جاننے والے نے اس فرمان میں سمجھا دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ:

"اللہ نگاہوں کی چوری تک سے واقف ہے اور وہ راز تک جانتا ہے جو سینوں نے چھپا رکھے ہیں۔"

(المومن ۔ ۱۹)

(۱۵۰)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔

(رعد ۔ ۱۱)

گذارش	افراد کے مجموعے ہی کا نام قوم ہے اور جب تک قوم کا ایک ایک

فرد خود اچھا یا بُرا نہیں بنے گا۔ اللہ تعالیٰ کبھی اس قوم کے حال کو خود اچھا یا بُرا نہیں بنائے گا۔

یہ مکمل تصویر ہے ہماری قوم کے اجتماعی کردار کی اور قوم کے ایک ایک فرد کی صبح وشام کے معمول کی۔ بغیر کسی دقت کے ہم سب کو نظر آ رہا ہے کہ ہمارے معاشرے کا ایک عام آدمی لباس میں انگریز، شکل صورت میں ہپیوں کی قلمیں اور بال بڑھائے ہوئے، باؤلا اور وحشی، گفتگو میں جھوٹا، عیب چیں فحش گو، اور اڑا کو بنا ہوا ہے۔ تعلقات میں وعدہ شکن، خود غرض اور فریبی واقع ہوا ہے اور دھوکہ بازی اس کا شعار اور طرۂ امتیاز بن چکا ہے اعمال میں ظالم، مفسد، سود خوار، شرابی اور مُجملہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ انہی افراد کی اکثریت سے قوم بنتی ہے۔ کیا کبھی یہ ممکن ہے کہ قوم کا کردار کچھ ہو اور افراد کا کچھ اور؟ افراد کا کردار اگر بُرا ہے تو پوری قوم کا بُرا ہی رہے گا۔ قوم اپنی حالت اسی وقت بدل سکتی ہے جب قوم کا ایک ایک فرد اپنی گمراہی دور کر کے اپنی اصلاح کر لے۔ یہاں اسی سنت یا قاعدے اور دستور کی تشریح فرمائی جا رہی ہے کہ جب تک قوم اپنے اوصاف اور اطوار اور اپنے طرز عمل میں تبدیلی نہیں پیدا کرے گی۔ اللہ تعالیٰ بھی اسے نہیں بدلے گا۔ اُس کے نہ بدلنے کی وجہ یہی ہے کہ اس نے اس دنیا میں ہمیں آزمائش اور امتحان دینے کے لیے بھیجا ہے۔ اس لیے نہیں بھیجا گیا ہے ہمیں کہ ہم اس کے احکام سے برابر روگردانی کرتے رہیں اور نیک اعمال کرنے کے بجائے صرف اس کی طرف سے معجزوں کے انتظار میں بیٹھے رہیں۔

افراد کے کردار سے قوم اور قوم کے کردار کے مطابق حکومتیں بنا کرتی ہیں۔ حکومت کرنے والے صاحبانِ اقتدار تو چند ہی ہوا کرتے ہیں لیکن وہ نمائندگی کیا کرتے ہیں انہی اوصاف کی جو پوری قوم میں پائی جاتی ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں تو اب تک ایک ہی ایک سیاہ و سفید کا مالک بن کر آتا رہا ہے۔ وہ شخصیت جسے ہم صدر یا وزیر اعظم مانیں اور تسلیم کریں ہمارے اعمال، ہمارے کردار، ہمارے خیالات اور ہماری پسند کا ہی آئینہ دار ہونا چاہیے۔ جیسے صدر ہمارے سروں پر مسلط ہو کر آتے رہتے ہیں وہ ہمارے اوصاف کا بہت عمدہ نمونہ ہیں۔ ہم اگر مسلمان اور مومن بن کر اسلامی اوصاف اپنے اندر پیدا کر لیں تو ہماری پسند بھی مومن صدر کا مطالبہ کرے گی اور اسلام کا خادم اور مومن صدر یا وزیر اعظم ہی ہم کو ملے گا۔ اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ ہماری قوم کی حالت کو ذلت اور رسوائی کے گڑھے سے نکال کر عزت اور سربلندی اور کامیابی اور کامرانی میں تبدیل فرما دے گا۔ ہمیں، آپ کو اور نوجوان طلباء کو اپنی تمام توتیں اور صلاحتیں اسی ایک خواہش اور کوشش پر مرکوز کر دینی چاہئیں کہ اب جو سربراہِ مملکت ہمارا آئے وہ مومن ہو جس کے خیالات، جس کی زبان اور جس کا پورا عمل اس بات کی گواہی دے کہ وہ صحیح معنوں میں اسلام کا سچا خادم ہے۔

۱۵۱

اگر تم منھ موڑو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئیگا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ (محمدؐ - ۳۸)

گذارش اللہ سے منھ موڑنے اور بداعمالیوں کی کچھ سزا تو ہمیں اسی دنیا میں دے دی جاتی ہے۔ بڑا حصّہ اس کا آخرت میں چکھنا ہوگا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ بغاوت کے جتنے مظاہرے پچیس سال میں ہم کرتے آئے ہیں کیا اس کا نتیجہ ہمارے سامنے نہیں آگیا؟ اور کیا برابر سامنے نہیں آ رہا ہے۔ کیا ہمارے بھائی بہنوں کی آنکھیں اب بھی نہیں کھلیں گی؟ کیا ہمارا اور نوجوانوں کا یہ کام نہیں ہے کہ انہیں جگائیں اور جھنجھوڑیں؟ یہ اتمام حجت ہے باری تعالیٰ کی طرف سے۔ "اور وہ تم جیسے نہیں ہوں گے" کو بھی کیا اب سمجھنے اور پہچاننے کی کوئی ضرورت باقی رہ رہی ہے؟ کیا ہم سب کو نظر نہیں آ رہا ہے؟

۱۵۲

"یہ اللہ کی سنت ہے جو پہلے سے چلی آ رہی ہے اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے" (الفتح - ۲۳)

گذارش اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف جنگ کرنے والوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیشہ ذلیل وخوار کیا ہے۔ اور مسلمانوں کی

پوری تاریخ اللہ عزوجل کی اس سنت پر گواہ و شاہد موجود ہے۔ ہم بھی مسلمانوں کی تاریخ کا ایک جزو ہیں۔ یا چند سو سال پیچھے مڑ کر کتابوں سے ڈھونڈلیں یا قیام پاکستان سے ہی اپنی افسوسناک اور المناک حالت پر غور کرلیں ان احکام ربانی کے خلاف کچھ بھی نہیں ملے گا۔ ایک ایک دَور ایک ایک زمانہ اسی حقیقت کو ثابت کرے گا۔ عبرت اور سبق حاصل کرکے اپنے پچھلے گناہوں اور غلطیوں کا اعتراف کرنا اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے معافی مانگنا پہلی شرط ہے۔ نیک اعمال اور پاکیزہ زندگی کی طرف صحیح قدم اِسی کے بعد اٹھ سکتا ہے۔

(۱۵۴)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل وخوار کردیے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے کے لوگ ذلیل وخوار کیے جاچکے ہیں۔ (مجادلہ۔ ۵)

گذارش جن لوگوں کے کانوں تک ایک بار وہ احکام اور ہدایات پہنچ چکی ہیں جو خالقِ کائنات اور ہادیِ برحق نے قرآن کریم کے ذریعے نازل فرمائے اور جو سرکار دو عالم سرور کائنات سید المرسلین اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں ملتی ہیں اور جو اس کے باوجود اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول کریمؐ کی مخالفت کرتے ہیں وہ بہرحال اور بہر صورت ذلیل وخوار کردیے جائیں گے۔ ہمیں آپ کو اور نوجوان طلبا کو اُن تک یہ فرمان ایک بار اور پہنچادینا چاہیے اور یہ بھی

عرض کر دینا چاہیے کہ اُن کا حال بھی ضرور پڑھ لیں یا معلوم کر لیں جو ذلیل و خوار کیے جا چکے ہیں۔

(۱۵۴)

۱ (مگر) فتنہ قتل سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

(بقرہ - ۱۹۱)

فتنہ خونریزی سے شدید تر ہے۔ (بقرہ - ۲۱۷)

۲ (اور) بچو اس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف انہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنہوں نے تم میں سے گناہ کیا ہو۔ اور جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

(انفال - ۲۵)

۳ "اے ایمان لانے والو۔ کافروں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے۔"

(انفال - ۳۹)

گذارش

۱- ہمارے خالقِ حقیقی اور ہادیِ مطلق کا یہ احسان عظیم ترین ہے کہ اس نے ہماری زندگی کا کوئی شعبہ اور کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جس کے لیے مکمل ترین

ہدایات اپنے کلام پاک کے ذریعے ہم تک نہیں پہنچا دیں۔ یہ اجتماعی زندگی کے لیے وہ مشعل راہ ہے جس کی روشنی میں ہم کبھی کوئی غلطی کر نہیں سکتے۔

فتنے کی مثال چھوٹی اور بڑی بیماریوں سے دی جا سکتی ہے۔ مثلاً بخار کھانسی، نمونیہ، ہیضہ، طاعون، سرطان وغیرہ۔ کسی بھی بیماری کو اس کے حال پر چھوڑ دیجیے، اور علاج نہ کیجیے، پروان چڑھتی رہے گی یہاں تک کہ جان لے کر چھوڑے گی۔ بیماری جتنی شدید ہوگی اتنی ہی جلد مریض کے لیے جان لیوا ثابت ہوگی۔ یہی حال فتنوں کا ہے۔ اور بعض بیماریوں کی طرح یہ فتنے متعدی بھی ہوتے ہیں۔ زبان کا مسئلہ، فرقہ یا صوبہ پرستی، عصبیت، مذہبی اختلافات بیگانگی، علیحدگی، خود مختاری، بغاوت یہ سب کے سب انہی بیماریوں کی طرح ہیں کہ ان کو ان کے حال پہ چھوڑ دیجیے جنگل کی آگ کی طرح پھیلتے رہیں گے اور اجتماعی زندگی، اجتماعی وقار، اجتماعی یکجہتی، یہاں تک کہ ملکی سالمیت کو ختم کر کے دم لیں گے۔ ام الخبائث شراب سے پیدا ہونے والے فتنے بھی بے حیائی اور زناکاری کے فتنے ہیں ان سب کا بھی یہی حال ہے۔ موجودہ زمانے میں فتنوں کی یہ جیتی جاگتی مثالیں ہمارے ملک سے زیادہ واضح اور خطرناک دنیا کے کسی دوسرے حصے میں شاید مل نہیں سکیں گی۔ ایک فتنے کا نتیجہ مشرقی پاکستان کو عارضی طور پر کھو کر ہم نے دیکھ لیا۔ باقی فتنوں کو مغربی حصے میں پوری تندہی اور جانفشانی کے ساتھ ہم پروان چڑھا رہے ہیں۔

اسی واسطے فتنے کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے کہ یہ قتل اور خونریزی سے بھی زیادہ بڑا اور شدید ہے۔ یہ یاددہانی اور تنبیہ ہے اس بات کی کہ ہم جہاں

بھی ہوں اور کسی فتنے کو سر اُٹھاتے دیکھیں وہیں اُسے کچل دیں اور ختم کر دیں۔ ورنہ وہ جانوں کی بھینٹ لیے بغیر ختم ہو نہیں سکے گا۔ جتنا وقفہ فتنے کو پنپنے اور اُبھرنے کے لیے دیا جائے گا، اسی قدر مرنے والوں کی تعداد بڑھتی جائے گی۔ یہ ایک حقیقت ہے جسے ماضی قریب اور حال میں ہر شخص دیکھ سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے بشرطیکہ وہ دیکھنا چاہے اور سمجھنا چاہے۔

۲۔ یہاں اُس مخصوص فتنے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جس کی لپیٹ میں ظالم اور گناہ گار ہی نہیں آتے بلکہ دوسرے بھی۔ یہ دوسرے وہی معلوم ہوتے ہیں جن کو ہم بڑی بے باکی اور چیرہ زبانی کے ساتھ "بے گناہ" ٹھیرا دیا کرتے ہیں۔

جب کسی جگہ ظلم، زیادتی، بے حیائی، بے شرمی کا دَور دورہ شروع ہوتا ہے تو اُن میں شریک ہونے والوں کے علاوہ قرب و جوار میں یا اطراف میں کچھ اور بھی تو لوگ ہوتے ہیں جو خاموشی اختیار کرکے تماشائی بنے رہتے ہیں سوال یہ ہے کہ ایسے لوگ فتنوں کو کچلنے میں حصہ کیوں نہیں لیتے، "امر و نہی" کے احکام کو پس پشت کیوں ڈال دیتے ہیں۔ آخر وہ اس قسم کے کسی بھی فتنے کو روکنے میں، فرو کرنے میں، اور ختم کر دینے اور ختم کروا دینے میں حصہ کیوں نہیں لیتے؟ اسی واسطے جب وہ فتنہ اپنے پَر پُرزے نکال کر قتل اور خونریزی کے لیے بازو پھیلاتا ہے تو وہ لوگ بھی کم یا زیادہ اپنا حصہ رسد پاتے ہیں جو پہلے تماشائی بنے رہے تھے۔ انہی دوسروں کو ہم "بے گناہ" قرار دیا کرتے ہیں۔ ہماری اسی غلطی کا یہاں ازالہ فرمایا گیا ہے۔ جو لوگ معاشرے کو بگڑتا دیکھتے رہتے ہیں اور چپ سادھ لیتے ہیں ان میں عقاید اور عمل کے لحاظ سے کمزور بھی ہوتے ہیں اور

وہ بھی جو دیدہ و دانستہ یہ آگ سلگتی اور بڑھتی دیکھتے رہتے ہیں اور احکام الٰہی کے مطابق اِن کا کوئی ازالہ نہیں کرتے ۔ یہ سخت سزا دینے والی تنبیہ ان دونوں پر پوری اترتی ہے یعنی وہ جو ملوث اور مبتلاء رہے اور وہ جو تماشا دیکھتے رہے ۔ حقائق جب ہم میں سے کسی پر روشن ہو جائیں تو پھر اس کا فرض یہی ہونا چاہیے کہ وہ اپنے قریبی اور بعیدی سب کو باخبر کر دے ۔

۳ ۔ اب کام یہی باقی رہ جاتا ہے کہ ہم کافروں کو پہچانیں کہ خود ہمارے معاشرے میں کتنے بھرے ہوئے ہیں ۔ پھر ان سے جنگ کریں اور اس وقت تک کرتے رہیں جب تک کہ دین پورا کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے ۔ اس طرح حکم کے بعد بھی جن ذہنوں میں شک یا الجھن باقی رہے انہیں قرآن کے نہ ماننے والوں میں ہی شمار کرنا چاہیے ۔

۱۵۵

نکلو خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ ۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو

(توبہ ۔ ۴۱)

گذارش اللہ کی راہ وہی راہ ہے جو ہادیٔ برحق نے قرآن مجید کے ذریعے دکھا دی ہے ۔ اسی راہ میں ہمیں اپنے مال و متاع اور اپنی جانوں کو کھپانا اور صرف کر دینا ہے ۔ اور یہ حکم دیا جا رہا ہے ۔ اُن سب کو جو آسودہ حال ہوں یا تنگ دست ہوں، فارغ البال ہوں یا ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہوں

یکسو ہوں یا پراگندہ خاطر معاشرے کے اونچے طبقے سے تعلق رکھتے ہوں یا درمیانی سے متعلق ہوں، یا نچلے طبقے کے کہلاتے ہوں۔ جو بھی ہوں اور جس معیار کے بھی ہوں سب کے لیے حکم ایک ہی ہے۔ ہمارے لیے جاننے کے لیے اتنا ہی بہت ہے کہ ہماری موت و زیست کا مالک ہم سے فرما رہا ہے کہ: "وہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے"

۱۵۶

اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اگر ان سب حالات میں تم صبر اور خدا ترسی کی روش پر قائم رہو تو یہ بڑے حوصلے کا کام ہے۔ (العمران - ۱۸۶)

گذارش جن حالات سے ہم گزرتے رہے ہیں اور جن سے اب گزر رہے ہیں یہاں اسی دور کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ ذکر کافروں کا نہیں ہے مشرکوں کا ہے ان مشرکوں کا ہے جو ہمارے مذہب کا مذاق بھی اڑاتے ہیں اور ہمیں اپنا مذہب ترک کرنے کا بھی مشورہ دیتے رہتے ہیں۔ مذہب کے چیلنج کے لیے تو ہمارے پاس بڑے سخت احکام موجود ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر ہمارے قصوروں کو معاف فرما کر ہمیں عملی مومن بننے کی توفیق عطا فرما دے۔ اس چیلنج کا دندان شکن جواب ہماری طرف سے اسی وقت مل سکتا ہے۔ لیکن یہاں "تکلیف دہ" باتوں کا

ذکر ہو رہا ہے۔ اُسی کا علاج بھی بتا دیا گیا ہے کہ صبر کرنے کے ساتھ خداترسی پر ہم عمل کریں۔ خداترسی یا اللہ سے ڈرنا اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ جو کچھ کرنے کا اس نے حکم دیا ہے اس پر عمل کریں اور جن باتوں سے منع فرما دیا ہے ان سے باز رہیں۔ یہ بات ہمارے لیے لائق صد ہزار توجہ ہے کہ خداترسی کے بغیر صبر کی ہدایت نہیں فرمائی گئی ہے۔

۱۵۷

"اے ایمان لانے والو۔ اپنی فکر کرو۔ کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا اگر تم خود راہ راست پر ہو۔"

(مائدہ - ۱۰۵)

گذارش صرف اتنی سی یہ ایک ہدایت ہمارے معاشرے کے پورے فساد کو یکسر ختم کر سکتی ہے اور وہ اسی طرح کہ ہم خود راہ راست پر ہوں، اور دوسروں کی گمراہی کو للکار کر لڑائی جھگڑے کی فضا و قائم نہ کریں۔ ابنائے جنس کی گمراہیاں بحث مباحثے، ڈانٹ ڈپٹ اور بُرا کہنے سے نہیں جایا کرتیں اُس کا طریقہ نمبر (۴۳) میں واضح کر دیا گیا ہے۔

۱۵۸

"تمہارا بھلا ہوتا ہے تو ان کو بُرا معلوم ہوتا ہے اور تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں۔ مگر ان کی کوئی تدبیر تمہارے

خلاف کارگر نہیں ہو سکتی بشرطیکہ تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو۔"

(آل عمران - ۱۲۰)

گذارش مخالفین میں حاسد ہوں یا منافق، دشمنوں میں کافر ہوں یا مشرک سب کے اس طرز عمل کو کھول کر بیان کر دیا گیا ہے کہ ہماری بھلائی وہ دیکھ نہیں سکتے اور ہماری ہر مصیبت پر وہ گھی کے چراغ جلاتے ہیں۔ لیکن اس کا علاج بھی وہی تجویز فرمایا گیا ہے کہ اللہ سے "ڈر کر کام" کرتے رہو اور صبر سے کام لو۔ اتنا کچھ کرتے رہو گے تو تم پر ان کا کچھ اثر ہوگا نہیں۔

(۱۵۹)

یہ آیات ہیں قرآن اور کتاب مبین کی، ہدایت اور بشارت ان ایمان لانے والوں کے لیے جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور پھر ایسے لوگ ہیں جو آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔

(النمل - ۱-۲-۳)

گذارش یعنی بشارت بھی انہی ایمان لانے والوں کے لیے ہے اور ہدایت بھی وہی ایمان لانے والے پائیں گے جو پابندی سے نماز پڑھتے ہوں۔ جو خوشی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتے ہوں اور جو نیک اور صالح اعمال کے ساتھ آخرت میں جواب دہی کی تیاری کرتے رہتے ہوں۔

۱۶۰

تم پر جو مصیبت بھی آئی ہے تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آئی ہے۔ اور بہت سے قصوروں سے وہ ویسے ہی درگزر کر جاتا ہے۔

(الشوریٰ - ۳۰)

گذارش اگر آدمی اپنے صرف ایک ہی دن کا ایمان داری سے جائزہ لے اور یہ دیکھے کہ صبح سے شام تک اس نے کتنی غلط بیانیاں کیں، کتنے دل دکھائے، نوکری میں روپے کے بجائے کتنا وقت چرایا، کاروبار اور تجارت میں کتنی ہیرا پھیری کی، کتنی بے ایمانیوں کو دھندے کی ضروریات یا مصلحت کا رنگ دے کر اپنا لیا، کتنی بدنگاہی کی، کتنی فضول خرچی وقت اور پیسے میں کی کتنے چھوٹے بڑے گناہ کیے اور کرنے کا ارادہ کیا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ " اپنے ہاتھ کی کمائی " سے رب العزت کی مراد اس کی اسی قسم کی تمام کھلی چھپی گمراہیاں ہیں یہ ایک دن، ہفتوں میں، مہینوں میں اور پھر برسوں میں بدلتا رہتا ہے اور گمراہیاں وقت اور زمانے کے گزرنے کے ساتھ تہ بہ تہ جمع ہوتی رہتی ہیں۔ کیا یہ ناقابل تردید حقیقت نہیں ہے کہ غفور الرحیم ان بے شمار قصوروں سے درگزر فرماتا ہی رہتا ہے۔ اگر ایک ہی دن کا وہ محاسبہ فرمالے تو اس کی سزا اور عذاب انسانی دماغ بھی بتا سکتا ہے کہ کتنا زیادہ کتنا سخت اور کتنا متواتر ہوگا۔

ہم اگر اس عالم آشکار حقیقت کو مان لیں کہ کمائی ہمارے اپنے ہاتھوں کی ہوتی ہے اور رحمٰن و رحیم درگزر فرماتا رہتا ہے تو پھر اصلاح کے تمام دروازے

ہمارے لیے اور ہماری معرفت اپنے سب بہن بھائیوں کے لیے کھل جاتے ہیں۔

(۱۶۱)

"اللہ ظلم تو ذرہ برابر نہیں کرتا اور اگر نیکی ہو تو اُس کو کئی گُنا بڑھاتا ہے"۔ (النساء - ۴۰)

گذارش: بھلا کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے بندوں سے بے پناہ محبت کرنے والا اور قدم قدم پر معاف اور درگزر کرنے والا اپنے بندوں کے ساتھ کسی قسم کے ظلم و زیادتی کو روا رکھے ؟ آدمی کو جو کچھ ملتا ہے وہ اس کے اپنے اعمال کے مطابق ہوتا ہے۔ لیکن نیکی کی جزاء بقدر نیکی نہیں ملتی بلکہ وہ بلند ترین درجات والا فیاض حقیقی اُس نیکی کے اجر کو اپنی طرف سے کئی گنا بڑھا بھی دیتا ہے یہ کئی گنا بڑھ جانے والی بات شاید ہمارے بھائیوں اور بہنوں کو نہ معلوم ہو۔ پھر ہمارے آپ کے اور نوجوانوں کے سواء انہیں اور بتائے کون ؟

(۱۶۲)

اے ایمان لانے والو۔ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔ (النساء - ۱۴۴)

اے ایمان لانے والو۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔ یہ آپس میں ہی ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اگر تم میں سے

کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اُس کا شمار بھی پھر اُنہی میں ہو گا یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے (مائدہ - ۵۱)

تمہارے رفیق تو حقیقت میں صرف اللہ اور اللہ کا رسولؐ اور وہ اہلِ ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں اور جو اللہ اور اُس کے رسولؐ اور اہلِ ایمان کو اپنا رفیق بنائے اُسے معلوم ہو کہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔ (مائدہ - ۵۶)

گذارش اس حکمِ قرآنی کو دیکھئے اور ہمارے ملک کی پچیس سالہ زندگی میں بین الاقوامی دوستوں کا جائزہ لیجیے۔ کوتاہ نظر بڑی تیزی کے ساتھ "دلیل" دینے اور یہ سمجھانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں کہ موجودہ دور میں کوئی ملک یا قوم تعلقات قائم کیے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ اتنا ٹکڑا تو بے شک صحیح مانا جا سکتا ہے۔ لیکن دو باتیں ان حضرات کے گوش گزار کرنی پھر بھی باقی رہ جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ ہماری قوم نے ۲۵ سال میں ۲۵ دن کے لیے بھی مومن کا کوئی کردار ادا کیا؟ دوسرے یہ کہ جن کے ساتھ دوستی کا ڈھونگ رچایا گیا انہوں نے آپ کے ساتھ کسی دوستی کا ثبوت دیا؟ اور کیا ان کافروں اور مشرکوں کے علاوہ دنیا میں اسلام دوست کوئی اور ہماری قوم کو نظر نہیں آیا؟ کیا اہلِ ایمان کی رفاقت دنیا میں ہمارے لیے نایاب ہو چکی ہے؟ ہم خود بحیثیت قوم اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑتے مسلمان

ہونے کے ساتھ عملاً مومن بنتے تو دنیا کی طاقتیں ہمارے آگے جھک کر ہم سے دوستی کرنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتیں۔ اس لیے کہ اُس وقت ہمیں اللہ اور اُس کے رسولؐ کی پشت پناہی حاصل ہوتی۔ اُس وقت ہم دوسروں سے کسی قسم کا تعلق یا تعاون قائم کرتے تو وہ دنیا کی دوستی تو ہوتی لیکن وہ رفاقت نہ ہوتی جس سے حکیم وخبیر ہمیں منع فرما رہا ہے۔ اس وقت جو دوستی ہے وہ شکست اور ذلت اور رسوائی کے لبادے کو اوڑھ کر اور ہاتھ پھیلا پھیلا کر بھیک مانگنا ہے۔

باری تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے اُس کی روشنی میں جو مختصر سی فہرست اس وقت ہم بنا سکتے ہیں وہ یہ ہے:

"تم اہل ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے"۔ (مائدہ - ۸۲)

یہودی، ہندو، عیسائی بالخصوص بھارت۔ برطانیہ، رُوس، امریکہ اور جملہ مغربی ممالک۔ اندرون ملک ہمارے دشمن:۔ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قوانین کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والے جملہ ظالم اور کافر اور فاسق۔ ہندو۔ یہودی فری میسن لاج چلانے والے۔ عیسائی مشنری اور سب سے بڑھ کر ختم نبوت کے منکرین۔ یہ سارے کے سارے ہمارے دشمن کہیں منکرین کی طرح مار آستیں بنے ہوئے ہیں، کہیں معاشرے میں گھس کر ہماری جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں۔ کہیں طوفانوں اور آندھیوں کی طرح ہم پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ کہیں بے پناہ قوتوں کے ساتھ ہمیں کچلتے اور فنا کرتے ہیں۔

ان سب کا ہمیں ٹھنڈے دل سے جائزہ لینا چاہیے۔ ان سب کا مقابلہ کرنا ہے، اور مقابلہ کرنے کی طاقت حاصل کرنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم اللہ اور اس کے

رسولؐ کے احکام کو مانیں اور اُن پر صدقِ دل اور خلوصِ نیت کے ساتھ عمل بھی کریں۔

اس عمل سے مومنوں یعنی اہلِ ایمان کا اتحاد وجود میں آئے گا۔ اس اتحاد سے بھوک اور جہالت دُور ہوگی، تجارت کو فروغ ہوگا، مالی حالت ہزار گنا بہتر ہو جائے گی اور وہ صنعتیں قائم ہونگی جو جنگی ضروریات کو بتدریج پورا کریں گی . . . . اور یہ راستہ جاتا ہے سیدھا اُس نقطے تک جہاں مومنوں کی قوم پورا سامانِ جنگ اپنے لیے خود تیار کر سکے۔

برسبیلِ تذکرہ ہمیں اپنے مغرب زدہ ماہرین اور بین الاقوامی دوستی کے حامیوں سے یہ پوچھنا ہے کہ کافر اور ملحد اور مشرک قومیں ظلم و استبداد خونریزی ملک گیری اور قتلِ عام کے لیے تو تمام مادی اور جنگی ترقیاں کر سکتی ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ اہلِ ایمان اللہ کے حق و انصاف کے علمبردار بن کر ترقی نہیں کر سکتے؟ کر سکتے ہیں اور ضرور کر سکتے ہیں بشرطیکہ آپ جیسے تمام حضرات بھی اپنی تمام قابلیت اور فنی اور غیر فنی مہارتوں کے ساتھ ایک مرتبہ مومن بن جائیں۔

ایسا وقت کب آسکتا ہے، سال پانچ لگیں گے یا دس اس کے غم میں اللہ پر ایمان رکھنے والے نہیں پڑا کرتے۔ اُن کا کام قدم صحیح اٹھانا ہوتا ہے قدم اگر صحیح اٹھے گا تو آج کے ہمارے اسکولوں میں پڑھنے والے بچے ہی ٹینک اور ہوائی جہاز بنا لیں گے۔ یہ نہ سہی ان کے بچے سہی۔ یہ تو اس دنیا کی عزت اور انعامات ہیں جس سے اسلام کے دشمنوں کو پیچھے دھکیلا جا سکتا ہے لیکن ہمیں قدم اُٹھانا ہے احکامِ قرآنی کی روشنی میں آخرت سنوارنے اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے۔

۱۶۳

"اے ایمان لانے والو۔ اپنی جماعت کے لوگوں کے سواء دوسروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری خرابی کے کسی موقعے سے فائدہ اُٹھانے سے نہیں چوکتے۔" (العمران - ۱۱۸)

گذارش ایمان لانے والوں کی جماعت تو ایک ہی ہو سکتی ہے جو اپنے قول و فعل میں اسلامی ہو۔ اور انہی کو چاہیے کہ وہ کسی دوسرے کو اپنا ہم راز کبھی نہ بنائیں۔ اس ہدایت اور حکم سے ہماری یہ ذمہ داری ہرگز ختم نہیں ہوتی ہے کہ ہم اس بات کا اچھی طرح چھان پھٹک کر اطمینان کر لیں کہ جس کو ہم اپنی جماعت کے لوگ سمجھ رہے ہیں وہ ظاہر و باطن دونوں میں ایمان دار اور مخلص ہیں، مارِ آستیں تو نہیں؟ یہ زمانہ منافقوں، مکاروں اور ایمان فروشوں کا ہے۔ ہمیں بڑی سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

۱۶۴

مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اُمید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔ (حجرات - ۱۰)

گذارش مومنوں کے درمیان جو رشتہ دنیا کے پیدا کرنے والے نے بتایا ہے

وہ آشنا ہی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ پھر اس رشتے کے ماننے کے بعد کیا ذمہ داری ہم پر عاید کی جارہی ہے اسے بھی واضح فرمادیا گیا ہے۔

اگر ہم ایک دوسرے کے بھائی بن گئے تو آپس کے تعلقات بڑی حسن و خوبی کے ساتھ خود بخود درست ہوجائیں گے۔ تعلقات درست کرنے کا ذریعہ ایک دوسرے کو بھائی سمجھنا ہے اور بھائی سمجھنے کا مدار اس بات پر ہے کہ ہم اللہ عزوجل سے ڈریں۔ اور اللہ سے ڈرنے والے کبھی اس حکم کی سرتابی نہیں کرسکتے اور ان کو ہی یہ توقع دلائی جارہی ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔

یہ حکم ان تمام سیاسی نعروں کی نفی کرتا ہے جن میں مسلمان کو کافر و مشرک کا بھائی بنایا اور پکارا جائے۔ "ہندی چینی بھائی بھائی" کا مطلب پرست نعرہ تو درست ہوسکتا ہے لیکن "ہندو مسلم بھائی بھائی" کا کبھی نہیں ہوسکتا۔ نہ حق و باطل کبھی ایک جگہ جمع ہوسکتے ہیں اور نہ خدا پرست اور بت پرست کبھی ایک دوسرے کے بھائی بن سکتے ہیں۔

(۱۶۵)

وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں اسی طرح تم بھی کافر ہوجاؤ تاکہ تم اور وہ یکساں ہوجائیں۔

(النساء - ۸۹)

گذارش ہمارے ملک میں ہمارے نام نہاد "مسلمان" بھائی جو اسلام کے خلاف

آوازیں بلند کر رہے ہیں یہ انہیں کی خواہش اور ارادے کی مکمل تصویر ہے۔ ہمارے یہ گمراہ بھائی کبھی اس طرح نہیں کہتے ہیں کہ اسلام ہمارا مذہب نہیں ہے یا اسلام کو چھوڑ دو بلکہ وہ ہمیشہ پہلے اپنے مسلمان ہونے کا نعرہ لگاتے ہیں پھر اُسی کے ساتھ اُن غیر اسلامی نظاموں اور طریقوں کی حمایت کرتے ہیں جن کو اختیار کر کے آدمی کبھی مسلمان رہ نہیں سکتا۔ سود کو رواج دینا، شراب کے متعلق یہ کہنا کہ جائز بھی ہے اور ناجائز بھی، ہر قسم کی انفرادی ملکیت کو ختم کرنا سوشلزم اور کمیونزم کو ہم سب پر مسلط کرنا اور پھر بھی یہ کہنا کہ یہ سب کچھ اسلام کے عین مطابق ہے یہی ظاہر کرتا ہے کہ ہم سب کو کفر کی طرف بلایا جا رہا ہے اور خواہش یہی ہے کہ ہم اور وہ یکساں ہو جائیں یہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں اور کر رہے ہیں حق اور صحیح کو چھپا کر اور باطل اور غلط کو سچ اور صحیح کا رنگ دے کر کہہ رہے ہیں اور کر رہے ہیں ہمیں آپ کو اور نوجوان طلباء کو یہ فرمانِ الٰہی یاد رکھنا چاہیے کہ: "یہ لوگ انسانوں سے اپنی حرکات چھپا سکتے ہیں مگر خدا سے نہیں چھپا سکتے۔" (النساء - ۱۰۸) ایسے تمام لوگوں کو راہِ راست پر لانے میں اور قوم کو تباہی و بربادی سے بچانے کے لیے ہمیں اپنا سب کچھ صرف کر دینا چاہیے۔

(۱۶۶)

وہ تمہیں جس بات سے روکتا ہے وہ تو یہ ہے کہ تم اُن لوگوں سے دوستی کرو جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ کی ہے

اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے۔ اُن سے جو لوگ دوستی کریں وُہی ظالم ہیں۔ (الممتحنہ - ۹)

گزارش

اللہ تبارکُ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں سے دوستی نہ کی جائے جو دین کے معاملے میں ہم سے جھگڑا کرتے ہیں اور ہمیں ہمارے گھروں سے نکالتے ہیں۔ اگر اس حکم کے باوجود ہم ان سے دوستی کرینگے تو ہمارا شمار نافرمانوں میں ہو گا۔ اسی ضمن میں ہمیں ان بیرونی طاقتوں کو سمجھنا اور پہچاننا ہے۔ جنہوں نے مشرقی پاکستان کے سقوط میں حصہ لیا ہے۔ اگر ہم اپنے ملک میں دیکھیں تو ایسے لوگ بہت ملینگے جو ایسی دوستیوں کے خواہش مند ہیں اللہ عزوجلّ سے دُعا ہے کہ وہ پاکستانیوں کو خیال سے، زبان سے اور عمل سے مسلمان بنادے اور پاکستان کو وہ اسلامی حکومت بنادے جو رہتی دنیا تک قائم رہے اور ساری دنیا اس سے ہدایت اور روشنی حاصل کرتی رہے۔ آمین

۱۶۷

کثرت سے بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آگئی ہیں اور اللہ استقامت والوں کا ساتھ دیتا ہے۔ (بقرہ - ۲۴۹)

گذارش یہ ذکر فرمایا جا رہا ہے حق و باطل کی جنگ کا۔ یعنی چھوٹی چھوٹی جماعتیں اللہ کی راہ پر چلتے ہوئے باطل کی اور شیطانی اقتدار کی طاقتوں سے ٹکرا گئیں اور بھڑ گئیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ یہی چھوٹی چھوٹی جماعتیں اُن بڑی بڑی شیطانی قوتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آگئیں۔ ہمیں بھی اپنے دشمنوں پر فتح کا یہی غلبہ نصیب ہو سکتا ہے بشرطیکہ ہم بھی اللہ کے احکام پر چلنے میں استقامت کا مظاہرہ کریں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ساتھ جن کے نصیب میں آجائے اُنہیں پھر کسی اور چیز کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے؟

۱۶۸

لوگو۔ ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے۔ (انبیاء - ۱۰)

گذارش "تمہارا ہی ذکر ہے" یہ خطاب لوگوں یعنی انسانوں سے ہی فرمایا گیا ہے۔ کسی اور کو خبر دار نہیں کیا گیا ہے۔ اور اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا

گیا ہے کہ امر و نہی سے جتنی بھی باتیں متعلق ہیں وہ ہمارے ہی لیے ہیں اور دوزخ اور جنت کی جن سزاؤں اور نعمتوں کا اس میں ذکر فرمایا گیا ہے وہ بھی زیادہ تر آدمیوں سے متعلق ہیں۔ لوگ جنت کی نہروں اور حوروں کے ذکر پر شیطانی وسوسوں کو دعوت دے کر اپنی عقل کے گھمنڈ پر نتائج اخذ کرنے کے ناقابلِ معافی جُرم کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں یہ اُنہی کے اطمینان اور تفہیم اور اصلاح کے لیے واضح فرمایا گیا ہے کہ ذکر اس میں تمہارا کیا گیا ہے اور لازمی طور پر تمہاری تمام ضروریات اور وسعتِ نظر کا لحاظ رکھتے ہوئے ان انعامات کا ذکر کیا گیا ہے جن کو تم سمجھ سکو اور جن کو تم پسند کر سکو۔ مزید تسکین اور تشریح کے لیے ہم کو سورۃ سجدہ۔ آیات ۳۰-۳۱ میں یہ بھی جتا دیا گیا ہے کہ جنت میں وہ سب کچھ بھی ملے گا جس کو تمہارا دل چاہے اور یا جس کو تم طلب کرو۔

(۱۶۹)

اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اُسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔

(الشوریٰ - ۱۳)

گذارش ہمارے بہت سارے نادان بھائی یہ کہتے ہوئے سنے گئے ہیں کہ ہم کیا کریں اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھاتا ہی نہیں۔ یعنی اپنی گمراہی کا الزام بھی ہادیٔ برحق پر رکھتے ہیں۔ یہ وضاحت اُنہی لوگوں کے لیے فرمائی گئی ہے۔ "توفیق" کے لیے بھی دعاؤں کی فرمائش دوسروں سے ہی کرتے ہیں!

اگر ایسے تمام بھائی بند خود اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے رجوع کر لیں تو

اس سے بڑی وعید اور کیا ہو سکتی ہے کہ ذوالجلال والاکرام اپنی طرف آنے کا راستہ دکھانے کا وعدہ خود فرما رہا ہے۔ جو لوگ اس وعدۂ ربانی سے واقف نہیں اُن تک اُسے پہنچا دینے کا کام ہمارا آپ کا ہی ہے۔

۱۷۰

"اللہ سے ڈرو۔ اور سنو اللہ نافرمانی کرنے والوں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔" (مائدہ۔ ۱۰۸)

گذارش ڈر ماں باپ کا ہو، اُستاد کا ہو، یا حاکم وقت کا مراد ڈرنے سے یہی ہوتی ہے کہ جو کچھ وہ کہے وہ کیا جائے اور جس چیز سے وہ منع کرے اُس سے بچا جائے۔ پورا قرآن ہمیں ہمارے سامنے موجود ہے۔ اگر ہم اُسے کھول کر پڑھ لیں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کیا کیا کرنے کا حکم ہمیں دیا ہے اور کن کن چیزوں سے باز رہنے کی ہدایت فرمائی ہے اگر ہم ان دو باتوں پر عمل کریں گے تو اللہ سے ڈریں گے۔ صرف اس کے احکام کی نافرمانی کرنے والے اُس کی رہنمائی سے محروم ہو جایا کرتے ہیں۔ وہ کبھی محروم نہیں ہوتے جو اُس سے ڈرتے رہتے ہیں۔

۱۷۱

مگر توبہ ان لوگوں کے لیے نہیں ہے جو بُرے کام کیے چلے

جاتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے اس وقت وہ کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی اور اسی طرح توبہ اُن کے لیے بھی نہیں ہے جو مرتے دم تک کافر رہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے تو ہم نے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔

(النساء - ۱۸)

گذارش درجنوں کی تعداد میں خدا اور دیوتا رکھنے والے ہندوؤں کے ہاں تو یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ ساری دنیا کے گناہ کیے اور گنگا مائی میں ایک ڈبکی لگائی اور سارے گناہ دُھل گئے پھر گناہ کیے پھر دھوڈالے یا عیسائیوں کے ہاں ممکن ہے کہ سب کچھ کرآئے اور پادری کے سامنے جاکر اقرار کرلیا بات ختم ہوگئی۔ پھر منہ کالا کرآئے، پھر سُرخرو ہو کر آگئے۔ اسلام میں یہ کھیل تماشا نہیں ہوتا۔ یہاں گناہوں کے معاف فرمانے والے کے آگے توبہ کا دروازہ تو کُھلا ہوا ہے لیکن اس لیے نہیں ہے کہ شراب نوشی کی بداعمالیوں میں غرق ہوئے اور توبہ کرڈالی تو سارے گناہ جھڑ گئے۔ پھر وہی کیا اور پھر توبہ کرکے فارغ ہو لیئے۔ قرآن کریم کی کھلی ہوئی ہدایت کا اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی نہ صرف اپنے گناہوں اور خطاؤں کا صمیم قلب سے اعتراف کرے، اُن کی معافی مانگے بلکہ سچے دل اور نیک نیتی کے ساتھ دلوں کا حال جاننے والے کے سامنے اِس کا بھی پوری شدت کے ساتھ اقرار کرے کہ میں کبھی اب دوبارہ کرونگا بھی نہیں۔ اسی اعتراف اور اقرار کے بعد یہ ممکن ہے کہ اُس کی توبہ قبول ہو سکے ورنہ توبہ کرتے وقت خیال کے کسی

گوشے میں گناہ سے لذت یاب ہونے کے ارادے کا اگر شائبہ بھی باقی رہتا ہے تو پھر یہ ایک بہت بڑا مذاق ہو جائے گا۔ ایک طرف تو توبہ کرنے والا خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے اور دوسری طرف وہ غفور الرحیم اور علیم و خبیر سے گویا یہ بھی کہہ رہا ہے کہ تو میری زبانی معافی کو وصول کر کے توبہ قبول کرے۔ رہا میرے دل کا معاملہ تو اس میں ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ اس کا حال تو کیا جانے! یہ طریقہ تو مرتے دم تک بندوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ رب العزت کے سامنے بھی کافر اور منافق بنے رہنا کا ہے۔ توبہ کا یہ مفہوم ہمیں اُن لوگوں تک پہنچا کر واضح کر دینا چاہیے جو اسے اب تک سمجھ نہیں سکے ہیں۔

۱۷۲

اور جو توبہ کرلے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے پھر سیدھا چلتا رہے اس کے لیے میں بہت درگزر کرنے والا ہوں۔

(طٰہٰ - ۸۲)

گذارش جن لوگوں سے چھوٹی بڑی غلطیاں ہو گئی ہیں اور جو کہتے ہیں کہ ہم بہت گناہ گار ہیں، ہم کسی قابل نہیں، ہم کس منھ سے اپنے پیدا کرنے والے کے آگے جھکیں یہ وعید اور بشارت انہی کے لیے ہے۔ عفو اور درگزر کا یہ دروازہ اُنہی کے لیے کھولا گیا ہے جو موت آنے سے پہلے پہلے کھلا ہی رہے گا۔ غفور الرحیم کو اپنے گناہ گار بندے کی شرمساری بہت پسند ہے اور وہ اگر نیک نیتی

اور سچے دل سے توبہ کرے یعنی ایمان لا کر نیک عمل کرنے لگے اور پھر ڈگمگائے بغیر اپنے اس نیک عمل کو جاری بھی رکھے تو وہ رحمٰن و رحیم کی معافی کا مستحق ہو جاتا ہے۔

(۱۷۳)

"ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں اور متقیوں کا ساتھی اللہ ہے۔" (جاثیہ - ۱۹)

"اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" (حجرات - ۹)

"احسان کا طریقہ اختیار کرو کہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔" (بقرہ - ۱۹۹)

گذارش یاد رکھنے کی بات اتنی ہی ہے کہ یہ حکم اُس نے دیا ہے جس نے نماز فرض کی ہے، یہ ہدایت ہے اس کی جس نے روزہ رکھنے اور زکوٰۃ دینے کا فرمان جاری کیا ہے اور یہ احکام ہیں اُس صحیفۂ آسمانی کے جو سرورِ کونین سرکارِ دو عالم، سید المرسلین اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر رب العرش العظیم کی طرف سے نازل ہُوا۔

(۱۷۶)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ (منافقون - ۹)

گذارش اُس حکیم و خبیر نے جو اپنی مخلوق کی تمام کمزوریوں سے پوری طرح واقف ہے یہاں اُن دو عام ترین چیزوں کا ذکر فرمایا جو ہمیں اپنے معبودِ حقیقی کی یاد سے غافل کر دیتی ہیں۔ ایک ہمارا مال و دولت۔ دوسرے ہماری اولادیں۔ حکم سے یہ وضاحت مطلوب ہے کہ ہمیں اُس کی یاد کو ان دونوں پر مقدم رکھنا ہے۔ اور ہم کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اس "ہم" سے وہی لوگ مُراد ہیں جو اس پر سچے دل سے ایمان لا چکے ہیں۔

(۱۷۷)

"حقیقت یہ ہے کہ تیرا رب لوگوں کی زیادتیوں کے باوجود اُن کے ساتھ چشم پوشی سے کام لیتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تیرا رب سخت سزا دینے والا ہے"

(رعد - ۶)

گذارش یہی وہ حقیقت ہے جسے ہم سب صبح شام اور رات دن اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں پھر بھی نہ سبق لیتے ہیں اور نہ عبرت حاصل کرتے

ہیں۔ انفرادی زندگی ہو یا خاندانی ہو یا پوری قوم ہو ہر جگہ خالقِ کائنات کا یہی فرمان کارفرما نظر آرہا ہے۔ سو اتنی زیادتیوں پر چشم پوشی بھی فرمائی جارہی ہے اور جہاں جہاں وہ سزا دے رہا ہے وہ بھی ہم سب کو نظر آرہا ہے۔ ہم سب کو خیال سے زبان سے اور عمل سے مومن بن جانا چاہیے تاکہ مزید کوئی سخت سزا ہمارے حصّے میں نہ آجائے۔

۱۷۸

"یہ قرآن سراسر ہدایت ہے" (جاثیہ - ۱۱)

گذارش لیکن یہ سراسر ہدایت اُنہی کے لیے ہے جو قرآن نازل فرمانے والے پر ایمان رکھتے ہیں، اُس کو رسولؐ اور آخری نبیؐ مانتے ہیں جس پر یہ نازل فرمایا گیا اور اُس آخرت میں اپنے اعمال کی جواب دہی کے لیے تیار ہیں جس کا اس سراسر ہدایت والے قرآن کریم میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

۱۷۹

اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرتے رہو جن سے تمہیں منع کیا جارہا ہے تو تمہاری چھوٹی موٹی برائیوں کو ہم تمہارے حساب سے ساقط کردیں گے۔ اور تم کو عزت کی جگہ داخل کریں گے

(النساء - ۳۱)

گذارش اتنی بڑی محبت، اتنی بڑی رعایت، اور اتنی عظیم الشان رحمت کون کر سکتا ہے سوا اس کے جو ہمارا پیدا کرنے والا ہے، ہم پر مہربان ہے، ہماری تمام کمزوریوں سے باخبر ہے اور ہر طریقے سے اس بات کا خواہاں ہے کہ ہم کسی نہ کسی طریقے سے شیطانی حرکات سے بچ جائیں اور ہمیں فلاح و کامرانی نصیب ہو۔ بارگاہ ایزدی کا بس یہی ایک دربار ایسا ہے جہاں اتنی بڑی رعایت ہمیں مل سکتی ہے۔

۱۸۰

"(اے نبیؐ) کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے وہ تو غفور و رحیم ہے۔ پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور مطیع بن جاؤ اُس کے۔ قبل اس کے کہ تم پر عذاب آجائے اور پھر کہیں سے تمہیں مدد نہ مل سکے۔"

(الزمر - ۵۳-۵۴)

گذارش سبحان اللہ کیا شان ہے اس رحمان و رحیم کی جو خود ہی دعوت دے رہا ہے اپنے دربار رحمت کی۔ اور فرما رہا ہے کہ میں اپنے گناہ گار بندوں کے لیے خواہ وہ کیسے ہی ہوں، اپنی رحمت کے دروازے کبھی بند نہیں کروں گا۔

وہ جب چاہیں اور جس حالت میں بھی ہوں پلٹ کر آسکتے ہیں اور مجھ سے معافی مانگ کر میرے مطیع و فرماں بردار بن سکتے ہیں۔ لیکن یہ اُسی وقت تک ہو سکتا ہے جب تک کہ شدید العقاب کا عذاب نازل نہ ہونا شروع ہو جائے اور مدد کے سارے راستے ہمارے لیے بند نہ ہو جائیں۔

نام کتاب ــــــ افہام و تفہیم

مؤلف ــــــ زبیر حسن رضوی

ناشر ــــــ مکتبہ رازی۔ کراچی

کتابت: ــــــ محمود الحسن۔ حضرت کیلیانوالہ۔

مطبع ــــــ ناظر پریس۔ کراچی

قیمت: ــــــ [redacted] 12.00 RS·[redacted]

ملنے کے پتے

نورسی پبلیکیشنز۔ مین روڈ۔ لیاقت آباد۔ کراچی

مکتبہ تعمیر انسانیت۔ موچی دروازہ۔ لاہور

3